خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
آنچل
کراچی
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
aanchal.com.pk
www.paksociety.com

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اس نے اپنے نوکر سے کہہ رکھا تھا اگر تم کسی ایسے شخص کے پاس (قرض وصول کرنے کے لیے) پہنچو جو تنگ دست ہو تو اس سے درگزر کردیا کرو شاید اللہ تعالیٰ (اس عمل کے صلہ میں) ہمارے گناہوں سے درگزر کرے چنانچہ وہ شخص مرنے کے بعد اللہ سے ملا تو اللہ نے اس کی مغفرت کردی۔" (بخاری و مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جون ۲۰۱۳ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

سب سے پہلے تمام بہنوں کو وطنِ عزیز میں پُرامن انتخابات مبارک ہوں۔ اللہ کرے کہ یہ تبدیلی واقعی مثبت ثابت ہو۔ نئے آنے والے حکمرانوں نے اپنی مہم کے دوران جو جو بلند دعوے اور وعدے اپنی انتخابی مہم کے دوران قوم سے کیے ہیں وہ تمام دلکش اور کارآمد نعرے سب پورے کرسکیں۔ سب سے پہلے ملک کے طول وارض میں پھیلی تاریکیوں کو دور کرنے کا وعدہ تو سب سے اہم ہے ملکی معیشت واقتصادیات اپنی جگہ اہم ہے لیکن بجلی سے ہی تجارت کا پہیہ چلتا ہے جس سے بے روزگاری میں نہ صرف کمی آئے گی بلکہ ملکی معیشت اور اقتصادی حالت بھی سنبھل سکے گی۔ ویسے بھی جون کا مہینہ اپنی تمام تر غضب ناکی اور شدت کے سبب ماحول کو ہی نہیں لوگوں کے مزاج کو بھی گرما رہا ہے۔ آئیں ہم سب بہنیں مل کر دعا کریں کہ حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ وہ صحیح معنوں میں ملک وقوم کی خدمت کرسکیں اور اپنے وعدے ایفا کرسکیں۔ آمین

اس بار تمام بہنوں نے خصوصاً وطنِ عزیز میں اپنے اہم رول کا بھرپور انداز میں اظہار کیا ہے انتخابات میں اپنی رائے کی قوت کا برملا اور بھرپور اظہار کرکے اپنی اہمیت وقعت اور قوت کا قوم کو احساس دلا دیا ہے کہ ہم بھی کسی سے کم نہیں میں تمام بہنوں کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر اپنی رائے کی قوت کا استعمال کیا اور بدعنوان کرپٹ لوگوں کو منظرِ عام سے ہٹانے میں اپنا مثبت کردار ادا کیا اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں وکاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین

بہنیں نوٹ فرمالیں کہ حسبِ معمول جولائی کا شمارہ رمضان اور اگست کا عید نمبر ہوگا۔ بہنیں اپنی نگارشارت جلد از جلد ارسال کردیں تاکہ ان کی شرکت ممکن ہوسکے۔

اس ماہ کے ستارے

"جھیل کنارہ کنکر" نازیہ کنول نازی "آخری لمحہ" ایم سلطانہ فخر کی شاہکار کاوش اور "لوٹ آیا موسمِ وصال" فصیحہ آصف کے مکمل ناول۔

"تقدیر" اُم اقصیٰ اور "مجھے ہے حکم اذاں" اُم مریم کے بہترین ناولٹ۔

"تیس سال" اریشہ غزل "تتلیوں کے دکھ" نازیہ جمال "چائے" سباس گل "چاند کے تمنائی" شمیم ناز صدیقی "حدِ نظر" سمیرا احمید کے بہترین افسانے۔

"میرے ہم سفر ہو تم" کے ساتھ حمیرا خان نئی کونپلیں میں پہلی بار شریکِ محفل ہیں۔

دعا گو قیصرہ آرا

حمد

خدا کے بحرِ رحمت کا کنارا کس نے دیکھا ہے
وہی خلاقِ ہستی ہے وہ دو عالم کا داتا ہے
گدائے بے نوا ہو وہ یا سلطانِ زمانہ ہو
پڑے افتاد جس پہ وہ اسی کے در پہ آتا ہے
پیمبر آرزو کرتے رہے دیدارِ خالق کی
محمد کے سوا ربّ جہاں کو کس نے دیکھا ہے؟
ہمارے نغمۂ توحید سے اولیٰ ہے ذات اس کی
کوئی مانے نہ مانے وہ تو روزی سب کو دیتا ہے
فزوں تر عقلِ کم مایہ سے دیکھیں رفعتیں اس کی
وہی حسن دو عالم ہے وہ ہر اعلیٰ سے اعلیٰ ہے
مصیبت میں جو اس کا نام لیں تسکین ملتی ہے
کہ اس کا ذکر ہی وجہِ سکونِ بزمِ دنیا ہے
رضا بزمِ دو عالم پر ہیں اس کی رحمتیں کیا کیا
طلب سے بھی سوا بخشا ہے میں نے جب بھی مانگا ہے

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

نعت

رہبر جہاں کے محسنِ انسان ہیں حضورؐ
نورِ ہدیٰ ہیں حاملِ قرآن ہیں حضورؐ
محفل یہ ہست و بود کی ہے آپؐ کے لیے
تخلیقِ کائنات کا عنوان ہیں حضورؐ
ہر سانس میں ہے عشقِ محمدؐ ہی موجزن
سوز و گداز و کیف اور وجدان ہیں حضورؐ
حرکت میں بزمِ عالمِ امکاں ہے آپؐ سے
یہ کائنات جسم ہے تو جان ہیں حضورؐ
دھل جائیں گے گناہ بھی رحمت سے آپ کی
بخشش کا میری حشر میں سامان ہیں حضورؐ
کافور ہوگئے ہیں غم یادِ رسولؐ سے
ہر دردِ لا علاج کا درمان ہیں حضورؐ
تائب شعورِ زیست میں بے شک مرے لیے
ایمان ہیں اور حاصلِ ایمان ہیں حضورؐ

(پروفیسر عبدالغنی تائب)

editor_aa@aanchal.com.pk
editor@aanchal.com.pk

مدیرہ

نگہت ظفر ...... نیویارک

نگہت ڈیئر! سدا مسکراؤ' دور پردیس سے چلا آپ کا خط آج ہی موصول ہوا اور بزم رونق بن گیا۔ 2010ء کے بعد اتنے عرصے کی غیر حاضری کے بعد دوبارہ شرکت خزاں میں بہار ثابت ہوئی جس طرح خط ہوا کے دوش پر ہم تک پہنچ گیا ہے اسی طرح باقی تحاریر بھی پہنچ جائیں گی۔ آپ کی والدہ اور بھائی کی وفات کا صدمہ بے شک بہت بڑا ہے مگر اللہ تعالیٰ صبر بھی عنایت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عزیز ہستیوں کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ اگر آپ چاہیں تو بذریعہ ای میل بھی آنچل میں شرکت کرسکتیں ہیں ہمارا ای میل اس ہی کالم میں مل جائے گا۔

سلمیٰ فہیم گل ...... لاہور

سلمیٰ ڈیئر! شاد و آباد رہو خدا خدا کرکے کفر ٹوٹا اور آپ کی یہ خود ساختہ دل گرفتی بھی دور ہوگئی۔ دیر سویر تو ہو جاتی ہے لیکن نظر انداز نہیں کیا جاتا' آپ کی تحاریر گاہے بگاہے شائع ہوتی ہی رہتیں ہیں اب رابطہ استوار رکھیے گا۔ جویریہ سالک کے لیے آپ کی دعاؤں کے انمول تحفے بہت ہی قابل قدر ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے حق میں آپ کی دعائیں قبول فرمائے اور آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے آمین۔

مدیحہ کنول سرور ...... ضلع بھاولنگر

مدیحہ ڈیئر! مسکتی رہو آپ کی تحاریر "دل کے ٹکڑے ہوئے ہزار" "ٹھہر گیا خزاں کا موسم" بے یقین دامن نہ چھوڑ دے گے' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے بس اسے نکھارنے کی ضرورت ہے' پختگی لکھتے رہنے سے آ جائے گی بس موضوع سماجی و معاشرتی پہلو پر اصلاحی رنگ لیے ہو امید ہے آپ کی تشفی ہوئی ہوگی۔

صائمہ قریشی ...... آکسفورڈ

پیاری صائمہ شاد رہو۔ آپ کی کہانی جلد کی شائع کردی جائے گی اور آپ ای میل کے ذریعے شرکت کرسکتیں ہر سلسلے کا ای میل آنچل میں شائع ہوتا رہتا ہے اور اگر کہانی ای میل کرنی ہوتی تو ہماری دو ای میل آئی ڈیز ہیں ان پر آپ کرسکتیں ہیں۔

ام ثمامہ ...... جھڈو' سندھ

ثمامہ ڈیئر! خوش رہو آپ کا دعاؤں اور شکایتوں سے بھرپور خط ملا آپ کی شاعری اور پیغامات تو گاہے بگاہے آنچل کے صفحات کی زینت بنتے ہی رہتے ہیں پھر یہ شکوہ کیسا؟؟ آپ کے دونوں افسانے موصول ہوگئے ہیں پڑھ کر جلد ہی آپ کو آگاہ کردیں گے لیکن آئندہ کہانی لکھتے وقت ایک لائن ضرور چھوڑ کر لکھیے گا۔ مئی 2013ء کے آنچل کے لیے معذرت خواہ ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کی تمام تکالیف کو دور کرکے آسانیاں فراہم کرے۔ آمین

ناہید افشاں ...... لاہور

پیاری افشاں! شاد و آباد رہو' آنچل کے ساتھ اس قدر گہرے تعلق کا جان کر خوشی ہوئی۔ خط کے ساتھ ہی والد مرحوم کی یاد میں آپ کا آرٹیکل بھی موصول ہوا جس انداز میں آپ نے یہ سب ان کی یاد میں لکھا ہے نہ صرف آپ کی محبت کو اجاگر کررہا تھا بلکہ ہماری آنکھیں بھی نم کرگیا۔ بے شک ماں باپ کا سایہ بہت بڑی رحمت خداوندی ہے' ہم معذرت خواہ ہیں کہ اس آرٹیکل کو آنچل کے صفحات پر رقم نہ کرپائیں گے لیکن آپ کے جذبات ہمارے لیے قابل قدر و ستائش ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور والدہ سمیت آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ اگر آپ کوئی افسانہ لکھ کر بھیجنا چاہیں تو بھیج سکتی ہیں۔

سعدیہ کنول ...... چکوال

سعدیہ ڈیئر! سلامت رہو' یہ کیا کر ڈالا آپ نے لگتا ہے آپ آنچل کے معیار سے واقف نہیں' اتنی محنت سے آپ نے کہانی لکھی مگر انداز تحریر بھی اچھا نہیں اور نہ موضوع رہی سہی کسر مکالموں نے پوری کردی۔ آپ نے نہ ایک لائن چھوڑ کے لکھا نہ ایک صفحہ بس پیراگراف کی صورت میں کہانی لکھ ڈالی آئندہ خیال رکھیے گا آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اس لیے آپ کو تفصیلاً جواب دیا۔

مدیحہ شفقت ...... راولپنڈی

اچھی مدیحہ! مسکراتی رہو آپ کا شکوہ و شکایات سے بھرپور خط موصول ہوا۔ گڑیا! افسانہ موصول ہونے پر تو بہت

ہی بندھائی جاتی ہے لیکن تحریر کو پڑھنے کے بعد ہی پتا چلتا ہے کہ آنچل کے معیار کے مطابق بھی ہے یا نہیں۔ بغیر پڑھے تو رد کیا نہیں جاسکتا۔ ابھی آپ کو مزید مطالعے کی ضرورت ہے بار بار لکھنے سے ہی تحریر میں پختگی آتی ہے' اچھی اور معیاری تحریر اپنی جگہ خود بناتی ہے رد ہونے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ آپ سماجی و معاشرتی پہلو پر مختصر افسانے لکھ کر خود دیکھیں اور اپنی باقی تحریروں سے موازنہ بھی کریں ان شاء اللہ تحریر میں پختگی و بہتری آ جائے گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ' مایوس مت ہوا کریں۔

ربیعہ اساور بٹ ...... فیصل آباد

ربیعہ ڈیئر! سلامت رہو "وفا کیسی کہاں کا عشق" پڑھی مگر سمجھ نہیں آئی۔ آزر آفندی کا کردار آپ نے بہت الجھا ہوا دکھایا' آخر اس کی Lover اور وہ بھی پریشے کیسے؟ کوئی وضاحت نہیں دکھائی آپ نے اور پھر پلاٹ بھی بہت کمزور تھا آپ کسی اور موضوع پر ہلکا پھلکا افسانہ لکھیں اور ہاں مکالمے الگ الگ لائن میں لکھیں پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔

صبا نواز بھٹی ...... سانگھڑ' سندھ

پیاری صبا! باد صبا کی طرح ہمیں اپنا احساس دلا گئی ہو۔ جس خلوص و محبت اور دعاؤں سے خط کو سجایا اور مزید کسر خوب صورت اور نادر تشبیہات نے پوری کردی' بہت خوب صورت انداز تھا آپ کا۔ افسانہ ابھی نہیں پڑھا گیا اور نظم کے متعلق متعلقہ شعبہ والے ہی فیصلہ کریں گے رد و قبول کا۔ دوست کا ایڈریس نہیں مل سکتا' آفس سے معذرت۔

شبانہ امین راجپوت ...... کوٹ رادھا کشن

شبانہ ڈیئر! سلامت رہو' آپ کا خط موصول ہوا آپ کے لیے ہم صرف دعا ہی کرسکتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات دور فرمائے اور آپ کی زندگی کو سہل کرے' آمین۔ آپ نے بالکل صحیح کہا کہ اگر کسی قوم کو تباہ کرنا ہو تو پہلے اس کی نئی نسل پر قابو پاؤ' آپ نے اتنی پریشانیوں کے باوجود آنچل سے رابطہ رکھا شکریہ' آپ کی نگارشات اگر معیاری ہوئیں تو ضرور شائع ہو جائیں گی۔

عاصمہ اقبال ...... عارف والا

عاصمہ! سلامت رہو' آپ کا شکوہ نامہ موصول ہوا۔ ہم نے آپ کی کہانیاں رد کیں تو محض اس لیے کہ آپ اور زیادہ اچھا لکھیں' بہرحال آپ کا ناول موصول ہوا' آپ ہینڈ رائٹنگ پر خاص توجہ دیجیے' پڑھنے میں بہت دشواری ہوتی ہے اور ناولٹ یا ناول فی الحال بالکل نہ لکھیں ابھی صرف افسانہ لکھیں وہ بھی ہلکا پھلکا ہاں موضوع ذرا مختلف چنیں اور پلاٹ بناتے وقت تمام باتوں کو مدنظر رکھیں بے تکی و بچگانہ حرکتیں نہ کروائیں کرداروں سے جس سے کہانی کی خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے۔ آپ پہلے مطالعہ کریں گہرائی سے دیگر مصنفین کی کاوشوں کا اس سے آپ کو مکالمے وغیرہ لکھنے میں مدد ملے گی اور مکالمے ایک لائن چھوڑ کے لکھا کریں اور جہاں مکالمہ ختم ہو کومہ لگایے نہ کہ پیراگراف کی صورت میں لکھتی جائیں۔ رہی بات نظم کی تو وہ ہلکی پھلکی اصلاح کے بعد شائع کردیں گے۔

شازیہ فاروق ...... خان بیلہ

پیاری شازیہ! خوش رہو آپ کا خط موصول ہوا آنچل پسند کرنے کا بہت شکریہ۔ آپ نے اپنے بارے میں جو کچھ لکھا اسے پڑھ کر دلی رنج پہنچا۔ لوگوں کی باتوں پر بالکل کان مت دھریں' دوسروں کے عیب اور نقص نکالنے والے یہ بھولے بیٹھے ہیں کہ ان کا خالق رب کائنات ہے انسان خود نہیں اور پھر سب سے اچھا انسان تو وہ ہے جس کا اخلاق سب سے عمدہ اور اچھا ہو۔ لوگوں کی باتوں میں آکر کیوں خود سے دشمنی کرتی ہیں' اب ہماری باتوں پر عمل بھی کیجیے گا اور مایوسی کو ترک کرکے آئندہ ہنستے مسکراتے ہماری بزم میں شرکت کیجیے گا' ہم صدق دل سے آپ کی خوشیوں کے لیے دعاگو رہیں گے۔

قرۃ العین پارس ...... کراچی

پارس گڑیا! دعا۔ کافی عرصے بعد تشریف لائیں' صبح کے پونے چھ بجے نیند سے بوجھل آنکھیں لیے آپ نے ہمیں خط لکھا تو جناب جواب بھی حاضر ہے۔ نئے لکھنے والوں کی ہم ہمت افزائی و رہنمائی ضرور کرتے ہیں شرط یہی ہے کہ تحریر معیاری ہو آپ کے لیے اچھے رزلٹ کے لیے رب تعالیٰ سے دعاگو ہیں۔ خوش رہیے۔

مریم عبد الرحمن ...... سیالکوٹ

مریم ڈیئر! وعلیکم السلام! محبتوں بھرا خط ملا جس کے لفظ لفظ سے آپ کی چاہت و دیوانگی عیاں تھی۔ سالگرہ نمبر پسند کرنے کا شکریہ۔ شادی کے بعد بھی اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں' جان کر بے حد خوشی ہوئی۔ اب اپنے سرتاج کی محبت بھری نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے اچھے بچوں کی طرح دل لگا کر پڑھیں اور اپنے شاندار رزلٹ کی خوشخبری سے آگاہ

کیجیے گا‘ تمام مصنفین تک آپ کی پسند پہنچا رہے ہیں‘ اللہ تعالیٰ آپ کو کامرانی اور شادمانی عطا فرمائے آمین۔

صنم ناز...... گجرانوالہ

اچھی صنم! جیتی رہو۔ بہت مصروف لمحوں میں ہمارے لیے فرصت کے چند لمحات نکال کر نصف ملاقات ہو ہی گئی‘ آپ کے ماموں زاد کو اس خوشی پر ہم بھی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور آپ کی امی کی صحت کے لیے قارئین سے بھی دعا کے ملتمس ہیں اللہ آپ کی والدہ کو جلد از جلد صحت یاب کردے آمین۔

ماہا جاوید...... ضلع راولپنڈی

ڈیئر ماہا! سلامت رہو‘ خوش ہو جاؤ آپ کی کہانی بھی پڑھ ڈالی مگر یہ کیا اس قدر طوالت اور انداز تحریر بھی خاصا کمزور ابھی آپ ہلکا پھلکا سا ہی کوئی دلچسپ افسانہ لکھیں اس کے علاوہ کچھ نہیں اور اپنی کہانی کو لکھنے کے بعد بغور پڑھیں کئی بار اس سے آپ کو اپنی غلطیوں کا اندازہ ہو جائے گا۔

ثوبیہ کوثر...... ملتان

پیاری ثوبی! وعلیکم السلام۔ ہمیں یہ آپ کا خط موصول ہوا اور ہم فوراً جواب بھی دے رہے ہیں۔ خط لکھ لکھ کر آپ کی انگلیاں فگار ہوگئیں اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی محکمہ ڈاک کی عنایت ہے۔ آپ کا تعارف باری آنے پر اور نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے والے لگا دیں گے اگر معیاری ہوئی‘ نمبر دینے کی پالیسی ادارہ متروک کرچکا ہے۔

نورین شاھد...... رحیم یار خان

پیاری نورین! سلامت رہو۔ آنچل میں کی جانے والی تبدیلیوں کو سراہنے کا بے حد شکریہ۔ ملک کے حالات پر کیا لکھیں قلم میں اتنی طاقت کہاں جو کچھ چشم نم دیکھتی ہے لب پر آ نہیں سکتا بس کراچی کے ابتر حالات پر دعا کرتی رہیے۔ یہ نصف ملاقات تو ہوگئی اب توجہ سے امتحان کی تیاری میں مشغول ہو جائیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو کامیاب کرے آمین

نگینہ بحر...... چیچہ وطنی

ڈیئر نگینہ! آباد رہو۔ بہت ہی خوب صورت دعاؤں سے سجا خط ملا آپ ہمارے جواب کے ساتھ ہی آنچل کی فیملی ممبر بن گئیں اور شکریہ کا موقع بھی ہم نے آپ کی نذر کیا اگرچہ اس کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی کہانی اور تعارف بھیج سکتی ہیں جو باری آنے پر ہی شائع کیا جائے گا۔

فریحہ شبیر...... شاہ تکڑ

فریحہ ڈیئر! خوش رہو۔ محبت بھرا تعریف نامہ موصول ہوا آپ کی اتنی محبتیں دیکھ کے آنکھیں نم ہوگئیں‘ ہماری دعا ہے کہ اللہ عزوجل آپ کو امتحانات میں کامیابی سے ہمکنار کرے آمین۔ آنچل کے لیے جو آپ نے شعر لکھا بہت پسند آیا لیجیے بہنوں کو بھی پڑھوا دیتے ہیں۔

اے کاش کہ مجھے مل جائے کہکشاں کا عروج
کہ آسمان بھی تیری وسعتوں پہ ناز کرے

حبا قریشی...... نامعلوم

حبا جی! آپ کا مختصر خط ملا اچھا لگا آپ جس نام سے بھی لکھیں بس رابطہ ضرور رکھیں اور آپ کی بہن بھی خط لکھ سکتی ہیں۔ جویریہ جی کو آپ کی طرف سے شادی کی مبارکباد پہنچا رہے ہیں‘ آنچل کی پسندیدگی اور دعاؤں کے لیے شکریہ۔ اللہ رب العزت آپ کو ہر میدان میں کامرانی عطا فرمائے آمین۔

مہوش فدا ناز مغل...... آزاد کشمیر

مہوش! خوش رہو۔ خوش اسلوبی سے لکھا گیا خط ہمارے دل کو بھا گیا‘ آپ ہمیں آپی یا جو جی چاہے کہہ کر بلا سکتی ہیں۔ آپ اپنی کہانی کا نام ناقابل اشاعت میں تلاش کرلیجیے‘ فی الحال آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے‘ سلسلہ وار ناول کا تو بالکل نہ سوچیں پہلے افسانہ نگاری پر عبور حاصل کریں۔

شمیم ناز صدیقی...... کراچی

پیاری شمیم! دعا۔ آنچل کے سالگرہ نمبرز پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ ہمیں آپ کی مصروفیت کا بخوبی اندازہ ہے ”ایک خواب ایک آرزو“ پر بہترین تحریر کی صورت میں آپ کو رنیم ایوارڈ ملا‘ ہماری طرف سے بھی مبارک باد قبول کیجیے۔ عثمان بھائی کو بھی رائٹر ایوارڈ ملنے پر تہہ دل سے مبارک باد۔ آپ دونوں ترقی و کامیابی کے مراحل یونہی ہم قدم طے کرتے رہیں‘ آمین۔ ڈیئر آپ کے اس سفر کے احوال کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں اس کی گنجائش نکال نہیں پائیں گے امید ہے آپ عذر قبول فرمائیں گی‘ خوش رہیں۔

مشترکہ جوابات:

شکیلہ انجم طارق...... لاہور۔ آپ کی پہلی تحریر کے مقابل یہ تحریر کچھ خاص اثر انداز نہ ہو پائی۔ کہانی کا موضوع بھی ٹھیک نہیں ہے۔ بہت سی باتیں بھی وضاحت طلب ہیں لہٰذا کسی موضوع پر قلم اٹھانے سے قبل تمام نکات سوچ لیں اور لکھ کر محفوظ کرلیں‘ امید ہے آپ سمجھ پائیں گی۔

اقصیٰ جاوید...... لاہور آپ کا افسانہ ”نقاب“ فی الحال آنچل کے معیار کے مطابق نہیں‘ انداز بیاں بہت کمزور ہے۔ تحریر میں پختگی لکھتے رہنے اور مشق جاری رکھنے سے آتی ہے امید کا دامن تھامے رکھیے۔ **فاریہ بتول...... لالہ موسیٰ۔** آپ کی کہانی پڑھی مگر کچھ خاص متاثر نہیں کرپائی آپ اچھا لکھ سکتی ہیں اگر ہماری تجویز پر عمل کریں‘ مطالعہ وسیع کریں اور موضوع کے انتخابات میں بہت احتیاط سے کام لیں۔ **مصباح غفور...... سیالکوٹ۔** ”تم دعاؤں کا حاصل ہو“ کے لیے ہم معذرت کررہے ہیں اس موضوع پر پہلے بھی کئی کہانیاں شائع ہوچکی ہیں خاص متاثر نہیں کرپائی کہانی آپ کسی اور موضوع پر لکھیں مگر دلچسپ۔ **صائمہ...... 157 این پی۔** آپ طویل عرصے سے آنچل کی خاموش قاری ہیں‘ چلیں آج آپ کی خاموشی کو بھی زباں مل گئی۔ گڑیا! ایک لفافے میں آپ اپنی تمام نگارشات بھیج سکتی ہیں‘ اب تو پریشانی دور ہوگئی ہوگی‘ کیا خیال ہے۔ **ساریہ چوھدری...... گجرات۔** آپ کا شکوہ نامہ موصول ہوا جواب شکوہ حاضر ہے آپ کی تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں اب تو خوش ہوگئیں نا؟ **ثنا منیر کھوکھر......** آپ کا پہلا خط موصول ہوا اور سالگرہ کے نام سے افسانہ بھی مل گیا‘ بہت جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آپ کو مطلع کردیں گے آئندہ جگہ کا نام بھی لکھیے گا۔ **کیفہ سکندر حیات...... لنگڑیال‘ گجرات۔** آپ کی بہن کا تعارف بھی وقت آنے پر شائع ہو جائے گا مزید کسی دلچسپ پیرائے میں منتظر رہو۔ **ثنا انور بٹ...... حافظ آباد۔** آپ کا پہلا خط موصول ہوا اور ساتھ ہی کہانی بھی مل گئی ہے۔ فی الحال کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا لہٰذا تھوڑا انتظار فرمائیے۔ **آمنہ نذیر...... مان۔** پہلا خط ملا آنچل میں شرکت کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی پیاری سہیلی کو شفا عطا فرمائے آمین۔ **سدرہ شاھین...... خانیوال۔** گڑیا! آپ کا محبت بھرا خط سالگرہ نمبرز کے حوالے سے لکھے گئے آرٹیکل کے ساتھ موصول ہوا‘ بہت اچھا لگا اتنی محبتوں و پسندیدگی کا شکریہ۔ مگر جگہ کی کمی کے باعث آرٹیکل شائع نہیں کرپائیں گے‘ مائنڈ نہ کیجیے گا۔

ناقابل اشاعت کہانیاں:

آخری خط‘ تیرے سنگ جیون پیا‘ نقاب‘ قسمت ہوئی مہرباں‘ اے دل بے خبر‘ اپنوں کی چاہتیں‘ اک نیا موسم‘ تم ہنستی اچھی لگتی ہو‘ ملن پیا کا‘ یہ چاہتوں کے موسم‘ ازالہ‘ رحمت کا در‘ خوش قسمت‘ تم دعاؤں کا حاصل ہو‘ بددعا‘ بلاعنوان‘ نانی کی لاڈلی‘ بلی رحمت‘ کیا یہی پیار ہے‘ دل کے ٹکڑے ہوئے ہزار‘ ہے یقین دامن نہ چھوڑو گے‘ ٹھہر گیا خزاں کا موسم‘ زرد پتوں کے سنگ‘ سبز رتیں‘ مجھے جانا ہی ہوگا‘ محبت البرنیساں‘ تم سا کوئی نہیں‘ یہ عجب محبتیں‘ محبت کرنے والوں کے نام‘ محبت اپنا نصیب‘ محبت جیت گئی‘ تماشا‘ مقفل طلب‘ میرا انتظار تو کیا ہوتا‘ محبت کے سائباں میں غموں کی بہار‘ محبت کی برسات‘ بھاگ بھری یا بھاگ جلی‘ انتظار‘ تو میرا عشق صنم‘ بخ نہ بخارے‘ اے عالم وقت‘ سلگتی شام سے پہلے‘ درد دل کے واسطے‘ اعتبار کی ٹوٹی حدیں‘ جیون ساتھی بنت آدم‘ ایک رشتہ‘ دو قطرے پانی کے‘ وہ ہمسفر ہے میرا‘ ہوا کا رخ‘ محبت میں مشکل‘ احساس نہیں تجھ کو‘ روشن منزل‘ تیری محبت سے بڑھ کر‘ سعدیہ کنول سعدی‘ خدا کی مرضی‘ خوشیوں بھرا ہے دامن‘ آئیڈیل‘ خواہشوں کے جگنو‘ مصلحت‘ کانچ کی چوڑیاں‘ خوشیوں کی جیت‘ آج کل کی لڑکیاں۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

حکم وضعی وہ حکم ہے جو بذات خود کوئی حکم نہ ہو بلکہ کسی سبب یا شرط یا کسی امر مانع کی وجہ سے بنایا گیا ہو جو انسانی عمل کا نتیجہ ہو یا کسی عمل کا درست یا غلط نتیجہ بہ حالت مجبوری حرام چیز کے استعمال کرنے کی اجازت ہونا۔
مثلاً قتل قصاص کا سبب ہے اس مثال میں قصاص حکم وضعی ہے جو قتل کی وجہ سے ہے، کیونکہ قتل کرنے پر قصاص واجب ہوگا۔ اسی طرح فروخت شدہ چیز پر خریدار کا قبضہ سودے کی تکمیل کی شرط ہے اس لیے یہاں تکمیل بیع ایک حکم وضعی ہوا جو مشروط ہے قبضے سے، کیونکہ بیع بغیر قبضے کے مکمل نہیں ہوتی۔
فقہ اسلامی کے چار ماخذ بیان کیے جاتے ہیں ان کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے۔

(۱)۔ کتاب اللہ قرآن حکیم۔
(۲)۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۳)۔ اجماع۔
(۴)۔ قیاس۔

بعض فقہا قیاس کو ماخذ فقہ اسلامی تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے ہی مسالک اربعہ میں قیاس کی صورتیں، شرائط اور اصول الگ الگ ہیں۔ بعض اہل علم فقہ کے لیے دس اصول بیان کرتے ہیں۔

(۱)۔ قرآن مجید۔
(۲)۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۳) خلفائے راشدین کا تعامل۔
(۴) اجماع۔
(۵)۔ قیاس۔
(۶)۔ مسلمان حکمرانوں کی طرف سے جاری کردہ ایسے احکام جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوں۔
(۷)۔ ثالثوں کے وہ فیصلے جن سے قرآن وسنت اور اجماع کی نفی نہ ہوتی ہو۔
(۸)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین رضوان اللہ اجمعین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ مسلمان خلفا کی طرف سے اپنے عمال وسفرا کے لیے جاری کردہ ہدایات (بعد کے دور کے مسلمان خلفا کی طرف سے جاری کردہ ہدایات جس میں فقہا کا مشورہ بھی شامل ہو۔)
(۹)۔ بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قانون سازی جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔
(۱۰)۔ ایسے عرف، عادات، رسوم ورواج جو قرآن وسنت کے احکام کے خلاف نہ ہو۔

شوافع (شافعی) قرآن وسنت، اجماع، قیاس اور استصحاب، فقہ کے لیے ان پانچ ماخذوں کو مانتے ہیں۔ جبکہ احناف مذکورہ پانچ میں دو ماخذوں استحسان (یعنی بہتر معلومات) اور عرف (یعنی پہچان) کا اضافہ کرتے ہیں۔
حنابلہ مذکورہ پانچ میں دو ماخذ مصالح اور سد ذرائع کا اضافہ کرتے ہیں۔
مالکیہ۔ مذکورہ بالا تمام ماخذوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

فقہ اسلامی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر موجودہ وقت تک کے ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا دور۔ عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔
دوسرا دور۔ عہد خلفائے راشدین واکابر صحابہ رضوان اللہ اجمعین کا۔
تیسرا دور۔ عہد صغار صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین کا۔
چوتھا دور۔ عہد خلافت بنو عباس کا۔
پانچواں دور۔ تقلید خالص اور انحطاط کا دور۔
چھٹا دور۔ تقلید محض کا دور۔
ساتواں دور۔ موجودہ دور۔

فقہ اسلامی کا پہلا دور عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

فقہ اسلامی کا پہلا دور بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے۔ (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری مطابق ۸ جون ۶۳۲ سن عیسوی بروز دوشنبہ پر ہوا۔ اُس وقت مکمل ہوا۔
ایام جاہلیت میں یعنی قبل از اسلام لوگ ایسی سادہ زندگی بسر کرتے تھے جو فطرت سے قریب تر تھی۔ ان کا نظام زندگی رسوم ورواج پر مبنی تھا، ان کا معاشرہ متفرق قبائل کا مجموعہ ہوتا تھا اس میں کسی مرکزی حکومت کا تصور نہیں تھا ان کی اجتماعی زندگی قبائلی عصبیت پر تھی۔ ہر فرد اپنے قبیلے سے وابستہ ہوتا تھا چاہے قرابت دار ہے یا باہمی عہد وپیمان کے ذریعے اس لیے وہ اپنے قبیلے کی جانب داری کیا کرتا تھا۔ بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں اپنے قبیلے کی حمایت ہر حال میں کرتا تھا۔ اس دور میں قبائل میں جنگ وجدل عام تھی، مرد وعورتوں کو قید کر کے لونڈی وغلام بنانے کا رواج بھی عام تھا خاندان کا نظام منتشر اور پراگندہ ہوتا تھا۔ عورتوں کو ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ فقر وفاقہ کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی۔ طلاق عام تھی۔ بلا کسی وجہ کے بھی طلاق دے دی جاتی تھی۔ عورت اور بچے حق وراثت سے محروم رہتے تھے۔ (تفسیر فخر الدین رازیؒ اور تفسیر زمخشریؒ)
اس دور مبارک میں قرآن مجید فقہ اسلامی کا ماخذ اور اصل سرچشمہ تھا اس کے ساتھ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک (سنت) بھی تشریع کی بنیاد بنتا گیا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے یا کرتے تھے اس کی بنیاد وحی الٰہی پر ہوتی تھی۔ بعض امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی عرف کے مطابق فیصلے کیے جن کی تائید وتصدیق وحی الٰہی کے ذریعے ہوگئی۔

دوسرا دور۔ عہد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
یعنی بڑے اور اہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

فقہ اسلامی کا دوسرا دور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم (یعنی بڑے اور اہم صحابہ کرام) کا ہے جو ۱۱ ہجری سے لے کر ۴۰ ہجری تک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفائے راشدین اور دوسرے بڑے بڑے اہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو فتویٰ دینے کی اہلیت رکھتے تھے، کسی مسئلے پر قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کر لیا کرتے تھے اور ان کے بارے میں باہم مشورے بھی کیا کرتے تھے اور جب قرآن وسنت سے کسی چیز کے

لیے واضح حکم نہ ملتا تو اجماع وقیاس سے کام لیتے تھے۔ اسی دور میں قانون سازی کے لیے قرآن وسنت کے ساتھ اجماع وقیاس بطور دلائل شرعیہ کے پیدا ہوئے۔ فتویٰ دینے اور مقدمات کے فیصلے میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور ان میں خصوصی طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہم حصہ لیا۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مملکت اسلامیہ میں فتوحات کے ذریعے کافی توسیع ہوئی تھی۔ انہوں نے شریعت اسلامی کی حقیقی روح کو سمجھا اور زمانے کی ضروریات کے مطابق سلطنت اور اس سے متعلقہ اداروں کی تنظیم کی۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات کی تفصیل کے لیے الگ کتب موجود ہیں۔)

عہد خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ اس میں پیش آمدہ مسائل کے بارے میں فیصلے دیئے جاتے تھے تمام اہم اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خصوصی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے متعلق بڑی ہی احتیاط کیا کرتے تھے۔ صحیح معنوں میں قرآن وسنت کے احکام ومنشا تک پہنچنے کے لیے آپس میں اختلاف بھی کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کئی مواقع پر دوسرے بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اختلاف کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مملکت اسلامی کی بنیاد رکھنے اور شریعت اسلامی کی حقیقی روح کو سمجھنے اور قوت واستقلال، عدل وانصاف کے ساتھ نافذ کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ کا بڑا اہم کردار ہے۔ اسی دور مبارک میں قرآن کریم ایک مصحف میں جمع کیا گیا اور ایک قرآت کے مطابق جمع کیا گیا۔ اسلامی تشریح کا یہ دور دوسری صدی ہجری تک چلا۔ خلافت راشدہ کے آخری دور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ کے مابین جنگ صفین اور جنگ جمل جیسے اہم نزاعی اور اختلافی امور سے امت مسلمہ تین گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔

(۱)۔ شیعہ۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کو خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔

(۲) عام مسلمان جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہوگئے تھے۔

(۳)۔ خوارج جو انتہا پسند گروہ تھا وہ حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ کے خلاف تھے اور خلافت کو جمہور کا حق سمجھتے تھے۔

اس دور کے فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خلفائے راشدین اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، زبیر بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ فقہائے کبار کے مختلف مسالک بعد میں جغرافیائی ناموں سے مشہور ہوئے کیونکہ فقہا صحابہ مختلف مقامات پر مقیم ہوگئے تھے۔ چنانچہ اصحاب مدینہ اصحاب عراق اور اصحاب شام کا فرق اسی دور سے شروع ہوا۔

تیسرا دور۔ عہد صغار صحابہ اور تابعین

صغار صحابہ کرام اور تابعین کا دور حضرت امیر معاویہ کی خلافت ۴۱ ہجری سے شروع ہوتا ہے اور بنوامیہ کے زوال تک رہتا ہے۔ اس دور میں داخلی سیاسی کشمکش زوروں پر تھی۔ شیعہ اور خوارج کے گروہ مضبوط ہوگئے اور دوسری طرف مملکت اسلامیہ کا دائرہ چین کی سرحدوں سے لے کر اندلس تک پھیل گیا۔ ان تمام حالات

ومعاملات کا فقہ پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتوحات کے ساتھ ساتھ دوسرے ممالک میں پھیلتے چلے گئے اور غیر اقوام کی شمولیت سے احادیث کی روایت میں جو کثرت پیدا ہوئی اس کی وجہ سے کافی مشکلات پیدا ہوئیں۔ اس زمانے میں فقہی نقطہ نگاہ سے مسلمان تین گروہوں میں بٹ گئے۔ اہل حدیث جو اہلِ حجاز تھے۔ اہل الرائے جو اہل عراق تھے اور ظاہریہ جو ظاہر حدیث کو لیتے تھے اس گروہ کے امام داؤد ظاہری تھے۔ اسی زمانے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے احادیث کی حفاظت کا کام شروع کرایا۔ اس کام میں ابن شہاب زہریؒ نے بڑا ہی اہم کردار ادا کیا۔

اکابر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور تابعین میں شریح بن حارثؒ ابراہیم بن یزید نخعیؒ طاؤس بن کیسان حدیؒ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں فتاویٰ دیا کرتے تھے۔

چوتھا دور۔ عہد خلافتِ بنوعباس

فقہ کا چوتھا دور دوسری صدی ہجری بمطابق آٹھویں صدی عیسوی کے اوائل سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے وسط تک کا دور ہے۔ فقہ وحدیث کی تدوین کا دور ہے۔ اس دور سے ہی حدیث وفقہ کے مشہور آئمہ کرام کی قیادت کو جمہور نے تسلیم کیا۔ اس عہد خلافت کا آغاز ان لوگوں کی کامیابی کا دور تھا جو ایک طویل عرصے سے خلافت کو بنوامیہ سے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں منتقل کرنا چاہتے تھے۔ اسی دور میں اہل بیت کے ماننے والوں کے درمیان بھی اختلاف واضح ہوکر سامنے آئے اور امامت اور خلافت کے سلسلے میں آئمہ اہل بیت میں کافی تفریق پیدا ہوگئی اور ان کے دو مذہب مشہور ہوگئے۔ شیعہ زیدیہ اور شیعہ امامیہ۔ شیعہ فقہی مسائل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فقہ جعفریہ سے استفادہ کرتے تھے۔ اس دور میں کئی فقہی مذاہب پیدا ہوگئے تھے۔ ان میں سے چار تو اپنے مذاہب کے بانیوں کے ناموں سے مشہور ہوئے۔ حنفی مسالک کے بانی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مالکی مسلک کے بانی امام مالک بن انسؒ شافعی مسلک کے بانی امام شافعیؒ اور حنبلی مسلک کے بانی امام احمد بن حنبلؒ۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے مسالک وجود میں آئے جو وقت کے ساتھ ساتھ از خود ختم ہوتے رہے۔

اسی دور میں احادیث نبوی جمع ہوئیں اور ان کے مجموعے مرتب ہوئے جن میں بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، بیہقی، نسائی کے مجموعے احادیث مشہور ہیں۔ اس زمانے میں قرآن کریم کی تفاسیر لکھی گئیں اور فقہ کے اصول اور فروع پر بہت کام ہوا اور بہت سی کتب لکھی گئیں۔ اور اس طرح کئی نئے علوم وجود میں آئے۔ اہل سنت میں فقہا کے دو بڑے گروہ بن گئے ایک اہلِ الرائے جماعت جو عراق میں امام ابوحنیفہ کی قیادت میں قائم ہوا اور دوسری جماعت اہلِ حدیث جو حجاز میں امام مالک بن انس کی سرکردگی میں قائم ہوئی۔

(جاری ہے)

صوفیہ ملک

ملیحہ احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تمام آنچل اسٹاف اور تمام آنچل فرینڈز کو میرا محبت بھرا عاجزانہ سلام۔ کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ ارے عاشی! تم تو اپنا منہ بند کرو یار! (منہ میں مکھی چلی جائے گی) ہاہاہا۔ یار اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے؟ ارے جناب میں تمہاری صوفی ہی ہوں تم کوئی فرمائش کرو اور ہم پوری نہ کریں ناممکن سوئٹی۔ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا یقیناً اب تم جان گئی ہو گی کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں ویسے تو میں اپنے ہر رشتے سے بے حد محبت کرتی ہوں چلو اب جلدی سے بتاؤ کیسا لگا میرا سرپرائز؟ ڈیئر فرینڈز بادولت کو حافظ صوفیہ ملک کہتے ہیں۔ میں پاکستان کے شہر ہارون آباد میں ایک ٹھٹھرتی رات میں 26 دسمبر کو پیدا ہوئی۔ مماجانی کہتی ہیں کہ جب تم پیدا ہوئیں تو بہت ننھی اور خوب صورت بچی تھیں (آہم)۔ مجھے ایک خوب صورت ایکٹر صوفیہ پسند تھی تو اسی کے نام پر میں نے تمہارا نام رکھ دیا شکریہ ماما۔ مجھے اپنا نام بہت پسند ہے کیونکہ میں نے اپنے ہم نام لوگ دنیا میں بہت کم دیکھے ہیں (ارے بھئی ہم منفرد ہیں نا) لیکن اب جو بھی مجھے دیکھتا ہے تو کہتا ہے ارے تم تو خرد جیسی ہو (ہم سفر کی ہیروئن) شاید لوگ ٹھیک کہتے ہیں، کچھ کچھ تو ملتی ہوں۔ چلو اب بات ہو جائے تعلیم کی تو میں نے کچھ ماہ قبل میٹرک کے ایگزیمز دیئے۔ 2 سال قبل قرآن پاک حفظ کیا اور چند اسلامی کورسز بھی فی الحال فری ہوں اور گھر کی تقریباً ساری ذمہ داری سنبھال رکھی ہے۔ مجھے اسٹڈی کا بہت شوق ہے اور میں بہت شوق سے اسلامی کتابیں پڑھتی ہوں۔ میرے پسندیدہ مصنف امیر محترم مولانا مسعود اظہر صاحب، مولانا طارق جمیل صاحب، مولانا یوسف لدھیانوی صاحب، مشتاق احمد قریشی صاحب، مولانا تقی عثمانی، مولانا رمضان اور بھی جو عظیم شخصیات ہیں۔ سب کی کتابیں بہت شوق سے پڑھتی ہوں، میری فیورٹ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، قائد اعظم محمد علی جناح، امیر محترم اور مماجان بھی۔ فیورٹ کتاب قرآن پاک ہے میری زندگی میں جو بھی اندھیرا آیا، قرآن کی روشنی نے مجھے راستہ دکھایا اور جینے کا حوصلہ دیا۔ بے شک قرآن پاک اللہ کی طرف سے ہم پر بہت بڑا احسان ہے جس کا شکر ہم مر کر بھی ادا نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ مجھے امیر محترم مسعود اظہر صاحب، مولانا طارق جمیل (موسٹ فیورٹ) مولانا مسعود طارق، مولانا عبدالرؤف، مولانا تقی عثمانی، مولانا اعظم فاروقی، مولانا حق نواز جھنگوی سب کے بیان سننا بہت پسند ہے۔ میں فارغ وقت میں نعتیں اور بیان تقاریر سنتی رہتی ہوں یہی میری مصروفیت یہی میرا مشغلہ ہے۔ میری بیسٹ فرینڈ میری مماجان ہیں مجھے اپنی مماجان سے بہت محبت ہے میں اپنی الف کی ہر بات اپنی مما جی سے شیئر کرتی ہوں اور میری مماجان بھی مجھ سے بے حد محبت کرتی ہیں (بے حد لاڈلی ہوں نا اپنی مماجانی کی)۔ میں نے اپنی مما سے حسین، صابر، ہمدرد، نیک اور معصوم عورت کہیں نہیں دیکھی۔ میری مما وہ خوش قسمت عورت ہیں جنہیں دنیا بھر کے لوگ محبت کرتے ہیں، دعائیں دیتے ہیں اور مما سب سے بہت محبت کرتی ہیں آئی لو یو سو مچ مماجان! آپ میری کائنات ہو آپ کے دم سے میری زندگی میں رونق ہے۔ مماجان میں آپ سے محبت کا زیادہ اظہار نہیں کرتی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ مجھے آپ سے محبت نہیں۔ میری سوئٹ مما میرے دل میں سب سے بلند مقام آپ کا ہے آپ کی بے لوث بے مثال محبت میرے لیے متاع کل ہے۔ میری پیاری مماجان اللہ آپ کو لمبی صحت والی زندگی دے اور آپ کا سایہ تاقیامت ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین۔ مما کے لیے۔

یہ عزت یہ کامیابی یہ نام تم سے ہے
خدا نے جو بھی دیا مقام تم سے ہے
جہاں جہاں ہے میری دشمنی سبب میں ہوں
جہاں جہاں ہے میرا احترام تم سے ہے

امی جان کے بعد مجھے اپنی کیلی اینڈ فرینڈز سے بھی بہت محبت ہے زندگی میں کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو ہماری زندگی کو مکمل طور پر بدل دیتے ہیں آج سب مجھے کہتے ہیں کہ صوفیہ تم آر ناس میں کیا بتاؤں اب میری زندگی کو بدلنے میں کسی کا بہت بڑا کردار ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ اللہ میرے دل اور دنیا میں رہنے والے لوگوں کو ہمیشہ صحت والی زندگی کی خوشیاں دے کر اپنے حفظ و ایمان میں رکھے۔ انہیں تادیر صحت والی زندگی دے دونوں جہاں رہیں ہمیشہ خوش اور آباد رہیں۔ کوئی دکھ تکلیف ان کے قریب بھی نہ آئے آمین ثم آمین۔ مجھے اپنے رشتوں سے بہت محبت ہے میں اپنے سب رشتوں سے بہت اٹیچ ہوں میرے حسن بھائی (بڑے بھائی) مجھ سے بے حد محبت کرتے ہیں مجھے نہیں یاد کہ آج تک میں نے ان سے کوئی فرمائش کی ہو اور انہوں نے پوری نہ کی ہو۔ بھیا آپ سو ناس اینڈ گریٹ برادر۔ اللہ آپ کو صحت والی لمبی زندگی دے آمین۔ محسن، نبی بھی مجھے بے حد عزیز ہیں یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ میری فرینڈز کی لسٹ بہت لمبی ہے لیکن چند ایک دوستوں سے رابطہ ہے مجھے زیادہ فرینڈز بنانا پسند نہیں کیونکہ میں کسی کو ٹائم نہیں دے پاتی، میری جو دوستیں ہیں میں ان سے بہت مخلص ہوں۔ محبت سے بات کرتی ہوں صرف فرینڈز لسٹ میں یہ لوگ شامل ہیں۔ نازیہ کنول نازی (رائٹر اینڈ مائی سسٹر) ارم گل مہر آزاد کشمیر، عائشہ ہاشمی، عائشہ شاہد، مریم سلطی ملک، یمن شاہ، آپی ام مریم (رائٹر) آپی سباس گل (رائٹر) نادیہ جہانگیر (رائٹر) اریبہ شاہ، شاہ (رائٹر اینڈ شاعرہ) صائمہ جبیں (رائٹر) آپی شاہینہ، آپی شاہین آپی، کرن وفا، آپی کیفیہ، آپی نوشین (ناروے) آپی نوشین اقبال نوشی، اکم صبا آپی سعدیہ تنویر دعا، تو شازمہ میمونہ (شیری) مریم، گل شیبہ، سدرہ اسلم، مہرین آپی (رائٹر) شاہدہ اکبر، عابدہ کاشف (بہاولنگر) رابعہ بدر، رمشہ، رولی رانا، سمیرا شریف طور (رائٹر)۔ ابھی میں نے اپنی دوست شیری سے پوچھا کہ چل شیری مجھے میری خوبیاں اور خامیاں بتا تو وہ چپ رہی سوچتی رہی اور پھر میری بڑی سسٹر صائمہ سے بولی آپی کیا صوفی میں کوئی خامی بھی ہو سکتی ہے؟ صائمہ آپی ہنس کے بولیں ذرا ٹھہرو میں ڈھونڈتی ہوں اور پھر وہ کچھ دیر بعد بولیں کہ جتنا دیر تک سوتی ہے (ارے اللہ کی بندی نماز فجر ادا کر کے ایک گھنٹہ وظائف کر کے سوتی ہوں پھر بھی شکوہ) اور تو صوفی میں کوئی خامی نہیں۔ صوفی میں بہت اچھی عادتیں ہیں شی از ناس (ارے فرینڈز! یہ میری بہن کے الفاظ ہیں) میں خوشامد نہیں کر رہی ویسے میرے بارے میں میری فرینڈز بہتر جانتی ہیں۔ عاشی کا کہنا ہے کہ صوفی تم بہت اچھی ہو شیری اکثر مجھے کہتی ہے کہ صوفیہ کاش تم لڑکا ہوتیں تو میں صرف تم سے شادی کرتی اور جب تک تمہارے گھر والے رشتہ نہ دیتے میں نے تو دھرنا دے لینا تھا ہاہاہا۔ شیری تمہاری محبت بہت انمول ہے میرے لیے تمہاری اور عاشی کی محبت کے آگے میری محبت کچھ بھی نہیں اور میری چڑیل گل تو تو مجھے بھول گئی ہے۔ میری ناس سی آپی نازی بھی مجھ سے بے حد محبت کرتی ہیں، بے حد لاڈلی ہوں آپی کی۔ آپی میری ہر ضد کو ضرور پورا کرتی ہیں، مجھے جو بھی مسئلہ ہو فوراً آپی کے پاس آتی ہوں۔ امید جو ہوتی ہے کہ وہ حل کر دیں گی میرے لیے یہ بہت خوش قسمتی کی بات ہے کہ میں مشہور رائٹر شاعرہ نازیہ کنول نازی کی بہن ہوں۔ ان کے پاس رہنا اور ان کے کام کرنا میری سعادت ہے بلاشبہ آپی بہت رحم دل اور نیک فطرت انسان ہیں۔ مجھے اپنی آپی سے بہت محبت ہے اور وہ مجھے بے حد عزیز ہیں۔ اگر پرسنلی مجھ سے میرے بارے میں پوچھا جائے تو میں یہی کہوں گی کہ میں بہت سادہ طبیعت کی مالک ہوں دل سے سب کی قدر کرتی ہوں کسی کو تکلیف پریشانی میں نہیں دیکھ سکتی۔ میں ہر حال اور ہر ماحول میں رہنے والی لڑکی ہوں۔ ہر طرح کے حالات کے لیے خود کو تیار رکھتی ہوں اللہ کی ذات پر بہت بھروسہ رکھتی ہوں جو اللہ نے میری قسمت میں لکھ دیا وہ مجھے ضرور ملے گا۔ زندگی کا ہر فیصلہ استخارہ کر کے کرتی ہوں کسی سے بے رخی غصہ یا انا میں بات نہیں کرتی کیونکہ مجھے اللہ سے بہت ڈر لگتا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ انسان کا ہر عمل اور ہر لفظ کسی نہ کسی اس کے آگے ضرور آتا ہے۔ میں بہت جذباتی لڑکی ہوں غصہ بہت جلدی آتا اور بہت جلدی ہی اتر جاتا ہے۔ شدید غصے میں بالکل چپ ہو جاتی ہوں کسی سے کچھ نہیں کہتی بس رونے لگ جاتی ہوں۔ میرے دوست و احباب مجھ سے کہتے ہیں صوفی تم رویا مت کرو تمہارا رونا ہمیں تکلیف دیتا ہے بزدل لوگ روتے ہیں اور ہماری صوفی تو بہادر ہے۔ بہت حساس فطرت ہوں۔ جس سے محبت کرتی ہوں اس کی بے رخی برداشت نہیں ہوتی اور کوئی مجھے اگنور کرے تو بہت غصہ آتا ہے۔ میں اپنے ہر رشتے سے بہت مخلص ہوں لیکن افسوس دنیا میں بہت کم لوگ مجھے سمجھتے ہیں۔ میرا شمار ان لوگوں میں ہے کہ کسی کے لیے جان نثار دو تو وفا نہ ملے۔ خیر محبتوں کے معاملے میں میں بہت خوش قسمت ہوں مجھ سے سب بہت محبت کرتے ہیں، میری کیلی، میری فرینڈز کبھی کبھی اتنی محبت دیکھ کر گھبرا جاتی ہوں کہ اتنی محبت کے قابل تو نہیں بس اللہ کا کرم ہے۔ میں سنجیدہ طبیعت کی مالک ہوں فضول بولنا یا ہنسنا پسند نہیں۔ دنیا کے حالات اور مسلمانوں کا زوال دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے اس لیے مزاج میں سنجیدگی در آئی ہے کبھی بہت شوخ و چنچل ہوا کرتی تھی۔ جن سے میں محبت کرتی ہوں شدید خواہش ہے کہ ان کے ساتھ حج و عمرہ ضرور کروں آمین ثم آمین۔ مجھے جہاد سے محبت ہے اور جو لوگ جہاد کو اچھا نہیں سمجھتے وہ مجھے اچھے نہیں لگتے۔ یہ بھی اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے میں ہر کسی پر جلد اعتماد کر لیتی ہوں اگر بھروسہ ٹوٹ جائے تو شکوہ نہیں کرتی بس خاموشی سے چھوڑ دیتی ہوں جیو اور جینے دو پر عمل کرتی ہوں۔ غلط بات پر بہت غصہ آتا ہے جب میں ٹھیک اور مخلص ہوں اور کوئی مجھے غلط سمجھے تو برداشت نہیں ہوتا اگر پسند کا پوچھا جائے تو اللہ کی بنائی ہر چیز بہت پسند ہے اور ہم کون ہوتے ہیں پسند و ناپسند کا معیار بتانے والے اللہ کو جو اچھا لگا اللہ نے بنا دیا! مجھے وائٹ اور پنک کلر بہت پسند ہے اور یہ مجھ پر اچھے بھی لگتے ہیں۔ شکل و صورت جیسی بھی ہے اللہ کا کروڑہا شکر کہ کسی چیز کی کمی نہیں رکھی۔ مجھے اپنے ہونٹ، آنکھیں، گردن اور ہاتھ بہت پسند ہیں۔ کھانے پینے میں نخرہ نہیں کرتی جو مل جائے کھا لیتی ہوں۔ کبھی بہت نخریلی تھی میری مما اور آپی کہتی ہیں کہ صوفیہ بہت اچھی کوکنگ کرتی ہے، مجھے کوکنگ کا بہت شوق ہے گھر کے سب کام خوشی اور ذمہ داری سے کرتی ہوں۔ مجھے سردیاں بے حد پسند ہیں جب کہ بارش بالکل پسند نہیں۔ پسندیدہ رائٹر میں عمیرہ احمد، نمرہ احمد، نازیہ کنول نازی، ام مریم، فرحت اشتیاق، سباس گل وغیرہ پسند ہیں۔ اچھی عادتوں میں صرف ایک عادت پسند ہے کہ سب سے فیئر ہو کر ملتی ہوں۔ اگر کوئی مجھے دھوکہ دے تو یہ سوچتی ہوں کہ اللہ تو دیکھ رہا ہے نا! یہ دنیا تو فانی ہے ایک روز ساتھ تو چھوڑ جانا ہے مجھے اللہ پر بہت توکل ہے اللہ میرے ساتھ ہے تو کوئی ڈر نہیں۔ میں زندگی میں بہت بڑا انسان بننا چاہتی تھی کہ لوگ مجھے ہمیشہ یاد رکھیں لیکن جب لوگ صحابہ کرام، اولیاء، بزرگوں اور قائد اعظم جیسی عظیم شخصیت کو یاد نہیں رکھتے تو مجھے کہاں رکھیں گے؟ لیکن میں جن کے دل کی مکین ہوں وہ تو شاید کچھ عرصہ یاد رکھ لیں (ارے رکھو گے نا؟) مجھے ٹی وی دیکھنا بالکل پسند نہیں اور نہ میں دیکھتی ہوں۔ نہ ہی میوزک سنتی ہوں، میوزک سے بہت نفرت ہے۔ مجھے لاہور، اسلام آباد اور سعودیہ میں گھومنے پھرنے اور تاریخی مقامات دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ میں اپنی زندگی سے خوش ہوں میں نے آج تک جو چاہا وہ پا لیا۔ بڑی ضدی سی بھی ہوں آخر میں سب دوستوں سے درخواست ہے کہ میری مما اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتایئے گا اللہ حافظ۔

ریحانہ راجپوت

السلام علیکم! چشم براہ بزم افروز و بزم نشین حضرات کی خواتین و طفل مکتب ریڈرز، دلبل سندھ فضیلت مآب رونق راجپوت ہاؤس رونق انجم، اسم با مسمی کی ریحانہ راجپوت نامہ پسند و ناپسند عادات و فضائل کے ساتھ قدم رنجہ فرما چکی ہیں۔ تعارف کے لیے ضروری ہے کہ کل

توقع جائے پیدائش افرو خانہ کی گنتی اور مزید معلومات فراہم کی جائے
لئے اردو بڑی شہر میں پیدا ہوئے لیکن والد بزرگوار نے روزگار معاش کے
سلسلے میں (وڈیروں کے شہر) خیر پور میں نقل مکانی کی۔ تا ایں کہ درس و
تدریس سے وابستہ ہوئے اور پروفیسر کہلانے لگے۔ ایک بھائی (ارخ)
اور پانچ بہنوں (اخت) سب میں آخری لاسٹ وین ہوں مزید یہ کہ
سال کے آخری مہینے کی آخری تاریخ (دسمبر 31) کو چھوٹی بنی کہلانے
لگی۔ ابھی زیر تعلیم ہوں۔ مستقبل کے لیے عزائم پُر جوش بھی ہیں اور
بلند ترین بھی۔ پسندیدہ مصنفات میں عمیرہ احمد، نمرہ احمد، آمنہ ریاض،
سعدیہ عزیز، سائرہ رضا، سباس گل، میرا شریف طور، رخسانہ نگار عدنان،
سیدہ کنیز نبوی، شہزادی عباس کے علاوہ بہت سی اچھا لکھنے والی میری گڈ
بک میں شامل ہوتی رہتی ہیں۔ آنچل کے ادارہ سے گزارش ہے کہ وہ
نمرہ احمد کو "بہنوں کی عدالت" میں لائیں۔ شاعری گانے ڈریسنگ یہ
سب موڈ پر منحصر کرتا ہے یا پھر معیار پر لیکن انشاء جی اور علامہ اقبال کی
شاعری بہت پسند آتی ہے۔ ایکسپریس اخبار میں جاوید چوہدری کا زیرو
پوائنٹ اور شیریں جی کا تلخ و شیریں کا کالم پڑھ کر طبع نازک بشاش
ہو جاتی ہے۔ اپنی تعریف میں نہ تو زمین و آسمان ایک کروں گی اور نہ ہی
برائی حد سے زیادہ۔ خوش اخلاقی کا فقدان ہے اور جہاں خوش اخلاقی نہ ہو
وہاں مزید برائیاں بھی پائی جاتی ہیں (میرا خیال ہے اتنا ہی کافی ہے)
کسی بھی چالاکی یا برے کام کو دیکھ کر بھڑک پڑتی ہوں۔ مصلحت پسندی
نہیں جس کی وجہ سے امیج خراب ہو جاتا ہے (اموشنل ہوں نا اس
لیے) جب بھی ڈپریس ہوتی ہوں تو بے حد خاموش رہتی ہوں۔
پڑھتے رہنا اور بس پڑھتے رہنا بہترین مشغلہ ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی
جامع شخصیت وفتوحات سے صرف متاثر ہی نہیں بلکہ ان کا ایمانی جوش و
جذبہ و دانائی کو دیکھ کر دنگ بھی رہ جاتی ہوں (ان کی تعریف میں جتنے
الفاظ کہوں کم ہیں) نیچرل بیوٹی جہاں سب کو مبہوت کرتی ہے وہاں
میری بھی آنکھوں کو خیرہ کرتی اور دل و دماغ کو تراوٹ اور سکون پہنچاتی
ہے۔ مجھے مجاہدین بے حد پسند ہیں۔ دل میں ان کے لیے نرم گوشہ اور
دعاؤں میں مجاہدین اور ان کے گھر والوں کو یاد رکھتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم
سب کو اور ہمارے والدین کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خانہ کعبہ کی
زیارت نصیب عطا فرمائے آمین۔ والسلام۔

آمنہ امداد

السلام علیکم آنچل کے پیارے قارئین اور آنچل اسٹاف کو محبت بھرا
سلام قبول ہو۔ مجھے آمنہ امداد کہتے ہیں میرا تعلق سرگودھا شہر سے ہے۔
11 جنوری کی ٹھٹھرتی صبح کو اس دنیا میں تشریف لائی اسٹار جدی ہے
جس کی تمام خوبیاں اور خامیاں مجھ میں موجود ہیں۔ مجھ سمیت میرے
آٹھ بہن بھائی ہیں بڑی آپی جن کا نام عائشہ ہے ان کی شادی ہو چکی
ہے اور ایک بیٹی بھی ہے وہ فیصل آباد میں رہتی ہیں۔ ان سے چھوٹے
علی بھائی ہیں ان کی بھی شادی ہو چکی ہے اور ایک پیارا سا بیٹا بھی ہے۔
ان سے چھوٹے عمر بھائی ہیں پھر رابعہ اور ان کے بعد عابدہ دولت خود

ہیں۔ مجھ سے چھوٹی مریم ہے جو کہ ایف ایس سی کر رہی ہے پھر اسماء
ہے جو کلاس 7th میں ہے۔ ہمارا سب سے چھوٹا بھائی عثمان ہے جو کہ
ون کلاس میں پڑھتا تھا اور سات سال کا تھا جب اس کی ڈیتھ ہوئی۔
وہ ہم سب کا لاڈلا تھا اور امی بابا کی جان تھا۔ 9 اگست 2006 بروز بدھ کو وہ
ہم سے بچھڑ گیا تھا۔ وہ ہمارا بہت ذہین اور شرارتی بھائی ہے۔ ہم سب
اس کی کمی بہت محسوس کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے بھتیجے کا نام بھی محمد عثمان
رکھا ہے۔ میرے ابو ڈاکٹر ہیں اور امی ہاؤس وائف۔ عائشہ باجی کے
علاوہ ہم سب پڑھتے ہیں علی بھیا بھی۔ بہن بھائیوں میں میری سب
سے زیادہ مریم سے بنتی ہے جو کہ فرسٹ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہے۔ ہم
دونوں بہت لڑتے ہیں مگر ایک دوسرے کے بغیر رہ بھی نہیں سکتے۔
مجھے ناول اور رسالے پڑھنے کا شوق ہے جو کہ مریم کو پسند نہیں جب بھی
رات کو پڑھنے بیٹھوں مریم اٹھ کر لائٹ آف کر دیتی ہے اگر مجھے غصہ
آ جائے تو پھر لڑائی ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ مجھے اور مریم کو گفٹ دینے کا
بہت شوق ہے ہم دونوں مل کر سب کو گفٹس دیتے ہیں۔ میری ساری
پاکٹ منی زیادہ تر گفٹس خریدنے میں ہی خرچ ہوتی ہے۔ اپنے لیے
اگر میں نے کچھ لینا ہو تو ناول لیتی ہوں۔ بس یا پھر ہر ماہ آنچل اور مجھے
کچھ بھی پسند نہیں۔ مجھے کسی بھی چیز کا شوق نہیں ہے نہ ہی نئے
کپڑے سلوانے کا شوق ہے نہ جوتے لینے کا اور نہ ہی جیولری کا۔
جیولری میں مجھے صرف بریسلیٹ پسند ہے۔ مہندی لگوانے کا مجھے
بہت شوق ہے اور چوڑیاں مجھے بہت پسند ہیں۔ اب آتے ہیں آنچل
سے وابستگی پر چھوٹی چھوٹی کہانیاں پڑھنے کا تو مجھے بچپن سے ہی بہت
شوق تھا پھر رسالے پڑھنے شروع کیے۔ اس وقت میں شاید پانچویں
کلاس میں تھی رسالے پڑھنے کی وجہ سے مجھے امی سے بہت ڈانٹ
پڑتی تھی میں اپنے تایا زاد بھائی کے رسالے پڑھا کرتی تھی۔ ہمارے
گھر میں کسی کو بھی میرا یہ شوق پسند نہیں ہے۔ آنچل سے میری وابستگی
اس وقت ہوئی تھی جب میں حفظ کر رہی تھی مجھے حفظ کیے ہوئے
سات سال ہو چکے ہیں مگر آنچل سے میری وابستگی آج بھی ہے۔ مجھے
منی آرڈر بھیج کر ناول منگوانے کا بہت شوق ہے میری بہنیں کہتی ہیں
کہ اس طرح تم زیادہ پیسے ضائع کرتی ہو۔ اپنے شہر سے بھی تو مل ہی
جاتے ہیں مگر مجھے اس طرح منگوانے کا زیادہ شوق ہے میرے پاس
ڈھیر سارے ناول ہیں جو کہ سارے میں نے اپنی پاکٹ منی سے
خریدے ہیں۔ میری الماری بھری پڑی ہے ناولوں اور رسالوں سے۔
میرے بابا روز چیک کرتے تھے اب تو انہوں نے چیک کرنا بھی چھوڑ
دیا ہے۔ انہیں پتا ہے کہ میں بہت ڈھیٹ ہوں میں ناول پڑھنا نہیں
چھوڑ سکتی۔ میری پسندیدہ رائٹرز میں عمیرہ احمد، ماہا ملک، نگہت عبداللہ،
رفعت سراج، فرحت اشتیاق، نازیہ کنول نازی، نگہت سیما، بانو قدسیہ،
فائزہ افتخار، اقرا صغیر احمد اور میرا شریف طور وغیرہ۔ باقی سب رائٹرز بھی
بہت اچھا لکھتی ہیں۔ میں سب کو پڑھتی ہوں پسندیدہ ناول بھی بہت
سارے ہیں مثلاً پیر کامل، تھوڑا سا آسمان اور لاحاصل ویسے عمیرہ احمد
کی تو ہر تحریر ہی بہت زبردست ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ متاع جاں ہے تو،
طائر لاہوتی، جو چلے تو جاں سے گزر گئے، اس دیا دل، بلتر یہ چاہتیں یہ

شدتیں، ہم سفر اور نازیہ کنول نازی کا خواب گھر کی مسافتیں بہت پسند
ہے۔ کھانے میں مجھے بریانی، پلاؤ اور چائنیز رائس میٹھے میں کھیر پسند
ہے کھٹی چیزیں بہت پسند ہیں گول گپے، دہی بڑے، چاٹ املی ایسی چیزیں
بہت کھاتی ہوں۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قائد
اعظم محمد علی جناح ہیں۔ پسندیدہ رنگ بلیک، وائٹ اور ریڈ
ہے۔ پسندیدہ پرفیوم کوئی نہیں۔ بہت حساس دل کی مالک ہوں مزاج
میں نرمی تو بالکل بھی نہیں ہے۔ غصہ بہت جلدی آ جاتا ہے اور بہت
شدید آتا ہے جاتا بھی دیر سے ہے۔ کسی پر ظلم ہوتا دیکھ کر بہت دکھ ہوتا
ہے۔ انجان لوگوں میں زیادہ گھلتی ملتی نہیں ہوں مگر گھر میں خوب شور
شرابا کرتی ہوں۔ دھوکے باز، فریبی اور جھوٹے لوگ اچھے نہیں لگتے۔
دوست زیادہ نہیں ہیں کیونکہ ہم سب بہنوں میں اتنی دوستی ہے کہ کسی
اور دوست کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ ہماری بھابی ہماری بہت
اچھی دوست ہیں مجھے زیادہ دوست بنانا اچھا نہیں لگتا۔ میری ایک ہی
فرینڈ ہے جس کا نام عنبرین شہزادی ہے مجھے اس سے بہت پیار ہے۔
پسندیدہ ٹیچرز میں میڈم ارم ہارون (جو کہ ہمیں بائیو پڑھایا کرتی تھیں)
میڈم زوبیہ اور میڈم صدف شامل ہیں۔ میڈم صدف وصی شاہ کی
کزن ہیں وہ ہمارے کالج میں اردو پڑھاتی تھیں۔ شاعری سے لگاؤ
تھوڑا بہت ہے علامہ محمد اقبال میرے فیورٹ شاعر ہیں اس کے علاوہ
پروین شاکر، امجد اسلام امجد، محسن نقوی، ناصر کاظمی اور فیض احمد فیض بھی
مجھے پسند ہیں۔ پسندیدہ کریکٹرز میں طائر لاہوتی کا پاشا، یہ چاہتیں یہ
شدتیں کا سبحان احمد اور "اور کچھ خواب" کا معارج تغلق بہت پسند
ہیں۔ میں ایک بہت اچھی راز دار ہوں۔ کھیلوں میں بیڈمنٹن پسند
ہے مگر کھیلنا نہیں آتا۔ بارش کچھ خاص اچھی نہیں لگتی مگر جب بارش کا
موسم بنتا ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو وہ اچھی لگتی ہے۔ میں پانچ
وقت نماز پڑھتی ہوں اور صبح صادق کا وقت بہت اچھا لگتا ہے۔ سورج
غروب ہونے سے مغرب تک بات ہی الگ ہے۔ پسندیدہ مشغلے ناولوں،
رسالوں اور کتابوں کا مطالعہ کرنا، کرسٹا سے کپڑے سینا اور کہانیاں سنانا۔
کہانیاں سنانے کا مجھے بہت شوق ہے۔ کوکنگ کا مجھے کوئی خاص شوق
نہیں ہے مگر کرنی پڑتی ہے۔ جی جناب تعارف کچھ لمبا ہو گیا ہے آپ
نے مجھے اتنی دیر برداشت کیا اپنی رائے ضرور دیں گا۔ بھیجیے گا اور بتایئے گا
کہ میرا تعارف کیسا لگا۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا خدا حافظ۔

آنسہ شبیر

آنچل اسٹاف اور آنچل قارئین کو میری طرف سے السلام علیکم جی
تو میرا نام آنسہ شبیر ہے۔ میں 21 جون کو تحصیل و ضلع گجرات کے ایک
بہت پیارے اور خوب صورت سے گاؤں ڈوگہ شریف میں پیدا ہوئی۔
میری تعلیمی قابلیت بی اے ایس ای ایڈ ہے اور اب ایم اے اردو کر رہی ہوں۔
درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہوں۔ گھر میں بچوں کو ٹیوشن
پڑھاتی ہوں ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ تین بھائی اور تین بہنیں ہیں
(سندس، اقرا، نبیلہ، علی، ارسلان، یاسر) آنچل میں سب کا تعارف پڑھا تو

اچھا لگا اور میرا بھی دل کیا کہ میں بھی اپنے بارے میں کچھ لکھوں۔ اب
آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف تو مجھے کھانے میں جو ملے وہ کھا لیتی
ہوں۔ نہایت صابر ہوں فطرتاً خوش مزاج ہوں مجھے جھگڑالو، خود پسند
منافق، دوسروں کی ٹانگیں کھینچنے والے، حاسد اور کمیاں بجھ گئے نا آپ
بالکل پسند نہیں۔ غصہ بہت کم آتا ہے مخلص، سادہ اور پڑھے لکھے لوگوں
کی صحبت میں بیٹھنا پسند ہے۔ فرینڈز کی تعداد بہت زیادہ ہے بہت
جلدی فرینک ہو جاتی ہوں کلاس کی من پسند ٹیچر ہوں اگر کبھی شام کو
لائٹ نہ ہو تو موبائل پر ایف ایم سنتی ہوں۔ مجھے کرکٹ بہت زیادہ پسند
ہے بچپن سے کرکٹ دیکھتی تھی اس وقت جب مجھے کرکٹ کی سمجھ بھی
نہیں تھی۔ بیسٹ کھلاڑی شاہد آفریدی اور بہت سی ہیں۔ شاعری
سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے ویسے اگر کبھی موقع ملے تو وصی شاہ اور
پروین شاکر کو پڑھتی ہوں۔ بہترین دوستوں میں ہما اظہر، مصباح
لطیف، مہوش نورین، طیبہ نوشین، طلعت نورین، شمیع بتول اور سندس
صباح ہیں۔ میرا اسٹار برج جوزا ہے۔ بحیثیت مسلمان تقدیر کے اچھا برا
ہونے پر یقین ہے۔ اس لیے اسٹارز پر یقین نہیں ہے۔ اب آتے ہیں
آنچل کی طرف تو آنچل کے بارے میں ایک بات کہ آنچل واقعی آنچل
ہے۔ آنچل اپنے پڑھنے والوں کو زندگی گزارنے کا طریقہ بتاتا ہے
زندگی کے نشیب و فراز کے بارے میں آگاہی دیتا ہے۔ لوگ اس کو
پڑھ کر اپنے دکھ غم بھول جاتے ہیں آنچل کی جتنی بھی رائٹرز ہیں وہ
کہانی کو اتنے خوب صورت انداز میں لکھتی ہیں ایسا لگتا ہے کہ وہ کہانی
کا کردار نہیں بلکہ ہم خود ہیں۔ واقعی جی! میری طرف سے ان سب کو
بہت بہت زیادہ سلام اور اللہ انہیں ڈھیروں ڈھیر کامیابیاں عطا
فرمائے۔ ہاں میں نے آپ کو اپنے والد اور والدہ کے بارے میں بتایا
ہی نہیں۔ جی تو میرے والد محمد شبیر حسین (مرحوم) اس دنیا میں نہیں ہیں
ابھی میں نے میٹرک ہی کیا تھا کہ وہ انتقال کر گئے اللہ انہیں جنت
الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین اور ہاں میری والدہ ثریا بیگم جن کی
محبت کا بدلہ میں مر کر بھی نہیں چکا سکتی۔ ابو کی وفات کے بعد انہوں
نے ہم چھ بہن بھائیوں کو بہت مشکل حالات میں پالا پوسا۔ ہماری
پرورش کی اور سب کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ اللہ انہیں تندرستی اور صحت عطا
فرمائے۔ آخر میں تمام آنچل اسٹاف اور آنچل قارئین کو بہت بہت
زیادہ سلام۔ خدا کرے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اللہ
تعالیٰ ملک پاکستان کی حفاظت کرے آمین اللہ نگہبان۔

بہنوں کی عدالت

سمیرا شریف طور

ادارہ

س: جو ہیرو اینڈ ہیروئن آپ کہانی میں پیش کرتی ہیں' آپ کا کیا خیال ہے حقیقت میں بھی ہوتے ہیں اتنے ہی خوب صورت اور ویل ایجوکیٹڈ؟

ج: ریحانہ! آپ کے بھی سوال دیگر بہنوں سے ہٹ کر تھے اس لیے جواب بھی آپ کو ذرا ہٹ کر ملے گا۔ مجھے نہیں پتا آپ کی ایجوکیشن کیا ہے مگر امید ہے کہ آپ پڑھی لکھی اور باشعور لڑکی ہیں۔ افسانوں کی دنیا میں سبھی کچھ اگر حقیقت نہیں ہوتا تو میری پیاری بہنا! سبھی کچھ جھوٹ بھی نہیں ہوتا اگر دنیا میں موجود حقیقت کی بات کرتی ہوں تو میں اپنی مثال دوں گی الحمدللہ اللہ نے اچھی شکل وصورت سے نوازا ہے اور اللہ نے فہم وشعور کے ساتھ دینی ودنیاوی دونوں طرح کا علم بھی دیا ہے' رہ گئی بات ہیرو اور ہیروئن کی ذات وغیرہ کا حقیقت میں پایا جاتا تو بہت سے کردار حقیقی بھی ہوتے ہیں۔ میرے نزدیک شکل کا بہت سفید ہونا خوب صورتی نہیں ہے میرے نزدیک کردار اور شخصیت کی یکجہتی اصل خوب صورتی ہے۔ میں نے کئی لوگ دیکھے ہیں میرے پاس بنگلہ دیش سے آئی ایک فیملی کی بچی رابعہ پڑھنے آتی تھی اس کا کمپلیکشن بہت حد تک سانولے سے بھی گہرا تھا مگر اس لڑکی میں بلا کی کشش اور اٹریکشن تھی اس کے نزدیک ایک بے حد حسین لڑکی بھی مجھے کبھی اس کے مقابل ٹھہرتی نہیں لگی تھی کہ رابعہ کا کردار اخلاق اس کی آنکھوں کی کشش' چہرے کی لک سب نے اسے بہت حسین بنا ڈالا تھا۔ اس کی ذات میں ایک ایسی اٹریکشن ہوتی تھی کہ دل خود بخود اس کی طرف کھنچتا تھا رہ گئی بات ہیرو ہیروئن کے خوب صورت ہونے کی تو میں نے اردگرد بھی اچھے خوب صورت اور ایجوکیٹڈ چہرے ہی دیکھے ہیں سو میں اسی سوچ کے مطابق کہانی لکھ دیتی ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں خاصی حسن پرست واقع ہوئی ہوں اور ایجوکیٹڈ لوگ میری کمزوری ہیں۔ مزے کی بات بتاؤں تعلیم میری کمزوری ہے اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں ایم فل یا پی ایچ ڈی ہولڈر ہوں تو میں فوراً اس کی بے پناہ عزت کروں گی اس سے متاثر ہو جاؤں گی کیونکہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنا میرا خواب ہے۔ آج کل جس طرح ہمارے اردگرد تعلیم کی شرح بڑھ رہی ہے اس سے اندازہ لگالیں ہیرو اور ہیروئن کا ایجوکیٹڈ ہونا کتنا حقیقی ہے اور رہ گئی خوب صورتی کی بات تو مارکیٹ میں آج کل اتنی کریمز آچکی ہیں کہ میں اپنے کرداروں کو فائزہ اور گولڈن پرل یا اسی قسم کی دیگر وائٹنگ کریمز استعمال کرواتی ہوں گی تمرات پھر وہی ہوگی کہ کردار اور سلجھی ہوئی شخصیت کی یکجہتی کی تو وہ حقیقت میں سے چن لوں گی۔ آپ کا سوال بہت مزے کا تھا اور ریحانہ میں نے پوری کوشش کی کہ جواب بھی ذرا مختلف اور مزے دار سا دوں۔ پسند نہ آئے تو کوئی بات نہیں شکریہ۔

س: سب سے زیادہ اعتبار وانحصار کس پر کرتی ہیں؟

ج: میں بڑی سیدھی سادی لڑکی ہوں' بہت جلد لوگوں کی باتوں پر اعتبار کر لینے والی ذات ہوں مگر اب کچھ محتاط ہوگئی ہوں (خصوصاً دوستی کے معاملے میں) میں اللہ پر سب سے زیادہ اعتبار کرتی ہوں' میرا عقیدہ ہے کہ رب کریم کے سوا مجھے نہ کوئی دینے والا ہے اور نہ کوئی لینے والا۔ اگر دنیاوی معاملات کی بات ہے تو ڈسکس کرتی ہوں اپنے بھائیوں سے امی سے اور بہنوں سے اگر کوئی معاملہ درپیش ہو تو میں دو نفل نماز پڑھ کر دعائے استخارہ پڑھ کر معاملہ اللہ کے ہاتھ میں چھوڑ دیتی ہوں' میں زندگی کے ہر معاملہ میں استخارہ کرتی ہوں اللہ کے بعد میں سب سے زیادہ اپنی ذات پر اعتبار کرتی ہوں اور اس کے بعد اپنی فیملی خصوصاً اپنی امی اور بھائیوں پر۔

میں خاصی صاف گو اور اسٹریٹ فارورڈ ہوں' جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر ہوتا ہے۔ جہاں تک اعتبار کی بات ہے تو میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتی سوائے اللہ کے اپنی ذات کے یا پھر اپنی فیملی کے اور انحصار میں کسی پر بھی نہیں کرتی اپنی ذات پر اعتماد کرتی ہوں چاہے کوئی بھی معاملہ ہو۔

س: ہر رائٹر کسی نہ کسی مقصد کے تحت تحاریر لکھتا ہے اور کوئی پیغام بذریعہ تحریر دیتا ہے آپ کا مقصد اور پیغام کیا ہوتا ہے؟

ج: آپ کا یہ سوال بھی باقی بہنوں کے سوالات سے مختلف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً ایسا ہے کہ ہر رائٹر ایک خاص مقصد لے کر آتا ہے اور اس کی ہر تحریر میں ایک خاص پیغام بھی ہوتا ہے۔ میں فکشن لکھتی ہوں' یہ ناول نگاری فکشن میں ہی شمار ہوتی ہے۔ میں نے انگلش ناولز کے کچھ اردو ترجمے پڑھے ہیں ان ناولز میں بھی ایک خاص پلاٹ ہوتا ہے بھلے اردو ناول نگار کو انگلش ناول نگار کے برابر کا مقام نہیں مل پاتا مگر اردو ناول نگاری انگلش فکشن کے معاملے میں زیادہ پاورفل اور پلاٹ کی مضبوطی کے لحاظ سے اول آتی ہے۔ میں نے عمیرہ احمد کو پڑھا ہے ہر ایک کا ایک اسٹائل ہی نہیں کہانی کی جزیات نگاری مکالمہ بازی اور دیگر اصولوں کو مدنظر رکھ کر انیلائز بھی کیا ہے۔ اس طرح نمرہ احمد اور دیگر نامور خواتین کو بھی میں سمجھتی ہوں کہ ماضی کا ناول نگار آج کے ناول نگار کی نسبت زیادہ محنتی اور ناول نگاری کے اصولوں کا پرچار کرنے والا تھا۔ سجاد حیدر یلدرم کے افسانوں کی بات کروں یا غلام عباس کی' کرشن چندر ہو یا راجندر سنگھ بیدی اتنے بڑے بڑے نام ہیں' عصمت چغتائی کے "لحاف" (افسانوں کا مجموعہ) کو ڈسکس کروں یا منٹو کے افسانوں کو بھی

کے ناولز میں ایک تھیم ایک مقصد اور پیغام بہرحال تھا جہاں تک میری بات ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ میں نے ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ مجھے پڑھنے والی قارئین ہر عمر ہر طبقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہائی کلاس کے طبقے کی خواتین کے پاس تو اتنا وقت کہاں ہوگا کہ وہ ادب کا مطالعہ کریں ہاں مڈل کلاس طبقہ رسالوں کو پڑھتا ہے اور میں اسی طبقے سے ہوں اور اسی طبقے کی سوچ کی ترجمانی کرتی ہوں بھلے میرے ناولز کے کردار ہائی کلاس کے ہوں گے مگر سوچ میں نے وہی مڈل کلاس طبقے کی رکھی ہے۔ خواتین کے کردار پر میں خصوصی توجہ دیتی ہوں کہ میرے ناولز کو پڑھ کر کوئی غلط تحریک کا شکار نہ ہو۔

س: کسی بھی رائٹر کی کہانی میں اپنا عکس نظر آیا (عادت' شکل و صورت میں)؟

ج: ریحانہ راجپوت! آپ کا سوال بہت دلچسپ ہے۔ میں مسلسل سوچنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ ایسی کون کون سی اور کس کس رائٹر کی کہانی تھی جس کو پڑھ کر لگا کہ میں اس میں موجود ہوں۔ یار! بہت ذاتی سا سوال ہے نمرہ احمد کی کہانی "جنت کے پتے" کی "حیا" "مصحف" کی محمل۔ فرحت اشتیاق کی "وہ یقین کا ایک نیا سفر" کی زوبیہ خلیل۔ اقبال بانو کی کہانی "تم سدا سلامت رہو" کی مینا فیروز۔ نگہت عبداللہ کی خواہشوں یا شاید خوابوں کی تتلیاں کی ہیروئن (یہ کافی پرانا ناول ہے شاید 80ء کی دہائی کا کوئی شمارہ تھا کون سا شمارہ ہے یہ یاد نہیں اب) اپنی کہانی "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی ناویرہ۔ "جس دن مجھے کوئی مشکل میں گیا" کی رانیل۔ رخسانہ نگار عدنان کی چارہ گر کی بیا۔ (یار! بہت طویل فہرست ہے) کافی وجوہات ہیں جس کی وجہ سے لگا کہ میری ذات کا تھوڑا بہت یا مکمل عکس اس کردار میں موجود ہے۔ کسی میں کرداری لحاظ سے' کسی میں اخلاقی لحاظ سے' کسی میں کاہلی اور سستی کے لحاظ سے' کسی میں تعلیمی لحاظ سے' کسی میں دلچسپیوں اور مشاغل کے لحاظ سے اور کسی میں عادات وخصائل کے لحاظ سے کسی کردار میں خامیوں کے لحاظ سے تھا کہ اس کردار کی خامیاں مجھ میں بھی ہیں۔ نمرہ احمد کا نام اس لیے بھی لیا ہے کہ محمل کردار میں جو لڑکی تھی وہ قرآن پاک کی آیات کو اہمیت دیتی تھی اس میں مجھے اپنی جھلک صرف اتنی لگی کہ اس لڑکی کی سوچیں مجھ سے ملتی ہیں اور حیا کے کردار میں کیوں جھلک لگتی ہے؟ اس کی ابھی وضاحت نہیں کروں گی کیونکہ ابھی یہ ناول چل رہا ہے' جب مکمل ہوگیا تو اپنا محاسبہ کر کے بتاؤں گی کہ حیا میں اور مجھ میں کیا کیا فرق ہے اور کیا کیا مماثلت۔

س: آپ کا پسندیدہ فلاسفر' شاعر اور رائٹر کون ہے؟

ج: ریحانہ! یار تم نے ایک سوال میں تین سوال کر ڈالے۔ فلاسفر (میں خود ہاہا) شاعر اقبال۔ رائٹر (جو تمہیں پسند ہے یعنی میں' سمیرا شریف طور) پیاری ریحانہ! تمہارے سوالات دیگر سوالات سے قدرے ہٹ کر تھے ان کا جواب لکھتے ہوئے بہت لطف آیا۔ آخری سوال میں نے سنجیدگی کی بجائے مذاق میں ٹال دیا تو اس لیے کہ پچھلے سوالات یا اگلے سوالات میں تمہیں جواب مل جائے گا۔ خط کے شکریہ' اللہ تمہیں خوش رکھے اللہ نگہبان۔

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

س: "یہ چاہتیں یہ شدتیں" آپ کا ناول پڑھ کے میں نے آنچل پڑھنا شروع کیا یہ جان کے آپ کو کیسا لگا؟

ج: میرے لیے اعزاز کی بات ہے' بڑی نوازش' بڑا کرم اس قدر محبت کا شکریہ۔ امید کرتی ہوں آپ آئندہ بھی آنچل سے رابطہ برقرار رکھیں گی' میں لکھوں یا نہ لکھوں کیونکہ یہ ایک اچھا اور معیاری پرچہ ہے اور رہا سوال کہ یہ جان کر کیسا لگا تو پیاری طیبہ! بہت اچھا لگا' میں آپ کی محبتوں کی مقروض ہوں اس عزت افزائی کے لیے بہت سارا شکریہ۔

س: آپ کو لکھتے ہوئے کتنا عرصہ ہوا اور آپ کو کس کی سپورٹ زیادہ تھی؟

ج: تعارف پڑھ کر اندازہ لگالیں' میں نے پہلی تحریر آٹھویں کلاس میں لکھی تھی 2005ء دسمبر میں پہلی کہانی آنچل میں شائع ہوئی تھی اور سپورٹ فیملی کے سب افراد کی تھی اگر سازگار ماحول نہ ہوتا تو میں کبھی نہ لکھ پاتی اور نہ کبھی آنچل اور پھر آپ قارئین تک میری تحریریں پہنچ پاتیں۔

س: کس رائٹر سے متاثر ہیں اور فیوچر پلان کیا ہیں؟

ج: پہلے حصے کا جواب تعارف سے ملاحظہ کریں۔ دوسرے حصے کا جواب ایمان داری سے بتاؤں یا مذاق سے کام چل جائے گا؟ فیوچر پلان ہے شادی (اگر کوئی سمعان احمد مل گیا تو..... یاد رہے سمعان احمد جیسا نہیں سمعان احمد ہی ہو۔

س: اپنی دو خوبیاں اور خامیاں بتائیں؟

ج: طیبہ! آپ سے مجھے ڈر لگنے لگا ہے' آپ کا سوال تو سیاستدانوں والا ہے' خیر دو خوبیاں یہ ہیں کہ میں بہت محنتی ہوں جو بھی کام کروں گی مکمل ایمان داری' توجہ اور لگاؤ سے کروں گی اس کام میں اپنی تمام جدوجہد لگا دیتی ہوں۔ میں بہت ہی پڑھاکو یعنی کتابی کیڑا ہوں' ملنے والوں سے خوش اخلاقی سے ملتی ہوں (یار! اپنی دو خوبیاں لکھنے میں مجھے بہت سوچنا پڑ گیا ہے' خامیاں تو اس قدر مل گئی ہیں کہ حد نہیں اور خوبی دل کر رہا تھا کہ صرف ایک ہی لکھوں' دوسری تو محض فارمیلٹی نبھائی ہے۔ خامیاں! میں خود سے بہت بے پرواہ حد سے زیادہ حساس ہوں۔ میری امی کے مجھ سے جو دو گلے ساری زندگی سے چلتے آرہے ہیں جو نہ ختم ہو پاتے ہیں اور نہ ہی ان پر کبھی ہم دونوں میں سمجھوتا ہو پایا ہے۔ میں رات دیر تک جاگتی ہوں اور اپنی صحت اچھی

خوراک سے اس قدر بے پروا رہتی ہوں کہ مجھے بعض اوقات سارا دن گزر جانے پر شام کے قریب پتا چلتا ہے کہ آج سارا دن میں نے کچھ نہیں کھایا۔ تب امی سے بہت کچھ سننے کو ملتا ہے۔ غصے کی خاصی تیز ہوں، بہت جلد جذباتی ہو جاتی ہوں اور جو بھی چیز ہاتھ لگتی ہے وہ میرے غصے کا نشانہ ضرور بنتی ہے۔

س: جو کچھ ذہن میں آ جائے فوری لکھ لیتی ہیں یا کسی اور سے مدد وغیرہ لیتی ہیں؟

ج: بعض اوقات فوراً لکھتی لیتی ہوں، عموماً لکھنے کے لیے میں نے رات کے اوقات رکھے ہیں، جب سب سو جاتے ہیں چار سو بالکل خاموشی ہوتی ہے، کوئی ڈسٹرب کرنے والا نہیں ہوتا اس لیے تو لیٹ نائٹ سونے کی عادت ہے۔ امی بار بار کہتی ہیں کہ میں دن کے اوقات میں لکھا کروں، مگر دن میں ایک تو موڈ نہیں بنتا۔ دوسرا وقت بھی نہیں ملتا، میں بالکل خاموشی اور تنہائی میں لکھنے کی عادی ہوں۔ ایسے ماحول میں جب خیالات کی آمد ہو۔ جہاں تک سوال کے دوسرے حصے کا تعلق ہے تو پیاری طیبہ! اس کا جواب یہ ہے کہ لکھنے کے لیے میں مختلف کتابوں سے مدد لیتی ہوں اگر کسی نظم کا اضافہ کرنا ہے تو شاعری کی کتاب ڈھونڈتی ہوں بعض اوقات نیٹ پر بھی ڈھونڈتی ہوں، میں بغیر تحقیق یا تلاش کے کچھ بھی نہیں لکھتی۔ پچھلے سال جب میں "ٹوٹا ہوا تارا" کی اولین اقساط لکھ رہی تھی تو مجھے کچھ میڈیکل کی اسٹوڈنٹس سے ملنے کی ضرورت پڑ گئی تھی تاکہ کہانی میں اناشہوار وغیرہ کو اگر میڈیکل کالج میں چلتا پھرتا دکھاؤں یا میڈیکل اسٹڈی کا ذکر کروں تو محض خیالی تصورات نہ ہوں بلکہ حقیقی لائف سے متعلق حقائق ہوں۔ کچھ لڑکیوں سے فون پر رابطہ کیا، چند ایک سے ملاقات کی اور پھر نیٹ پر بھی ڈھونڈا تو تبھی کہانی کی پہلی قسط لکھنا شروع کی تھی، اگر کوئی اقتباس یاد کرنا ہے تو میں اس کی صحت اور حوالہ ضرور دیکھتی ہوں، کوئی نظم مجھے درکار ہے اور مل نہیں رہی تو دوستوں کو کال کرتی ہوں کہ فلاں غزل چاہیے۔

س: اللہ آپ کو ہر میدان میں کامیاب رکھے اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا؟

ج: طیبہ! دعائیں وہ انمول تحفہ ہیں جس کی کوئی قیمت نہیں۔ اللہ آپ کو بھی ہر میدان میں کامیاب کرے۔ میری تمام نیک تمنائیں اور دعائیں آپ کے ہمراہ ہیں آپ بھی میرے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کی دعا کرتی رہیے گا۔ سوالات کے لیے شکریہ آپ کے سوالات بہت اچھے تھے اللہ حافظ۔

انیس انجم...... جھنگ صدر

س: آپ کی ایجوکیشن اور عمر کیا ہے؟

ج: ایجوکیشن ماسٹرز اور عمر کے بارے میں تم نے شاید وہ محاورہ نہیں سنا کہ "مرد سے اس کی تنخواہ اور عورت سے اس کی عمر کبھی مت پوچھو" تو انیس انجم کیا مرد اپنی تنخواہ کبھی پوری بتاتا ہے اور نہ ہی عورت اپنی عمر۔ (اداکارہ میرا) ہر سال 30 ویں سالگرہ مناتی ہے اور ابھی بھی جوان ہے جب کہ 30 سال کی وہ تب بھی تھی جب میں 8 سال کی تھی اور ٹی وی میں اس کے کمرشل دیکھتی تھی۔

س: آپ کی سب کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں، آپ میری فیورٹ رائٹر ہو۔

ج: تعریف کے لیے شکریہ آپ خود اچھی ہو ورنہ میں بہت عام اور محدود پیمانے پر لکھنے والی عام سی رائٹر ہوں۔ محبتوں کے لیے مقروض ہوں۔

س: آپ نے کب لکھنا شروع کیا اور پہلی تحریر کس رسالے شائع ہوئی؟

ج: انیس انجم! اس سوال کا جواب پچھلے جوابات پڑھ مل جائے گا۔

س: کیا آپ کی تحریریں آپ کی شخصیت سے میل کھاتی ہیں؟

ج: آپ کا سوال خاصا عام تھا آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ میری تمام تحریریں ہی میری ذات کی عکاس ہیں۔ رائٹر کوئی بھی ہو کسی بھی کلاس، کسی بھی زبان کا ہو اس کی سوچ اس کے خیالات، اس کے خواب اس کی خواہشیں سب کچھ بلکہ بعض اوقات وہ مکمل طور پر اپنی تحریروں میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنی تحریر سے باہر نہیں ہو سکتا نہ ہی کوئی رائٹر ہوا ہے۔ میں بھی اپنی ہر تحریر میں موجود ہوں کس میں ہوں انٹرویو پڑھ کر ڈھونڈنے کی کوشش کیجیے گا۔ بعض لوگ مجھے توریہ کے کردار میں دیکھتے ہیں اور آج کل شہوار کے آپ بھی کوشش کر دیکھیے گا شاید آپ کو میں کسی کردار میں مل ہی جاؤں، ویسے سچ بتاؤں میں اپنے تمام ناولز میں ہوتی ہوں، انفرادی کے بجائے دیکھنا تمام ناولز کو اجتماعی تجزیہ کر کے جو خاکہ بنے گا اس کا نام میرا شریف طور رکھ دینا خوش۔ سوال بہت اچھا تھا جواب دیتے میں نے خوب انجوائے کیا ہے شکریہ۔

س: ماں باپ کے علاوہ آپ کو کون سا رشتہ زیادہ پسند ہے؟

ج: بہن بھائی کا اس کے بعد شوہر کا (کیونکہ یہ حقیقی اور شرعی رشتے ہیں)۔

س: اپنی شخصیت کے بارے میں کچھ بتائیں؟

ج: اگر تم میرے ناولز پڑھتی ہو تو تم کو میری شخصیت کے متعلق پتا چل گیا ہوگا اگر نہیں پڑھتی تو ایک دفعہ میرے تمام ناولز کو ضرور پڑھنے کی کوشش کرنا۔ ہاں میرے اس انٹرویو سے تمہیں میں مکمل طور پر ایک مکمل شخصیت میں دکھائی دوں گی بس اس شخصیت کو مختلف جوابات میں سے نکال کر تم نے خود جوڑنا ہے۔

س: آپ کی اپنی پسندیدہ اسٹوری اور پسندیدہ رائٹر کون ہے؟

ج: اس کا جواب پچھلے صفحات میں دے چکی ہوں۔

س: پیار، محبت اور عشق آپ کی نظر میں کیا ہے؟

ج: اس سوال کا جواب دینے کے لیے ایک عمر چاہیے۔ اقبال کہتے ہیں:

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
نظارے کی ہوس ہو تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے

اقبال عقل کی بجائے دل کو اہمیت دیتے تھے وہ کہتے ہیں:

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

فیض احمد فیض اس سلسلے میں عشق کو بے ذات بتاتے ہیں، اقبال اور فیض دونوں سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے ایک شاعر مشرق قرار پایا تو دوسرا شاعر مغرب۔ ایک نے اسلام کو موضوع بنایا تو دوسرے نے روایتی شاعری کی انداز دونوں کے اپنی مثال آپ تھے مگر عشق کے بارے میں فیض کی یہ غزل مجھے بے حد پسند ہے۔

مشکل ہیں اگر حالات وہاں، دل بیچ آئیں، جاں دے آئیں
دل والو! کوچۂ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

میں عشق کو صرف اللہ کی ذات سے منسوب کرتی ہوں اور سمجھتی ہوں کہ محبت پیار اور عشق کے قابل صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس سے بڑھ کر پیار محبت اور عشق کی وضاحت نہیں کر سکتی۔

س: اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا کی ہر کامیابی عطا فرمائے آمین۔

ج: آمین، دعاؤں کے لیے بہت سارا شکریہ، جزاک اللہ۔ اللہ تمہیں ان دعاؤں کا اجر دے اور دنیا کی ہر کامیابی سے نوازے آمین۔ انیس انجم! اجازت دو، یار زندہ صحبت باقی۔ فی امان اللہ۔

الفت اینڈ فائزہ عباسی...... ہارون آباد چناری

س: آپ کو اپنا سب سے اچھا ناول کون سا لگتا ہے؟

ج: جواب پچھلے صفحات میں دیکھیں۔

س: آپ کی نظر میں لڑکی کو کیسا ہونا چاہیے؟

ج: میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہوں گی، بس یہ کہوں گی کہ دنیا کی ہر لڑکی کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی شخصیت و کردار کا حامل ہونا چاہیے۔ آج کی لڑکی ایم فل پی ایچ ڈی (مجھ سمیت) تو ہونے یا بننے پر فخر کرتی ہے مگر کوئی فاطمہؓ یا عائشہؓ جیسی سیرت و کردار اپنانے پر فخر محسوس نہیں کرتی۔ ملالہ کو حجاب استعمال کرنے والی عورتیں پرانے زمانے کی بھیڑ بکریاں لگتی ہیں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت داڑھی والے فرعون لگتے ہیں، کاش وہ یہ الفاظ لکھنے سے پہلے سوچ لیتی کہ وہ حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ضرب لگا رہی ہے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی اس نے حملہ کیا ہے۔ پردہ عورت کی زینت ہے "سورۃ النور" کی تفسیر بمعہ ترجمہ اگر عورت پڑھ کر عمل کرے تو اس کی زندگی سنور سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔

س: آپی کیا شادی شدہ ہیں؟

ج: نہیں۔

س: آپی آپ کی زندگی کا حسین ترین لمحہ؟

ج: دلچسپ سوال ہے، ماضی کو کھنگالنا پڑے گا۔ الفت اینڈ فائزہ! ماضی میں جانے کے لیے بہت سارا وقت چاہیے آپ کے سوال پڑھ کر بہت سے واقعات یاد آ رہے ہیں بہت سے لمحے ذہن میں ابھر رہے ہیں اگر لکھنے بیٹھی تو ڈر ہے اپنی عادت سے مجبور تفصیل میں نہ چلی جاؤں اس لیے پھر کبھی سہی۔

فائزہ زینب شاہ...... موعدی پور سیداں

س: آپی آنچل میں لکھنا چاہتی ہوں کوئی تجویز دیں؟

ج: پہلے اپنی تعلیم مکمل کر لیں اور پھر لکھنے کا آغاز کریں، مگر لکھنے کے لیے مطالعہ بہت ضروری ہے، کہانی کا پلاٹ، کرداروں کی نفسیات سے آگاہی، جزئیات نگاری اور مکالمہ نگاری جیسے اہم نکات کو اگر مدنظر رکھتے لکھنے کی کوشش کریں گی تو بہت جلد اچھی رائٹر ثابت ہوں گی اور سب سے بڑھ کر رائٹر جب تک مطالعہ کی روش اختیار کیے رکھتا ہے وہ کامیاب رہتا ہے اور جب اپنی ذات کے فخر میں مبتلا مطالعہ کی روش چھوڑ دیتا ہے۔ ناکامی کا منہ دیکھتا ہے، لکھنے سے پہلے اردو ادب کی اہم شخصیات چاہے مرد مصنف ہوں یا خواتین ان کو بغور اسٹڈی کریں۔ لکھنے کا طریقہ سمجھیں اور جو دل و دماغ میں گردش کرتا ہے خوب صورت اور سلجھے ہوئے پیراہن میں لپیٹ کر صفحہ قرطاس کی زینت بنائیں۔ اللہ آپ کی لکھنے کی خواہش کو پورا کرے آمین۔

س: آپ کا پسندیدہ پھل اور ملک کون سا ہے؟

ج: پسندیدہ پھل سیب۔ ملک پاکستان اور سعودی عرب کے شہر مکہ اور مدینہ۔

س: محبت پر کتنے فی صد یقین ہے؟

ج: 100 فیصد۔

س: آپ کی پسندیدہ شخصیت کون سی ہے؟

ج: رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین۔ ان کے علاوہ کوئی بھی نہیں۔

س: آپی مجھ سے دوستی کریں گی؟ اب میں اجازت چاہتی ہوں، دعاؤں کی طلب گار، خدا حافظ۔

ج: کس دل سے کروں وداع تجھ کو
ٹوٹا جو ستارہ جل بجھا ہے

"محفل کائنات" کے عنوان سے بہنوں کو مختصر لکھنے کی دعوت دی جائے' کوئی آپ بیتی' کوئی جگ بیتی یا پھر کوئی سماجی' معاشرتی یا مذہبی پہلو بھی ہمارے آپ کی نظروں سے اوجھل ہوں۔ (۲) نئے موضاعت کے ساتھ نمبر نکالے جائیں مثلاً ساس نمبر' بہو نمبر' عورت نمبر' مرد نمبر' بیٹی نمبر' بیٹا نمبر' باپ نمبر' بیوی نمبر وغیرہ وغیرہ۔ (۳) ایک سوشل راؤنڈ اپ ہو جس میں کراچی شہر کی مختلف خبریں ادارہ خود شامل کرلے یا بہنوں کو علم ہو تو وہ بذریعہ ڈاک اطلاع دیں اور شامل اشاعت ادارے کی صوابدید پر ہو۔

(۴) پرانے اور نئے رائٹرز کا مختصر انٹرویو۔

آپ کو میری تجاویز کیسی لگیں؟ خدا حافظ۔

سامعہ ملک پرویز......احاطہ ٹیکسلا

۱) آنچل کے سالگرہ نمبر 1 اور 2 کو اپنی تمام تر رعنائیوں' شادابیوں اور خوب صورتیوں سمیت یادوں کے حسین و دلکش سلسلوں کو دل کے نہاں خانوں میں محبت کے لبادے میں لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔ اس میں کی جانے والی نئی تبدیلیاں درس و آگہی کا اک نیا در وا کیے ہوئے تھیں جن سے حاصل کردہ علم کے جادو نے ابھی تک اپنے سحر میں جکڑا ہوا ہے۔ اچھی اور بہترین کاوش پر دل کی اتھاہ و عمیق گہرائیوں سے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

۲) نئے سلسلے کے بارے میں رائے ابھی کیسے دوں؟ کچھ سمجھ نہیں آ رہا لیکن یہ سلسلہ آنچل کا ہے تو پھر زبردست ہی ہوگا جناب! ہم کہاں ٹھہرے اتنے عالم فاضل' عاقل و دانا ماہر حالات و واقعات؟

۳) تبدیلی تو دیکھنا چاہتے ہیں ایک اور وہ تبدیلی میری دیرینہ خواہش بھی ہے یعنی کہ ایک ایسا سلسلہ مستقل بنیاد پر شروع کیا جائے جس میں اگلے ماہ کے لیے موضوع پہلے سے بتا دیا جائے تاکہ مجھ جیسی کم علم مگر لکھنے کی شوقین اپنے خیالات آپ تک پہنچا سکیں اور ان میں لکھنے کی صلاحیت بھی مزید پروان چڑھے' وہ موضوع سماجی ہو یا سیاسی' معاشرتی ہو یا معاشی مختصر اور جامع پیرائے میں بیان کیا جانا لازم ٹھہرایا جائے' شکریہ۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

۱) آنچل کی سالگرہ نمبر 1 اور 2 کو ہم نے اپنی سوچ سے بڑھ کے پایا' آنچل میں بہت سی خوش گوار تبدیلیاں دیکھنے کو ملی ہیں۔ ویسے بھی آنچل پرفیکٹ ہے' ہماری دعا ہے کہ آنچل ایسے ہی ترقی کی راہوں پر گامزن رہے۔

۲) میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ یہ سوال دیکھ کے میں کتنی خوش ہوئی ہوں' میری بھی آپ سے یہ ہی درخواست تھی میری فرمائش اتنی جلدی پوری ہوگی یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ بہت بہت زیادہ شکریہ میرے خیال سے یہ سلسلہ تمام سلسلوں پر حاوی ہوگا۔ میں بہت زیادہ خوش ہوں تھینکس آ لاٹ۔

۳) نہیں کوئی اور تبدیلی نہیں چاہیے' بس ایک ننھی منی سی فرمائش ہے پلیز مانیے گا لازمی' میں یہ چاہتی ہوں کہ آنچل کے صفحات تھوڑے سے بڑھا دیں' سوچیں مت مان لیں نہ پلیز اینڈ پر آنچل اسٹاف' ریڈرز' رائٹرز سب کے لیے ڈھیروں دعائیں' ہمیشہ مسکراتے رہیے۔

آنسہ شبیر عطاریہ......ڈوگہ گجرات

۱) آنچل کا سالگرہ نمبر 1 تو زبردست تھا' جب ساتھ ہی خوش خبری ملی کہ سالگرہ نمبر 2 بھی آئے گا تو سونے پہ سہاگا والی بات ہوگئی اور تبدیلیاں بھی ساری بہت زبردست تھیں۔

۲) ہم سے پوچھیے کی جگہ جو سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے جس میں باقاعدہ ایک موضوع دیا جائے گا تو یہ خوش آئند بات ہے' جس سے قاری بہنوں کو مزید کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا۔

۳) آنچل ایک زبردست رسالہ ہے اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ آپ ہمارے دل کی بات ہمارے کہے بغیر ہی سمجھ لیتے ہیں۔

دلکش مریم......چنیوٹ

۱) آنچل کے سالگرہ نمبرز کو جیسا سوچا تھا اس سے بڑھ کے پایا' آنچل ہر لحاظ سے بہترین ہے اس میں کی نئی تبدیلیاں بہت پسند آئیں' خاص کر رائٹرز کے بارے میں جان کر اچھا لگا اور "نئی کونپلیں" کی تو کیا ہی بات ہے۔

۲) مستقل سلسلہ "ہم سے پوچھیے" میں بھی قاری بہنیں سوال ہی کرتی ہیں' نئے سلسلے میں بھی قاری بہنیں سوال ہی کریں گی کیا آپ ایسا سلسلہ شروع نہیں کرسکتے جس میں قاری بہنوں سے سوال کیا جائے ان سے کچھ پوچھا جائے؟

۳) بس 10,15 صفحات کا اضافہ کردیں۔

ثوبیہ کوثر......ملتان

۱) آنچل میں ہونے والی تبدیلیاں اچھی لگیں خاص طور پر سلسلہ "نئی کونپلیں" اور "بیوٹی گائیڈ" مع سوالات و جوابات ہیں اور اب تو ایک اور سلسلہ بھی شروع ہوجائے گا یعنی موضوعات پر سوالات و جوابات کا موقع ان شاء اللہ۔

۲) اس بارے میں میری بہت ہی نیک رائے ہے کیونکہ یہ میرا من پسند (سب سے پسندیدہ) سلسلہ ہوگا جہاں پر کوئی موضوع ہو وہاں پر سوالات کی بھرمار کرنے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کا مجھے بے حد شوق [illegible] ان شاء اللہ آپ کی اجازت میں ہر موضوع پر (کے متعلق) بات کروں گی اور امید ہے باقی تمام قاری بہنیں بھی مجھ سے متفق ہوں گی۔

۳) [illegible] تبدیلی بڑی شدت سے دیکھنا [illegible] یہ ہے کہ تعارف چھپے [illegible] کا ہو یا قارئین [illegible] کا تصویر ساتھ ضروری ہونی چاہیے۔

[illegible] رحیم یار خان

[illegible] 1 اور 2 کو ہم نے بہت زبردست پایا [illegible] کوئی کمی نہیں تمام تبدیلیاں بہت [illegible] تبدیلی زندگی کا مظہر ہے [illegible]

[illegible] ہم سے پوچھیے' میں ویسے چٹ پٹے سوالات [illegible] اگر کسی موضوع پر سوال کرنا ہوگا تو وہ بھی اچھا ہے' ہوسکتا ہے کہ کسی کی الجھن کو سلجھانے کے لیے جواب مل جائے۔

۳) تبدیلی کا حق ویسے آنچل ٹیم کا ہے مگر کچھ ہمیں بھی ہے تو میں چاہوں گی کہ رائٹرز کا انٹرویو یعنی "بہنوں کی عدالت" کا سلسلہ بند نہ ہو پلیز باقی آپ کی مرضی۔

شازیہ فاروق احمد......خان بیلہ

۱) دونوں سالگرہ نمبرز بہت زیادہ اچھے لگے' تبدیلیاں ہوتی رہنی چاہئیں تاکہ یکسانیت کا احساس نہ ہو۔ آنچل میں نیا سلسلہ "نئی کونپلیں" بہت اچھا ہے' کامیابی سے آنچل نے ایک سال مکمل کیا' اس لیے بہت بہت مبارک باد۔ تمام اسٹاف کی محنت کا نتیجہ ہے۔

۲) کبھی اگر ہم سے پوچھیں تو یہی کہیں گے آنچل ایک دم پرفیکٹ ہے اگر پھر بھی آپ بدلنا چاہتی ہیں تو آپ کی مرضی' ویسے میں سالگرہ نمبر 1 کے سروے میں ہونے والے سوالوں کو پڑھ کر طلعت نظامی کی باتوں سے اتفاق کروں گی کیونکہ انہوں نے بالکل ٹھیک فرمایا کہ "ہم سے پوچھیے میں جوابات دلچسپ ہوں کیونکہ ماحول نے ایسے ہی انسان کو سنجیدہ بنا رکھا ہے ذو معنی جوابات مزا دیتے ہیں۔" ان کے جواب نے متاثر کیا' ہر ماہ مختلف موضوعات پر بہنیں سوالات کریں گی' یہ تبدیلی بھی آنچل میں خوش آئند ثابت ہوگی اس سے آنچل میں نئے نئے مشورے دیئے جائیں گے جو قارئین کی کمزوری کو کسی حد تک مشوروں کے ذریعے پورا کردیں گی کیونکہ ہر کوئی ہر بار آنچل کی محفل میں شرکت نہیں کرسکتی نا تو جو سوال نہیں پوچھیں گی وہ جواب دیکھ کر اپنے آپ کو آنچل کی محفل کا حصہ ہی سمجھیں گی' ہاہاہا۔

۳) یہ بات کافی مشکل ہے' ہم آنچل کو ہر لحاظ سے صاف ستھرا اور اچھا پاتے ہیں پھر بھی اگر پوچھیں تو "آپ کی شخصیت" کو میں پھر سے دیکھنا چاہوں گی کیونکہ اس سلسلے میں کافی [illegible] میں اس سلسلے سے کافی کچھ سیکھ چکی ہوں' آگے آنچل اور ادارے کی مرضی۔

حمیرا عروش کراچی

۱) بلا مبالغہ آنچل میں کی جانے والی تبدیلیوں نے آنچل کو مکمل کردیا ہے پہلے جو کمی سی محسوس ہوتی تھی اب نہیں ہوتی' دلچسپیاں بڑھ گئی ہیں۔

۲) "ہم سے پوچھیے" میں بلاشبہ شمائلہ آپی دلچسپ پُر مزاح جوابات دیتی ہیں مگر اگر اس کی جگہ کوئی معقول سلسلہ جاری کیا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ (معذرت کے ساتھ) یہ ایک بے مقصد سلسلہ ہے۔

۳) سوال نمبر غلط ڈال گیا ہے یا پھر تین سوال مس ہوگئے ہیں' آنچل مکمل گھر ہے اب چونکہ ہم سے پوچھیے ختم کردیا جائے گا تو میں چاہوں گی کہ مزاح کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے لطائف کا الگ سے سلسلہ شروع کیا جائے۔ یادگار لمحے کو مختصر کرکے نئے پُرمزاح سلسلے کی جگہ بنائی جاسکتی ہے (میرا کام تھا بتانا بھئی آگے آپ کی مرضی) اور نہیں تو کیا؟ اچھا جی! فی امان اللہ۔

شمع مسکان قصور

۱) آنچل کو کیسا پایا تو میں اس کا جواب ایک اپنی ادنیٰ سی کاوش سے دوں گی کہ۔

اس برس بھی ایسے تم پیارے لگے
جیسے روح کو معطر کرتا اک کھلتا گلاب
جیسے چار سو چاندنی بکھیرتا چمکتا مہتاب
گھٹا ٹوپ تاریکی کو مات دینے والا
جیسے روشن صبح کا ابھرتا آفتاب
اس برس بھی ایسے تم پیارے لگے
سج دھج ایسی تھی جیسے ہو نئی دلہن
جسے دیکھ جھوم اٹھے میرے قلب و ذہن
تجھ پر سدا لفظوں کے موتی سجاؤں گی
کیونکہ اپنا تو ہے اک اٹوٹ بندھن
مگر اے دوست......!
اس بار انداز جدا سارے لگے
رنگ بدلے بدلے تمہارے لگے
اپنی تمام تر تبدیلی کی باوجود میری جان
مسکان کو اپنی آنکھوں کے تم تارے لگے
اس برس بھی ایسے تم پیارے لگے

تبدیلیوں نے آنچل میں مزید نکھار پیدا کیا ہے' خاص طور پر "نئی کونپلیں" بیسٹ ہے اور بیوٹی گائیڈ میں بھی ہر قاری بہن اپنے جلدی مسائل کا حل معلوم کرسکے گی تو یہ سب اچھا ہی ہے۔

۲) میرے خیال میں چینج اچھا رہے گا لیکن ہمیں تو "ہم سے پوچھیے" بھی دلچسپ لگتا ہے۔ چلیں ذرا چینج کریں اگر ہمیں اچھا لگا تو... تو چلے گا خیر ہمیں شمائل آپی سے ہم سے پوچھیے میں پوچھنا ہی اچھا لگے گا (شمائل آپی آپ نے ہمارے ساتھ ساتھ رہنا ہے)۔

۳) جو تبدیلیاں وقوع پذیر ہیں ان کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے ویسے بھی اس ماہ دوست نے دل کچھ زیادہ ہی خوش کردیا۔ ایک رنگ خوب صورت مکمل ناول دے کر (تھینکس آنچل)۔

اقراء منظور فاروقی کوٹ مومن

۱) سالگرہ نمبر 1 اور 2 دونوں ہی بہت خوب صورت تھے اور معیار پر پورے اترے جو بھی تبدیلیاں کی گئیں سب اچھی تھیں۔

۲) ہم سے پوچھیے کو تبدیل کرکے آپ نے بہت اچھا کیا کیونکہ وہ ہمارے لیے فائدہ مند نہیں ہے اس کی جگہ کوئی اچھا سا سلسلہ شروع کریں' جس سے ہمیں فائدہ پہنچے۔

۳) آنچل میں تبدیلی تو نہیں چاہیے لیکن ایک خواہش ہے اگر آپ پوری کردیں تو بہت احسان ہوگا وہ خواہش یہ ہے کہ سعدیہ امل کاشف کا قسط وار ناول آنچل میں شروع ہوا تھا "شہر چارہ گراں" وہ دوبارہ شروع کردیں' وہ میں نے مکمل نہیں پڑھا لیکن ایک قسط پڑھی تو بہت خوب صورت لگا اس لیے خواہش کی۔

ویسے تو اس سے وصل کا امکان تک نہیں
مولا! اسی کے ہاتھ کی تقدیر کر مجھے
کوئی اجنبی نہیں ہوں میری آنکھ میں اتر
میں عکس ہوں اگر کوئی تصویر کر مجھے

اسے کہنا تم لے لو
تمہارے بعد جو ہم نے کسی کا خواب دیکھا ہو
کسی کو ہم نے چاہا ہو کسی کو ہم نے سوچا ہو
کسی کی آرزو کی ہو کسی کی جستجو کی ہو
کسی کی راہ دیکھی ہو کسی کا قرب مانگا ہو
کوئی دل میں اتارا ہو جو ہم کو تم سے پیارا ہو
کوئی دل میں بسایا ہو کوئی اپنا بنایا ہو
کوئی روٹھا ہو تو ہم نے اسے رو رو منایا ہو
دسمبر کی حسیں رت میں کسی کا ہجر جھیلا ہو
کسی کی یاد کا موسم میرے آنگن میں کھیلا ہو
کسی کی بے وفائی پر کبھی یہ نین برسے ہوں
کسی سے بات کرنے کو کبھی یہ ہونٹ ترسے ہوں
کبھی راتوں کو اٹھ اٹھ کر تیرے دکھ میں نہ روئے ہوں
اسے کہنا تم لے لو.....
کبھی جگنو کبھی تارا کبھی مہتاب دیکھا ہو
اسے کہنا تم لے لو
تمہارے بعد جو ہم نے کسی کا خواب دیکھا ہو

میکال کے گھر سے واپسی کے بعد وہ فارحہ کی طرف چلی گئی تھی وہیں سے دونوں نے ...ٹگ ڈریکو کا پروگرام بنایا تھا اور اب تھکن سے چور جسم کے ساتھ وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر اوندھے منہ پڑی تھی۔

سائیڈ ٹیبل پر اس کی اور نہال حسن کی شادی کی تصویر جیسے اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ ... وہ اٹھ کر بیٹھی اور بال سمیٹ کر پیچھے کرتے ہوئے ... وہ تصویر خالی نہیں مسکرا رہا تھا ... جیسے ... بہت بڑی تمنا پوری ہوئی ہو مگر وہ خوش نہیں تھی۔ میکال حسن سے نہال حسن کی ذات تک کے اس سفر نے ... بہت بری طرح سے تھکا دیا تھا۔ کپکپاتے ہاتھوں سے نہال حسن کے مسکراتے ہوئے چہرے کو چھونے کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔

کتنا مختصر ساتھ تھا اس کا اور نہال حسن کا مگر ... وہ اس کی زندگی پر بہت گہری چھاپ چھوڑ گیا تھا۔

آنسوؤں کا سلسلہ جو شروع ہوا تو پھر زور پکڑتا چلا گیا تھا۔ نہال حسن کا خوب صورت چہرہ اب اس کی آنسوؤں کی برسات میں بھیگ رہا تھا۔ ہانیہ نے تصویر ذرا سی اوپر اٹھائی اور اپنے لب اس کے گال پر رکھ دیے۔

"آئی مس یو نہال حسن! آئی مس یو ویری مچ۔"

بہت دنوں کے بعد وہ پھر بہت رو رہی تھی مگر وہاں کوئی اسے چپ کروانے والا نہیں تھا۔ صفدر صاحب کی ڈیتھ ہوگئی تھی حسن صاحب اور ان کی بیگم انگلینڈ جا بسے تھے کمال اور ان کی بیوی عمنا کے پاس نازو اور سارا کی آگے پیچھے شادیاں ہوگئی تھیں۔ جاذب اور ہادیہ بھی پچھلے سال نیو یارک میں مقیم ہوگئے تھے مگر وہ ہزار کوشش اور اصرار کے باوجود اپنا آبائی گھر چھوڑنے پر راضی نہیں ہوئی تھی۔

عرصہ ہوگیا تھا کسی نے ہانیہ صفدر کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ نہال حسن کی ڈیتھ کے بعد تو ... گوشہ نشین ہو کر رہ گئی تھی۔ ہفتوں ... گھر سے باہر نکلتی ... روز ... کال ... کرتی تھی مگر وہ ... اٹینڈ کرتی ... نظر انداز کر جاتی۔

اکثر بیشتر مسٹر اینڈ مسز رحیم شام میں ... کی طرف چکر لگا لیتے تھے تو اس کا دل بہل جاتا تھا کل بھی تقریب سے ... وہ دونوں ... آئے ... اور ... اسے اس تقریب میں شمولیت کی دعوت دے گئے تھے۔

عرصہ ہوا ... نے اس طرح کی تقریبات میں جانا چھوڑ دیا تھا مگر مسٹر اینڈ مسز رحیم کو ... مناسب نہیں لگا ... تبھی وہ ان کے گھر چلی آئی تھی۔ مگر اسے گمان نہیں تھا کہ وہاں میکال حسن بھی ہوگا کیونکہ اس کی معلومات کے مطابق وہ پیرس میں سیٹل ہو چکا تھا اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ اگر وہ ذرا سی بھی اس کی آمد سے باخبر ہوتی تو شاید آج کی تقریب میں کبھی نہ آتی۔

خاموشی سے گہری ہوتی پرفسوں شب کے بارہ بج گئے تھے اس نے ایک نظر سامنے لگے وال کلاک پر ڈالی پھر تکیہ سیٹ کر کے لیٹ گئی۔ پچھلے کچھ دنوں سے موسم میں خنکی بڑھ گئی تھی۔

روز آفس سے واپسی کے بعد شدید تھکن کے باوجود وہ اسٹڈی روم میں گھس جاتی اور ساری ساری رات کتابوں کو چاٹتی رہتی اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کی زندگی میں قسمت صرف اندھیرے لے کر آتی ہے۔

کروٹ کے بل لیٹ کر دونوں ہاتھ بائیں گال کے نیچے رکھتے ہوئے اس کی نظر پھر اپنی اور نہال حسن کی شادی کی تصویر سے ٹکرائی تھی اس کے ساتھ وہ تمام دن جنہیں وہ کبھی یاد کرنا نہیں چاہتی تھی اس کی سوچوں میں در آئے تھے۔

تیری آہٹ
سنتی دوپہر کو شام کرتی ہے
اترتی ہے سوادِ ہجر میں کچھ اس طرح
صدائے آشنا کوئی
تجھے گھیرے اندھیرے جگنوؤں کی بے یقینی میں
رہِ منزل دکھاتی ہے
روشنی کا کام کرتی ہے

❀ ❀ ❀

جاذب اور ہادیہ کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی تھی۔ انگلینڈ جانے سے قبل میکال پھر ان کے گھر آیا تھا کل جب وہ میکال کے ساتھ ... گھر واپس آئی تھی اسی روز ناشتے کے بعد اس نے ہادیہ کو ساری بات بتا دی تھی۔ کل رات جو کچھ میکال نے ... کے ساتھ کیا تھا وہ چاہتے ہوئے بھی ہادیہ سے چھپا نہیں سکی تھی جواب میں ہادیہ نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ ... ماضی کی محبت کو نظر انداز کرنے ... اس کے ساتھ نئے تعلق کو خوش گوار بنانے ... مگر ہانیہ ... اس کی بات پر کان دھرنے کو تیار نہیں تھی۔

... میکال حسن کے الفاظ اسے سانپ بچھو بن کر کاٹتے تھے۔ اسی روز شام میں جب وہ ہادیہ کے ساتھ رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی وہ پھر آ دھمکا تھا۔ جاذب گھر پر نہیں تھا تاہم صفدر صاحب اور ان کی بیوی ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے نیوز سن رہے تھے جب وہ وہیں ٹی وی لاؤنج میں چلا آیا۔

"السلام علیکم انکل اینڈ آنٹی! کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام بیٹے! بڑی لمبی عمر ہے تمہاری ابھی تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔"

"خیریت؟"

"ہوں! تمہاری آنٹی تمہارا ذکر کر رہی تھیں۔" صفدر صاحب نے بتایا تھا جواب میں وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"ذکر خیر تو نہیں ہو رہا ہوگا ہے ناں؟"

"نہیں بھئی ایسی کوئی بات نہیں بہت تعریف کر رہی تھیں تمہاری ہادیہ بتا رہی تھی کہ تم انگلینڈ جا رہے ہو؟"

"جی انکل! اصل میں کافی عرصہ وہاں رہا ہوں تو بہت سی چیزیں ہیں جنہیں صرف میں ہی ہینڈل کر سکتا ہوں۔ سوچ رہا ہوں سب کچھ کلوز کر کے پاکستان آ جاؤں پکا پکا پھر کمال بھائی کے سپرد کر آؤں۔"

"اچھی بات ہے واپس کب تک آؤ گے؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتا یہ تو وہاں جا کر ہی پتا لگے گا۔"

"کچھ بھی ہو لیکن سارا کام نپٹا کر فوری واپس آؤ کیونکہ جاذب اور ہادیہ کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی ہے اور تمہارا اس موقع پر یہاں ہونا بہت ضروری ہے۔"

"میں کوشش کروں گا انکل! ان شاء اللہ آپ پریشان نہ ہوں۔" اس کے چہرے اور آنکھوں میں بشاشت تھی صفدر صاحب کو پہلی بار وہ بہت خوش دکھائی دیا تھا تبھی وہ مطمئن سے مسکرا دیے تھے۔

ہانیہ تھوڑی دیر بعد ہادیہ کے مجبور کرنے پر چائے لے کر آئی تو وہ صفدر صاحب سے کہہ رہا تھا۔

"دراصل میں انکل میں ہانیہ کے ساتھ باہر ڈنر کرنا چاہ رہا تھا اگر آپ کی اجازت ہو تو۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں بھئی بیوی ہے تمہاری کوئی گرل فرینڈ تھوڑی ہے جو اجازت مانگ رہے ہو۔" میکال کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی انہوں نے اجازت دے ڈالی تھی۔

ہانیہ محض انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"ایم سوری پاپا! میرے سر میں درد ہو رہا ہے میں اس وقت کہیں بھی جانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"بُری بات ہانیہ! میکال کل انگلینڈ جا رہا ہے پتا نہیں کب واپسی ہو' چلو اٹھو شاباش تیار ہو کر آؤ' میں اس وقت تمہارا انکار سننے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"مگر پاپا......"

"کوئی اگر مگر نہیں' چلو اٹھو شاباش! اور پانچ منٹ میں واپس آؤ۔"

وہ آرمی سے وابستہ رہے تھے اور یہ چیز ان کے اندر جیسے رچ بس گئی تھی۔ ہانیہ بے حد ہرٹ ہو کر وہاں سے اٹھی تھی کتنے دکھ کی بات تھی کہ سب کچھ جاننے کے باوجود وہ میکال کو سر آنکھوں پر بٹھا رہے تھے اور اس کی اب بھی وہی اہمیت تھی۔

بے بس لاچار

اگلے بیس منٹ میں وہ انہی کپڑوں میں بال سیدھے کر کے آ گئی تھی۔ میکال اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے انکل! ہم اب نکلتے ہیں گھر واپسی پر مجھے پیکنگ بھی کرنی ہے اس لیے معذرت مزید نہیں بیٹھ سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں' ہانیہ کا خیال رکھنا۔"

"ان شاءاللہ' اللہ حافظ۔"

صفدر صاحب سے ہاتھ ملا کر ذکیہ بیگم سے پیار لیتے ہوئے وہ فوراً گھر سے باہر نکل آیا۔ جب کہ ہانیہ کو ہادیہ کندھوں سے تھام کر باہر لائی تھی۔ اس کے جانے کے بعد صفدر صاحب نے گہری سانس بھرتے ہوئے ذکیہ بیگم سے کہا۔

"میں جانتا ہوں ہانیہ میرے فیصلوں سے خوش نہیں ہے مگر وہ نہیں جانتی ذکیہ کہ جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں وہاں سو فیصد لڑکے کے گلٹی ہونے کے باوجود دن رات بچی کے ماں باپ ہاتھ باندھے اپنے سمدھیوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں صرف اس لیے کہ بس ان کی بیٹی کا گھر آباد رہے چاہے وہ وہاں سولی پر ہی کیوں نہ چڑھی ہو' بس اس کے آباد رہنے کا بھرم قائم رہے کیونکہ وہ جانتے ہیں اگر کسی بھی وجہ سے [illegible]

نے ہاتھ بڑھا کر ان کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

ہانیہ باہر میکال کی گاڑی میں آ کر بیٹھی تو سرد ہواؤں نے بے ساختہ اسے کپکپانے پر مجبور کر دیا۔ میکال نے بس ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔

ریسٹورنٹ تک دونوں خاموش رہے' تاہم جس وقت اس نے کھانا آرڈر کیا اس نے ہانیہ کو مخاطب کیا۔

"مجھے کھانے میں تمہاری پسند کا علم نہیں ہے پلیز تم جو بھی کھانا چاہو منگوا سکتی ہو۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے آپ بھی لے آئیں پلیز۔" ہانیہ سے توجہ ہٹا کر اس نے ویٹر کو وہی ڈشز اوکے کر دی جو اس نے پسند کی تھیں وہ سر ہلا کر واپس مڑ گیا۔

"ابھی تھوڑی دیر میں یہاں رحیم صاحب اور پاپا بھی آنے والے ہیں۔ اسی لیے تمہارے نا چاہنے کے باوجود میں تمہیں یہاں لے آیا کیونکہ انہیں ہمارے اختلافات کی خبر نہیں ہے۔"

"کس کس سے اپنے اختلافات کو چھپاتے پھریں گے مسٹر میکال حسن صاحب! ایک نہ ایک دن تو دنیا کو پتا چل ہی جائے گا کہ ہمارے رشتے کی حقیقت کیا ہے۔"

"ہوں مگر دنیا کو پتا چلنے سے قبل ہی میں اس رشتے کو مضبوط کر لوں گا۔" مخمور لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہانیہ کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

"میں مانتا ہوں تم مجھ سے بہت ناراض ہو یقیناً مجھے معاف کرنے کا بھی تمہارا کوئی پروگرام نہیں مگر میں پھر بھی تم سے ملے بغیر یہاں سے جانا نہیں چاہتا۔"

"مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکالتے ہوئے اس نے رخ پھیر لیا۔

"جانتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ اس شادی کے لیے دل سے رضا مند نہیں تھیں' سادہ اور ماڑہ کے تیئں تمہارا اور نہال کا آپس میں پسندیدگی کا رشتہ تھا شاید اس نے پاپا کے سامنے اس کا اظہار بھی کیا تھا۔ اسی لیے میں جب تک تم میرے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھو کیونکہ میں خود بہت خود غرض انسان ہوں۔ عائشہ ازہان کو کھونے کے بعد زندگی بہت بے رنگ سی ہو کر رہ گئی ہے میرے لیے' تم خود سوچو ایک انسان جو

پہلے ہی ٹوٹا ہوا ہو کیا اسے کوئی منتشر فرد سکون دے سکتا ہے؟"

"میں منتشر نہیں ہوں نہ ہی مجھے اس چیز میں کوئی دلچسپی ہے کہ عائشہ ازہان آپ کے لیے کیا تھی کیا نہیں تھی۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں ایک برتے ہوئے انسان کے ساتھ اپنی خوب صورت زندگی کا سفر شروع کرنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک ایسا انسان جس کے پاس آپ کو دینے کے لیے نہ خاص خواب ہوں نا جذبے' میری پسند ایسا انسان نہیں تھا اسی لیے میں نے اس شادی سے انکار کیا تھا' مجھے نہیں پتا نہال کے دل میں میرے لیے کیا ہے کیا نہیں ہے مگر میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ ایک بہترین انسان ہے' رشتوں کو برتنے اور ان کی قدر کرنے کے معاملے میں وہ آپ سے کئی درجے بہتر انسان ہے۔" رخ پھیرے وہ قدرے جذباتی ہو گئی تھی۔ میکال یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

"اور ہاں یہ شادی میں نے بھی ویسے ہی مجبور ہو کر کی تھی جیسے آپ نے مجبور ہو کر کی ورنہ عائشہ ازہان کے عاشق میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی پھر بھی صرف اپنے ماں باپ کی عزت رکھنے کے لیے' انسانی ہمدردی کے تحت میں نے آپ کو اپنا ہم سفر قبول کیا۔ میرا خیال تھا کہ شاید آپ کا اعتبار جیت کر میں آپ کی کھوئی ہوئی خوشیاں آپ کو دوبارہ لوٹا سکوں گی مگر یہ میری بھول تھی' کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے ساتھ

ہمدردی بھی نہیں کی جا سکتی اور آپ کا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے مسٹر میکال! میں اب تک خاموش ہوں تو صرف جاذب اور ہادیہ کی خوشیوں کے لیے ورنہ آپ جیسے پراگندہ سوچوں کے مالک شخص کے ساتھ میں چند گھڑیاں گزارنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ شادی ضرور کی ہے میں نے مگر اس شادی کے بدلے میں اپنے کردار اور اپنی عزتِ نفس کا سودا نہیں کیا میں نے بہرحال میں اب چلتی ہوں اس سے پہلے کہ پھر موسم خراب ہو جائے اور مجھے زبردستی آپ کے ساتھ آپ کے گھر جانا پڑے' مسٹر اینڈ مسز رحیم کو میری طرف سے معذرت کہہ دیجیے گا۔"

دل کا غبار نکال کر اپنی بے عزتی کا بدلا اچھی طرح چکانے کے بعد وہ بنا میکال کے جذبات کا خیال کیے کرسی پیچھے کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی' جب ہی ویٹر کھانا لے آیا تھا۔

"کھانا کھا کر جاؤ ہانیہ! پھر میں تمہیں خود تمہارے گھر ڈراپ کر آتا ہوں۔" ویٹر کے سامنے سبکی کے احساس سے اس نے ہانیہ کا ہاتھ تھام لیا وہ بھی موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے چپ چاپ بیٹھ گئی۔

"میں جانتا ہوں تم بہت خوددار اور انا پرست ہو' میرا خدا جانتا ہے میں عورت کی عزت اور احترام کا دل سے قائل ہوں۔ میرے دل میں تمہارے لیے کچھ بھی غلط نہیں ہے' میں

نے جو کچھ بھی تم سے کہا وہ وہی تھا جو سارا اور مائرہ نے سنا' بہر حال میں تمہیں قطعی مجبور نہیں کروں گا کہ تم میرے جیسے برتے ہوئے شخص کے ساتھ زبردستی زندگی گزارو میں اپنی برباد زندگی کے لیے کسی کی بھی ہمدردی کا متمنی نہیں ہوں میرا وعدہ ہے تم سے تم جب بھی مجھ سے رہائی چاہو گی میں تمہیں آزاد کردوں گا۔" ٹھہرے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہتا وہ ہانیہ کو ساکت کرگیا۔ کیا واقعی اس شخص کے لیے تعلق بنانا اور پھر انہیں ختم کردینا اتنا ہی آسان تھا؟

"چلو اب کھانا کھاؤ پلیز پھر چلتے ہیں۔" بنا ہانیہ کے چہرے پر نگاہ ڈالے وہ کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ ہانیہ خاموشی سے سر ہلا کر رہ گئی۔

آدھ گھنٹے کے بعد بنا کچھ کھائے وہ گھر واپسی کے لیے میکال حسن کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ دل کو چھو لینے والی سبک رو ہوا سے ہانیہ کا اڑتا آنچل میکال کے ساتھ اس کے سفر کو حسین بنا رہا تھا تاہم وہ دونوں چپ تھے۔

ہلکی ہلکی بوندا باندی جوان کے ریسٹورنٹ سے نکلنے کے ساتھ ہی شروع ہوچکی تھی اب آہستہ آہستہ تیز بارش کی صورت اختیار کرگئی۔ میکال کے لیے ڈرائیونگ میں مشکل پیش آنے لگی' تیزی سے کام کرتا وائپر بھی سامنے روڈ کو کلیئر کرنے میں ناکام ثابت ہورہا تھا' تبھی سنسان روڈ پر ایک دم سے گاڑی بند ہوگئی۔

"او مائی گاڈ! اسے بھی ابھی بند ہونا تھا۔" اسٹیئرنگ وہیل پر ہلکا سا مکا رسید کرتے ہوئے میکال نے اپنے غصے کا اظہار کیا' وہ گھبرا گئی۔

"کیا مطلب؟ کیا گاڑی اب نہیں چلے گی؟"

"پتا نہیں دیکھتا ہوں۔"

اسے تسلی دے کر وہ گاڑی سے باہر نکل آیا۔ ہانیہ منہ ہی منہ میں مختلف قرآنی آیات کا ورد کرنے لگی۔ موبائل کے سگنل بھی خراب موسم کی وجہ سے کام نہیں کررہے تھے اوپر سے بجلی کی کڑک الگ دل دہلا رہی تھی۔ تقریباً آدھ گھنٹہ انجن پر جھکا رہنے کے بعد وہ گاڑی میں واپس آیا۔

"سوری ہانیہ گاڑی کا انجن کام نہیں کررہا' ہمیں کسی دوسری سواری کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کیا لیکن اتنی سنسان جگہ پر کوئی دوسری سواری کیسے ملے گی؟"

"مل جائے گی ان شاء اللہ! تمہیں ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں' میں ہوں ناں تمہارے ساتھ؟" ہانیہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے کچھ اس اپنائیت سے کہا کہ اس کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"مجھے اس موسم سے بہت ڈر لگتا ہے اتنی زور سے بادل گرج رہے ہیں اگر اس گاڑی پر بجلی گر پڑی تو؟"

"ہاہاہا! تو کیا اکٹھے جی تو نہیں سکے کم از کم اکٹھے مر تو جائیں گے۔"

"مگر میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔"

"کیوں؟"

"ابھی کوئی نیکی جو نہیں کی ہے میں نے۔" اتنی معصومیت سے اس نے کہا کہ وہ بے ساختہ ہنس پڑا' وہ لڑکی اندر سے کتنی سادہ اور معصوم تھی۔

"اوکے ہم ایسا کرتے ہیں گاڑی کو لاک کرکے یہیں رہنے دیتے ہیں اور خود کسی محفوظ جگہ پر پہنچ کر موسم کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرتے ہیں؟" ہانیہ کا ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ خاموشی سے سر ہلا گئی۔

ہانیہ بھی ڈرتے ڈرتے اس کے پیچھے باہر نکل آئی تو میکال نے گاڑی لاک کردی۔ موسم کی شدت میں مزید اضافہ ہورہا تھا وہ دونوں تیز بارش میں بھیگتے قریب ہی ایک پرانی سی دکان کے شیٹر کے نیچے کھڑے ہوئے۔

"پاکستان کے لوگوں کی طرح پاکستان کے موسموں کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے' پل میں کیا سے کیا ہوجاتے ہیں۔" کوٹ سے پانی جھاڑتے ہوئے اس نے ایک نظر اوپر آسمان کی طرف دیکھا تھا' ہانیہ خاموش کھڑی رہی۔

گزرتے ہر لمحے کے ساتھ بارش کی شدت میں اضافہ ہورہا تھا اور اس کے ساتھ ہی سردی کا احساس بھی بڑھتا جارہا تھا تاہم یہاں بہتری کی فی الحال کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ تبھی میکال کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"دعا کرو خیریت سے گھر پہنچ جائیں یہاں اس روڈ پر آگے روڈ بہت ویران اور [illegible] ہوتی ہیں۔" وہ سنجیدہ تھا ہانیہ کو زور سے جھٹکا بھی اس نے ڈر کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہوں سچ کہہ رہا ہوں اسی لیے میں نے گاڑی میں بیٹھے رہنے کو ترجیح نہیں دی۔

"اگر آپ کو یہ سب پتا تھا تو آپ کو اس ٹائم گھر سے نہیں نکلنا چاہیے تھا۔ پتا تو ہے شہر کے حالات کا اور میں تو آنا بھی نہیں چاہتی تھی آپ کے ساتھ مگر ہمیشہ کی طرح آپ زبردستی ساتھ لے آئے اب اگر کچھ ہوا تو میں آپ کو معاف نہیں کروں گی۔"

"پہلے کب کررہی ہو؟" بے نیازی سے ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں گھساتے ہوئے اس نے سامنے روڈ پر نظر دوڑائی تھی۔

ہانیہ لب بھینچ کر رہ گئی' سردی کی شدت سے اس کا سارا جسم کپکپا رہا تھا۔ ہونٹ جیسے نیلے ہورہے تھے' اوپر سے بارش کی ترچھی بوندوں نے اچھی طرح بھگو ڈالا تھا۔ وہ میکال پر اپنا حال ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی مگر جسم کی کپکپاہٹ اور نیلے ہوتے ہونٹوں نے اس کا بھید کھول دیا تھا۔

"سردی لگ رہی ہے؟" میکال کا ہاتھ اس کے کندھے پر آیا تو اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تو پھر کپکپا کیوں رہی ہو اور یہ اپنے ہونٹوں کو دیکھو کیسے نیلے ہورہے ہیں؟"

"بس اوکے۔"

"نہیں سب ٹھیک نہیں ہے' پتا نہیں موسم کب ٹھیک ہو' تم زیادہ دیر مزید کھڑی بھی نہیں رہ سکتیں۔ میں دیکھتا ہوں شاید یہاں کوئی بیٹھنے کی جگہ ہو۔"

نرمی سے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے وہ مڑ گیا۔ ہانیہ نے دونوں بازو اپنے کندھوں کے گرد لپیٹ لیے' تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ دوبارہ اس کے پاس آیا۔

"چلو۔"

"کہاں؟"

"شوہر ہوں تمہارا کہیں بھی لے جاسکتا ہوں فی الحال [illegible] شاید کچھ روز پہلے تک کوئی وہاں اپنا گھوڑا [illegible] خراب موسم میں فی الحال یہ [illegible]"

"آپ کے ساتھ [illegible] کسی جگہ پر نہیں بیٹھ سکتی [illegible] بھی نہ [illegible] جاسکے۔"

"[illegible] تھوڑی سی خشک گھاس ہے [illegible] موسم کے تیور دیکھ رہی ہو موبائل کام نہیں کررہا روڈ [illegible] خطرناک ہے۔ خدا نہ کرے ابھی ہمیں یہاں کھڑے دیکھ کر کوئی اسلحہ لے کر آگیا تو کیا کریں گے۔ میں تو خیر بھاگ بھی لوں گا مگر تم سے تو بھاگا بھی نہیں جائے گا۔"

"اللہ نہ کرے کہ ایسا کچھ ہو۔"

"ٹھیک ہے تو تم کھڑی رہو یہیں میں جارہا ہوں' مجھ سے تو مزید ٹھنڈ برداشت نہیں ہورہی۔" یہ کہتے ہوئے وہ پلٹ گیا مگر ہانیہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی وہیں کھڑی رہی لیکن کب تک؟

میکال کی باتیں واقعی نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھیں۔ اوپر سے بارش تھی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی چار پانچ منٹ میکال کا مزید انتظار کرنے کے بعد وہ بھی اس کے پیچھے ہی اس کھلے سے ہال نما کمرے میں چلی گئی جہاں سیمنٹ کے فرش پر کچھ خالی پانی کی بوتلیں اور قدرے خشک گھاس کا ڈھیر پڑا تھا۔ میکال نے وہ گھاس پھیلا کر بڑے مزے سے اپنے لیے بستر کا انتظام کرلیا تھا۔

ہانیہ ایک نظر اس پر ڈالتی سائیڈ پر بیٹھ گئی' پتا نہیں اس کے گھر والے اس کے لیے کتنے فکر مند ہوں گے یہی خیال اسے بار بار پریشان کررہا تھا۔ بادل اتنی زور سے گرج رہے تھے کہ وہ دل کو رہ رہ جاتی' رہ رہ کر اسے میکال پر غصہ آرہا تھا جو اسے ضد کرکے زبردستی اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ دوسری طرف اس کی

> غزل
>
> زندگی سے نظر ملاؤ کبھی
> ہار کے بعد مسکراؤ کبھی
> ترکِ الفت کے بعد امیدِ وفا
> ریت پر چل سکی ہے ناؤ کبھی
> اب جفا کی صراحتیں بے کار
> بات سے بھر سکا ہے گھاؤ کبھی
> شاخ سے موجِ گل تھمی ہے کہیں
> ہاتھ سے رک سکا بہاؤ کبھی
> اندھے ذہنوں سے سوچنے والوں
> حرف میں روشنی ملاؤ کبھی
> بارشیں کیا زمین کے دکھ بانٹیں
> آنسوؤں سے بجھا الاؤ کبھی
>
> بشریٰ امین .... جاہی نہالہ

نکٹ نہ ملنے ہونے کا بھی افسوس تھا' اچھا ہی تھا کہ وہ انگلینڈ چلا جاتا اور وہ پُرسکون ہو جاتی۔

بارش کی شدت کے ساتھ ہی ہوا میں بھی تیزی آ گئی تھی' طوفانی ہوا کے جھکڑ اسے برف بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ اوپر سے بدن کے ساتھ چپکے گیلے کپڑوں نے عجیب مصیبت میں مبتلا کر رکھا تھا۔

میکال دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھے گھٹنے پیروں سے ساتھ بڑے مزے سے بے شکن آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا ہانیہ کی جان پر بنتی جا رہی تھی مگر اسے جیسے پرواہ ہی نہیں تھی۔

کچھ ہی دیر میں اس نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لیں تو وہ خود بخود اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

"سنو..." میکال کا بازو ہلاتے ہوئے اس نے اسے جگایا۔

"ہوں۔"

"آپ نے کہا تھا یہ خطرناک جگہ ہے کیا یہاں کوئی اسے لے کر نہیں آئے گا؟"

"نا تو نہیں چاہیے مگر کچھ کہہ بھی نہیں سکتا' نیز تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ہے ناں ہمارے ساتھ اور پھر تم کوئی بکی تھوڑی ہو میں ہوں ناں۔" اس کے پریشان ہونے پر اس نے تسلی دی مگر جواب میں ہانیہ نے خاصی ناراض نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا' جیسے کہنا چاہ رہی ہو ہاں دیکھ رہی ہوں میں کتنے تم میرے ساتھ ہو۔

"چلو لیٹ جاؤ میرے ساتھ' شاباش!" اگلے ہی پل اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنے اوپر گرا لیا۔

"کم از کم آج کی رات گھر واپسی ممکن نہیں ہے' تم سمجھو ہم ہنی مون ٹرپ پر آئے ہوئے ہیں' ایڈونچر سے بھرپور ٹرپ پر۔" اپنی ہی ترنگ میں کہتے ہوئے اس نے ہانیہ کے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت خاصی سخت کر دی تھی وہ محض پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔

"مجھے آپ کے ساتھ زندگی نہیں گزارنی میکال حسن' چھوڑ دیں مجھے۔"

"میرے ساتھ ہی زندگی گزرے گی تمہاری' لکھ کر رکھ لو۔" اب کے اس نے اسے اپنے پہلو میں گرا لیا۔

"وہ سارے خواب جو میں نے عائش کے حوالے سے دیکھے تھے ان خوابوں کی تعبیر تم ہو گی ہانیہ! یہ ٹھیک ہے کہ میرے دل کا ایک کونا اس لڑکی کی محبت سے ہمیشہ آباد رہے گا' مگر یہ بھی سچ ہے کہ مجھے تمہاری بددعا لگ گئی ہے۔ میں جو تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتا تھا' خالق کائنات نے مجھے بے بس کر کے یک ایک جنگل میں میرے بے سکون رکھ دیا ہے۔"

"سوری! مگر میرے دل میں اب آپ کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں' جس خالق و مالک نے مجھے تمہارے معاملے میں بے بس کیا ہے یقیناً وہی تمہارے دل میں میرے لیے بھی ضرور محبت ڈالے گا' میں اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔" پُریقین لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہانیہ کا سر اپنے بازو پر رکھا تبھی پہلی بار اس نے اس کی آنکھوں کو دیکھا تھا۔ دمکتے ستاروں کی مانند جگمگاتی ہوئی بے حد حسین آنکھیں' وہ جھکا اور انتہائی محبت سے اپنے لب ان ستاروں پر ثبت کیے تھے۔

"میکال میں..." ہانیہ کسمسائی مگر میکال نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"شش... کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے' اپنے ہونٹ دیکھو کتنے نیلے ہو رہے ہیں۔" سرگوشیانہ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہانیہ کے لبوں پر انگلی پھیری اور ساتھ ہی اس کی صبیح پیشانی سے چپکے بال ہٹا دیے۔ وہ اٹھنا چاہتی تھی مگر میکال نے اسے ایسا کوئی موقع نہیں دیا۔ وہ جھکا اور اپنے ہونٹ ہانیہ کے لبوں پر رکھ دیے۔ ہانیہ کو لگا جیسے اب اس کا دل دھڑکن بھول گیا ہو تبھی میکال کو پیچھے دھکیلتے ہوئے وہ اٹھی اور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ مزید تذلیل نہیں کر سکتے میکال حسن!" زیر و بم ہوتی سانسوں کے ساتھ اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں' مگر وہ مسکرا دیا۔

"ہوں مگر پیار تو کر سکتا ہوں ناں؟"

ادھر جیسے اس کے غصے کا کوئی اثر ہی نہیں تھا وہ بے بسی سے نم آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتی رہ گئی یوں لگتا تھا جیسے برستے موسم نے اسے بے بس کر ڈالا ہو تبھی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہانیہ صفدر کے گرد بازو ٹکاتے ہوئے وہ پھر اس پر جھکا اور اس بار اس نے اس کی گردن کو نشانہ بنایا تھا۔ ہانیہ مزاحمت کرنا چاہتی تھی مگر... ایک مرتبہ پھر اس کی ہمت

جواب دے گئی تھی ایک مرتبہ پھر میکال حسن نے اسے شکست دے ڈالی تھی۔

اگلے روز صبح میکال کی آنکھ کھلی تو وہ اس جگہ پر نہیں تھی شاید نہیں یقیناً وہ اس سے بہت زیادہ خفا ہو چکی تھی وہ مسکرایا اور اگلے ہی پل اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

بارش تھم چکی تھی مگر سرد ہواؤں کے تھپیڑوں کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔ ہانیہ سڑک کی طرف رخ کیے کھڑی تھی اور زیر لب مسکراتا اس کے برابر میں آ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم صبح بخیر!" اس کے سلام پر وہ چونکی مگر رخ نہیں پھیرا۔

"آپ کی حسرتیں اگر پوری ہوگئی ہوں تو چلنے کی تیاری کریں میں اپنے گھر والوں کو اس سے زیادہ اذیت نہیں دے سکتی۔" بنا اس کے سلام کا جواب دیے وہ بے رخی سے بولی۔ میکال اسے دیکھتا رہ گیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میرے گھر والے سکون سے بیٹھے ہوں گے؟"

"مجھے نہیں پتا میں اس وقت آپ سے بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں یقیناً موبائل کام کر رہا ہوگا۔" اس کے خراب موڈ کے پیش نظر وہ فوراً ہی گاڑی کی طرف بڑھا۔ اگلے تیس منٹ میں جاذب کی گاڑی ان دونوں کے مقابل تھی۔ ننھیال شہر میں نہیں تھا ورنہ وہ اسے ہی بلواتا ہانیہ کو جاذب کے ساتھ رخصت کرنے کے بعد وہ اپنے گھر چلا آیا۔

اگلے دو روز کے بعد وہ انگلینڈ چلا آیا جب کہ ہانیہ شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوگئی تھی۔ دو ماہ اسی میں گزر گئے نہ اس نے کبھی ہانیہ کو فون کر کے اس کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش کی نہ ہانیہ نے ہی کبھی اسے یاد کیا انہی دنوں ایک دوست کے بے حد اصرار پر اس نے ماڈلنگ شروع کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ بے حد وجیہہ ہے مگر اپنی خوب صورتی اور وجاہت کو کیش کرنے کا خیال اسے کبھی نہیں آیا تھا تاہم انگلینڈ میں قیام کے دوران قریبی پاکستانی دوست کے اصرار پر بہ امر مجبوری وہ اسے انکار نہ کر سکا اور اس نے ایک کمرشل کر لیا ہانیہ جو بری طرح شادی کی تیاریوں میں مصروف تھی اسے ٹی وی پر دیکھ کر دنگ رہ گئی۔

پہلی بار میکال حسن نے ساتھ کسی دوسری لڑکی کو چپکے

ہوئے دیکھ کر اس کا دل جلا اور وہ کڑھ کر رہ گئی اس کے بعد ہر لمحہ جیسے اس پر عذاب بن کر آیا تھا۔ میکال حسن کو وہ کھو چکی تھی مگر اسے تسلیم کرنے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ مصروفیات کے باوجود وہ پریشان رہنے لگی تھی۔

پچھلے ایک ہفتے سے اس کی طبیعت ناساز تھی مگر اس روز تو حد ہی ہوگئی تھی اچھی بھلی وہ کچن میں چائے بنانے گئی کہ زور کے چکر نے اسے چکرا کر رکھ دیا۔ ہادیہ اگر اسے فوری طور پر نہ تھام لیتی تو اس کا گر جانا یقینی تھا۔ اسی روز ہانیہ کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئی اور وہیں اسے ہانیہ کے حاملہ ہونے کی خوش کن خبر ملی تھی۔

مارے خوشی کے اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے تاہم ہانیہ خوش نہیں تھی اس کے لبوں کو جیسے چپ لگ گئی تھی۔ ہادیہ نے اس کے منع کرنے کے باوجود سب کو اس خوش خبری سے آگاہ کر دیا تھا۔ میکال کو بھی اسی نے خبر دی تھی جو ازحد مسرور ہوا تھا حسن صاحب اور ان کی بیگم کی خوشی بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

اگلے روز ہادیہ کا مایوں تھا ہانیہ منہ سر لپیٹے پڑی تھی کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا تاہم بیگم حسن کی ڈانٹ پر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے کپڑے تبدیل کرنے پڑے تھے۔ ہادیہ نے زبردستی پکڑ کر ہلکا پھلکا میک اپ بھی کر دیا۔

مسز رحیم بھی جلد ہی پہنچ گئی تھیں ہانیہ مصروفیات کے باوجود نہیں کھسک دیتی رہی تبھی ہادیہ نے اسے بلا لیا تھا۔

"ہانی...!"

"ایکسکیوزمی! میں ذرا ہادیہ کی بات سن آؤں۔" مسز حسن کو مسز رحیم کے پاس بیٹھا چھوڑ کر وہ ہادیہ کے پاس [illegible]۔

"ہوں۔"

"میرے گجرے کہاں رکھے ہیں؟"

"مجھے کیا پتا؟ میں نے تو تمہارے سپرد کر دیے تھے"

"یار مجھے نہیں مل رہے [illegible] رسم شروع ہو جائے [illegible] میرے کمرے سے [illegible] پلیز"

"تم بھی ناں ہادیہ! ایک دم سے پاگل اور فضول [illegible] مجھے اس حال میں چکر پر چکر لگوا رہی ہو۔"

"[illegible] نہیں ہوتا ابھی شروع [illegible] ورزش [illegible] کرو۔" وہ ہنسی تو ہانیہ اسے گھور کر رہ گئی۔

گجرے ہادیہ کے کمرے میں [illegible] تھے نہیں وہاں

سے اٹھا کر وہ بھی سیڑھیوں کی طرف آ رہی تھی کہ اچانک لائٹ چلی گئی پھر اس سے پہلے کہ کوئی جنریٹر آن کرتا کسی نے [illegible] ہانیہ کو تاریک راہداری میں کھینچ لیا۔ وہ چیخنا چاہتی تھی مگر کھینچنے والے کا ایک ہاتھ قطعی مضبوطی سے اس کے منہ پر جما تھا۔ ہانیہ کی جان پر بن گئی اگلے ہی پل جنریٹر آن ہوا اور اس کے ساتھ ہی ہانیہ کو کھینچنے والے کا چہرہ بھی۔

"کیسی ہو؟" جونہی ہانیہ نے سر اوپر کر کے اس کا چہرہ دیکھا وہ مسکرا دیا۔

"چھوڑو مجھے۔" وہ بری طرح گھبرائی مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

"کیوں چھوڑوں؟ اتنے دنوں کے بعد تو ملی ہو اب بھی چھوڑ دوں؟"

"یہ کون سا طریقہ ہے ملنے کا ابھی کوئی اوپر آ گیا تو؟"

"تو آ جائے میں کسی سے نہیں ڈرتا ویسے بھی شوہر ہوں تمہارا کوئی روک تھوڑی سکتا ہے ملنے سے۔"

"میکال پلیز"

"سوری!" کندھے اچکاتے ہوئے اس نے اس کی درخواست رد کر دی۔

"ہانیہ!" اسے پکارتے ہوئے کوئی اوپر آیا تھا۔ ہانیہ کا دل تیزی سے دھڑکا تھا مگر میکال اسے آزاد کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"چھوڑیں پلیز میں اس وقت آپ سے مزاحمت کرنے [illegible] میں نہیں ہوں۔"

"[illegible] اچھی بیویوں کو مزاحمت کرنی بھی [illegible]"

[illegible] سے پکار رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ [illegible] خود کو چھڑوایا اور [illegible] کر [illegible] قریب [illegible]

[illegible]

[illegible] آوازیں دے رہا ہوں۔" وہ [illegible] ہانیہ شرمندہ ہوگئی۔

[illegible] گجرے [illegible] رہے تھے [illegible]

[illegible] کیوں پھولی ہوئی ہے؟"

[illegible]

"اچھا چلو جلدی آ جاؤ ہادیہ بلا رہی ہے۔" اسے تلقین کرتے ہوئے وہ وہیں سیڑھیوں کے دہانے سے ہی واپس پلٹ گیا تھا۔ ہانیہ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک نظر پیچھے پلٹ کر میکال حسن کو دیکھنے کے بعد تیزی سے سیڑھیاں اتر آئی۔

"کہاں رہ گئی تھیں؟" ہادیہ اسے دیکھتے ہی غصے ہوئی وہ سر جھکا گئی۔

"وہ... میکال نے پکڑ لیا تھا اوپر۔"

"ہیں... یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں۔"

"لیکن وہ انگلینڈ سے کب آیا؟"

"مجھے کیا پتا میں تو خود شاکڈ رہ گئی تھی۔"

"اچھا کیا کہہ رہا تھا؟"

"کچھ نہیں فلمی رومینس جھاڑ رہا تھا۔"

"تمہاری پریگننسی کا سن کر آیا ہوگا، تو یہ... تو میرا دل کہتا

ہو گیا ہے تم سے محبت ہو گئی ہے ہانیہ!"

"ہائی فٹ... میں نے بنی ہوئی محبتوں کا چار ہیں شہزادہ۔

"ایسا نہیں کہتے ہانیہ! محبت کسی کی جاگیر نہیں ہے جو بٹ سکے، یہ تو ریاست کی طرح ہے، جس پر بھی کوئی حکمران ہوتا ہے تو کبھی کوئی... میکال حسن کا دل بھی جمہوریت ہے، جس پر کل کسی عائشہ، ربان کی حکومت تھی مگر آج اس دل پر تمہاری حکومت ہے۔"

"اور کل... میرے مرنے کے بعد کسی اور کی حکومت ہوگی۔"

"شٹ اپ! میری سمجھ میں نہیں آتا تم ہمیشہ منفی ہی کیوں سوچتی ہو۔"

"کیوں کہ میں پاگل ہوں اس لیے اب برائے کرم تم یہ پروفیسری بند کرو اور جلدی سے جا کر اسٹیج پر بیٹھو تاکہ رسم شروع کی جائے۔" منہ بنا کر کہتے ہوئے وہ ہادیہ کا ہاتھ پکڑ کر اسٹیج کی طرف لے آئی تھی جہاں جاذب بڑی شان سے بیٹھا میکال حسن کے ساتھ گپیں لگا رہا تھا۔

"لو جی ایک نہ شد دو شد۔" ہادیہ کی نظر جونہی سامنے پڑی وہ بولے بغیر نہ رہ سکی جب کہ ہانیہ آہستہ سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"چلو تم بیٹھو میں آتی ہوں ابھی۔"

"کیوں... تم کہاں جا رہی ہو؟"

"ٹافیاں بٹ رہی ہیں محلے میں وہ لینے جا رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میرے لیے بھی لے آنا۔" ہانیہ کے گھورنے پر وہ مسکرائی تو ہانیہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔ سامنے بیٹھے میکال حسن نے اس منظر کو بہت دلچسپی سے دیکھا تھا۔

تیل چڑھ رہا تھا۔ خاندان کی تمام خواتین اسٹیج کے گرد اکٹھی ہوئی خوش گپیوں میں مصروف تھیں جب کہ ایک طرف مرد حضرات کا ٹولہ اپنی گپ شپ میں مصروف تھا۔ ہانیہ بھی اسٹیج کے قریب ہی کھڑی تھی تبھی میکال نے چپکے سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"کیسی ہو؟" بظاہر وہ سامنے دیکھ رہا تھا مگر اس نے ہانیہ کے کان میں سرگوشی کی تھی وہ ٹپٹا گئی۔

"ٹھیک ہوں، ہاتھ چھوڑیں میرا۔"

"چھوڑنے کے لیے تو نہیں تھاما۔"

"میکال پلیز..."

"تم اتنی بے مروت تو نہیں تھیں ہانیہ! اتنے دنوں بعد ملے ہیں بندہ حال چال ہی پوچھ لیتا ہے۔"

"بہت لوگ ہیں آپ کا حال چال پوچھنے والے یہاں میری مزاج پرسی کی ضرورت نہیں۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟" بنا اس کے لہجے کی تلخی کو محسوس کیے وہ پوچھ رہا تھا وہ چپ کر رہ گئی۔

"آپ کیوں اتنے لوگوں میں میرا تماشہ بنانا چاہتے ہیں؟"

"کیا تماشہ بنایا ہے میں نے تمہارا... تماشہ تو تم میرا بنا رہی ہو جس بات کے لیے میں بارہا ایکسکیوز کر چکا ہوں اسی بات کو ایشو بنا کر تم مسلسل مجھے رد کر رہی ہو۔" وہ سچ کہہ رہا تھا واقعی ہانیہ کے پاس اب اس سے نفرت کا کوئی جواز باقی نہیں رہا تھا پھر بھی جانے کیوں وہ اس سے بھاگ رہی تھی۔

"ہانیہ..." وہ ابھی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ صفدر صاحب کی پکار نے اسے چونکا دیا وہ اسے بلا رہے تھے۔

"ایکسکیوز می! میرے پاپا مجھے بلا رہے ہیں۔" سرعت سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکالتے ہوئے وہ پلٹ گئی۔ میکال سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

"کیا بات؟" اگلے ہی پل مسز رحیم اس سے پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں۔"

"کوئی بات نہیں بن جائے گی دلوں کی ریاست پر حکمرانی کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔" اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے تسلی دی تھی وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

مایوں کی رسم اپنے عروج پر تھی جب اچانک سیکنڈ فلور کے مین کمرے میں بھڑک اٹھنے والی آگ نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مہمانوں میں کھلبلی مچ گئی جاذب اور میکال صفدر صاحب کو تسلی دینے لگے۔

"آپ پریشان نہ ہوں زیادہ خطرے والی بات نہیں ہے۔"

"جی... ابھی ملازم گئے ہیں اوپر ان شاء اللہ جلدی سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ان شاء اللہ... ہانیہ کہاں ہے؟"

"ہانیہ یہیں کہیں ہوگی' میں دیکھتا ہوں اسے۔" ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے جاذب پلٹا تھا جب وہ بولے۔

"او میرے خدا! اسے تو میں نے اوپر بھیجا تھا کچھ چیزیں لانے کے لیے۔"

"مائی گاڈ!" جاذب نے کہا مگر اس سے پہلے ہی میکال سیڑھیوں کی طرف لپک گیا۔ جاذب بھی اس کے پیچھے ہی بھاگا۔ صفدر صاحب کی جان جیسے لبوں پر آگئی' اوپر مین کمرے سے آگ کی لپٹیں باہر کی طرف آرہی تھیں جاذب کے بھیجے ہوئے دونوں ملازم پانی ڈال کر آگ بجھانے کی کوشش کررہے تھے مگر وہاں اس کمرے کی آگ بجھنے کی بجائے اور زیادہ بھڑکتی جارہی تھی تبھی ان دونوں کو اسی کمرے سے ابھرتی ہانیہ کی چیخوں کی آواز سنائی دی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

سنو تم نے کبھی ساحل پہ بکھری ریت دیکھی ہے؟
سمندر ساتھ بہتا ہے مگر
اس کے مقدر میں
ہمیشہ پیاس رہتی ہے
سنو تم نے کبھی صحرا میں جلتا پیڑ دیکھا ہے؟
سبھی کو چھاؤں دیتا ہے
مگر اس کے مقدر میں ہمیشہ دھوپ رہتی ہے
سنو تم نے کبھی شاخوں سے بچھڑے پھول دیکھے ہیں؟
وہ خوشبو بانٹ دیتے ہیں بکھر جانے تلک لیکن ہوا کا ساتھ دیتے ہیں
سنو تم نے کبھی میلے میں بجتا ڈھول دیکھا ہے؟
عجب ہے ایسا اس کا بہت ہی شور کرتا ہے
مگر اندر سے خالی ہے
یہی میرا فسانہ ہے' بس اتنی سی پہیلی ہے

آنکھوں پر بازو دھرے بیتے ہوئے دنوں کی یادوں کے سنگ وہ بہت دور نکل آیا تھا جب اچانک اسے اپنے پیروں پر کسی کے نرم ہاتھوں کے لمس کا احساس ہوا' ایک جھٹکے سے بازو آنکھوں کے اوپر سے ہٹاتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا' سائرہ افضل اس کی چارپائی کی پائنتی پر بیٹھی تھی۔

"کھانا کھالے' ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" اس کے دیکھنے پر اس نے فوراً اپنا ہاتھ اس کے پیر سے ہٹا لیا تھا۔

"بھوک نہیں ہے مجھے' واپس لے جا۔"

"کیوں واپس لے جاؤں' کل بھی تُو نے سارا دن کچھ نہیں کھایا' اتنی محنت کرتا ہے سارے دن' ایسے تو بیمار پڑ جائے گا۔"

"تو پڑ جاؤں بیمار! تجھے کس بات کی تکلیف ہے؟" قطعی بے رخی سے دھاڑتے ہوئے وہ اسے جیسے کھانے کو پڑا تھا۔

سائرہ لب کاٹ کر رہ گئی۔

"مجھے ہی تو تکلیف ہے' مجھ سے تیرا یہ حال دیکھا نہیں جاتا آخر کب تک اس بے وفا شہرن کا روگ دل میں پالے رکھے گا تُو؟"

"میرا اور درد ہے یہ کہ کب تک پالے رکھتا ہوں' تُو جا... جاکر کام کر اپنا۔"

"سارے کام ختم کرکے آئی ہوں' اب تو بس یہی کام ہے کہ تیری خدمت کروں۔"

"مجھے تیری خدمتوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"نہ سہی' مجھے تو تیری ضرورت ہے ناں۔"

"خوش فہمی ہے تیری کہ میں اب بھی پلٹ کر تیری طرف دیکھوں گا۔"

"نہ دیکھ' وقت بڑی ظالم چیز ہے ایک نہ ایک دن پھیر کر تجھے میری طرف لے ہی آئے گا۔"

"میرا سر نہ کھا سائرہ افضل! جا جاکر کام کر اپنا۔" اس بار اس نے بے زاری سے کہا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو اکتا کر خود ہی کمرے سے نکل آیا۔

دن ڈھل رہا تھا وہ حویلی جانے کے موڈ میں نہیں تھا مگر اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا تبھی اس کے قدم حویلی کی بڑی بڑی دیواروں کی طرف اٹھتے گئے تھے۔

"سلام چوہدرانی!"

"وعلیکم السلام' جیتے رہو' ابھی میں تجھے ہی یاد کررہی تھی۔" چوہدرانی کے چہرے پر اسے دیکھتے ہی رونق آگئی تھی۔ بڑے سے صحن میں ان کے قریب ہی وہ پیڑھا کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"خیریت؟"

"خیریت کہاں ہے زاہد! جب سے میری دھی [illegible] سے ادھر گاؤں میں آئی ہے ویری بجھ رہی جان ہے [illegible] کل رات بھی ایک سوتن تھا' شہر سے ڈاکٹر بھی بلوایا [illegible] افاقہ نہیں ہوا' پچھلے تین دن سے پانی پر گزارہ کررہی ہے میری دیوانی رہتی ہے شہر اس کے بیٹے کا [illegible] سوچ رہی

ہوں ثانیہ کو ساتھ لے جاؤں شاید شہر کی فضا راس آجائے۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ چوہدرانی نے جواب میں اسے لسی کا بڑا گلاس تھما دیا۔

"تیرے لیے کیا حکم ہونا ہے پتا تو ہے تجھے' تیرے سوا میں کسی اور پر اعتبار نہیں کرسکتی آج شام شہر جانے کا ارادہ ہے میرا تو تیاری کرلے۔"

"ٹھیک ہے کتنے دن کا قیام ہوگا آپ کا وہاں؟"

"یہ تو وہاں جاکر ہی پتا چلے گا' مگر ثانیہ بیٹی کو میں وہیں چھوڑ آؤں گی۔"

"چلیں ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔" گلاس خالی کرکے سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"گاڑی لے آتا ہوں میں' آپ اور ثانیہ بی بی تیاری کرلیں۔"

"ٹھیک ہے' رب سوہنا تجھے دنیا جہان کی خوشیاں نصیب کرے۔"

چوہدرانی کی دعا اسے کسی تمانچے کی طرح لگی تھی۔ ساتھ ہی آنکھوں کے گوشوں میں نمی جھلک آئی۔

"مجھے خوشیوں کی دعا نہ دیا کریں چوہدرانی! خوشی زیادہ دیر راس نہیں آتی مجھے۔"

"دل چھوٹا نہ کر زاہد! میرا دل کہتا ہے بہت جلد تجھے میری دعا [illegible] گی۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" وہ کہنا چاہتا تھا مگر اس نے کہا کچھ نہیں۔

"اب چلتا ہوں چوہدرانی! آپ تیاری کریں میں ٹائم پر آجاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے سوہنے رب کے حوالے۔" اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے چوہدرانی نے اسے رخصت کیا' صحن سے [illegible] کمرے میں آئیں تو وہ جاگ رہی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے پتر!" وہ اس کے پلنگ پر آکر بیٹھ گئیں۔

"ٹھیک ہوں' آپ کس سے باتیں کررہی تھیں؟" ثانیہ [illegible] پڑھ [illegible] کی وہ بولیں۔

"[illegible] شہر جانے [illegible] بلوایا تھا۔"

"[illegible] حویلی میں ملازمت کرتا ہے؟"

نوشین اصغر

آنچل اسٹاف' قارئین اور رائٹرز کو میرا پیار بھرا سلام۔ میرا نام نوشین ہے اور سب مجھے پیار سے نوشی کہتے ہیں میں 2 جنوری کو گجرات کے گاؤں حاجی والہ میں پیدا ہوئی۔ میں نے میٹرک تک پڑھ کے قرآن پاک حفظ کیا ہے۔ میرے چار بھائی اور دو بہنیں ہیں' میرا نمبر چوتھا ہے میں سادگی بہت پسند کرتی ہوں اور خود بھی بہت سادہ رہتی ہوں' کھانے میں مجھے بریانی' قورمہ اور کچے قیمے کی ٹکیاں بہت پسند ہیں۔ میٹھے میں مجھے رس ملائی اور فروٹ کسٹرڈ پسند ہیں۔ میٹھے کے بغیر بالکل نہیں رہ سکتی۔ مجھے خوشبو میں بلوبیڈی باڈی اسپرے پسند ہے۔ مجھے سارے موسم اچھے لگتے ہیں اب اپنی خوبیاں اور خامیاں بتاتی ہوں' مجھے غصہ بہت زیادہ آتا ہے مگر جلدی اتر جاتا ہے میں ہر ایک کا خیال رکھتی ہوں پھر بھی سب مجھ سے ناراض ہی رہتے ہیں۔ مجھے خود پسند لوگ پسند نہیں۔ میری بری عادت یہ ہے کہ میں ٹی وی بہت شوق سے دیکھتی ہوں جس کی وجہ سے امی اور بھائیوں سے بہت ڈانٹ پڑتی ہے' مجھے اسلامی کتابیں اور ناولز پڑھنے کا بہت شوق ہے ویسے تو میں قرآن مجید بھی بہت شوق سے پڑھتی ہوں' اب آتی ہوں رائٹرز کی طرف مجھے نازیہ کنول نازی' [illegible] احمد اور [illegible] بہت پسند ہیں۔ میرا آنچل سے بہت پرانا تعلق ہے' آنچل سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے کسی بھی خوشی اور دکھ میں تنہا نہیں ہونے دیتا' مجھے احمد فراز کی شاعری بہت پسند ہے اچھا اب میں اجازت چاہوں گی۔

"ناں پتر! اسے ملازمت کی کیا ضرورت ہے' خیر سے اس کی اپنی زمین ہے۔"

"تو پھر وہ حویلی کے کام کیوں کرتا ہے؟"

"سارے کام پیسے کے لیے تو نہیں کیے جاتے ناں پتر' کچھ کام رشتوں کے تقدس کے لیے بھی کرنے پڑتے ہیں۔"

"تو اس حویلی سے کیا تعلق ہے اس کا؟"

"پالا ہے اس حویلی نے اسے' اسی حویلی کے در و دیوار میں پل کر جوان ہوا ہے وہ' اس کا باپ تیرے دادا جی کا بہت ہی

قابل بھروسہ شخص تھا۔ تیرے دادا جی نہیں رہے تو اس نے بھی حویلی چھوڑ دی مگر زمینوں کا تعلق نہیں توڑا۔ نہ جانے یہ رہتے بہت عرصہ شہر رہا ہے وہ مگر حویلی کو سنبھالے ہوئے، زمینوں کو سارا حساب کتاب دیکھ بھال وہی کرتا ہے شہر والوں کو تو فرصت ہی نہیں کہ کبھی سال میں ایک چکر ہی لگالیں۔"

"شادی شدہ ہے؟"

"ہاں بچپن میں اسی گاؤں کی ایک لڑکی سائرہ سے منگنی ہوئی تھی اس کی مگر اس نے زائر کے گاؤں کے نمبردار کے بیٹے کے ساتھ چھپ کر نکاح کرلیا، تب سنا ہے کہ کسی شہری لڑکی کو بھگا کر لایا تھا وہ مگر وہ بھی اسے چھوڑ کر چلی گئی۔" ثانیہ کا دل اس لمحے بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا، تبھی وہ بولیں۔

"اللہ جانے پتر! کسی سے اس موضوع پر بات ہی نہیں کرتا وہ خیر تُو چھوڑ اسے، جلدی سے اٹھ کر تیاری کرلے۔ وہ بس گاڑی لے کر آتا ہی ہوگا۔"

"مجھے شہر نہیں جانا پلیز۔"

"تنگ نہ کرنا ثانیہ! تُو جانتی ہے میرا وہاں جانا ضروری ہے مگر تجھے اس حال میں میں یہاں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔"

"کچھ نہیں ہوتا دادو! میں رہ لوں گی۔"

"نہیں تُو اٹھ کر تیاری کر بس، اگر دل نہ لگے تو میرے ساتھ ہی چلی آنا۔" دادو کسی صورت اسے رعایت دینے کی پوزیشن میں نہیں تھیں وہ سر ہلا کر پلکیں موند گئی۔ دل کو بھلا اب کہاں لگنا تھا؟

❀ ❀ ❀

دل کا دیا جلایا میں نے

دل کا دیا جلایا

تجھ کو کہیں نہ پایا میں نے

تجھ کو کہیں نہ پایا

نسیم بیگم کی آواز بہت مدھم سروں میں گونج رہی تھی۔ ثانیہ عباس جو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی، بے کل ہو کر گاڑی کے باہر کے مناظر میں کھو گئی۔ اسٹیئرنگ وہیل پر جمے زائر ملک کے خوب صورت ہاتھ اسے بہت کچھ یاد دلا رہے تھے۔

"میں مانتا ہوں تم نے دل سے مجھے اپنا شوہر تسلیم نہیں کیا، میرے جیسا آوارہ ناکام شخص تم جیسی پیاری لڑکی کے قابل بھی نہیں، سوائے شکل صورت کے اور ہے ہی کیا میرے پاس؟ مگر پھر بھی یہ حقیقت ہے ثانی! میرے دل میں تمہارے لیے بہت جگہ ہے شاید سائرہ افضل سے بھی زیادہ۔" اس کی آنکھیں کب بھر گئیں اسے پتہ ہی نہ چل سکا۔ گلے ہی پل زائر کی جگہ اس کی ماں نے لے لی تھی۔

"بہت غصے میں ہے زارا! گالیاں دے رہا تھا تمہیں، سے لگتا ہے جیسے تم اس کے بچوں کو لے کر مفرور ہوگئی ہو۔ عجیب چیز ہے یہ شخص بھی، پتا نہیں تمہیں یاد کرتا ہے یا نفرت کرتا ہے؟"

پچھلے پانچ سالوں میں یہ الفاظ یقیناً عابدہ بیگم کا پیچھا کرتے رہے تھے۔ مفرور ہی تو ہوگئی تھی وہ اس کے بچوں کو لے کر زائر کا ڈر اس نے پورا کردیا تھا۔

"طلاق دے دی تھی اس نے تمہیں، بہت کوشش کی میں نے سمجھانے کی مگر اس نے میری ایک نہیں سنی کہہ رہا تھا کہ ایک دو روز میں پیپرز بھی بھجوادے گا۔" سانپ بچھو جیسے لفظوں کی بازگشت نے اس کے اندر جیسے سانپ ڈال دیے تھے۔ پچھلے پانچ برسوں میں کتنی بار سے اس شخص کی ضرورت محسوس ہوئی تھی مگر وہ اس کے ساتھ نہیں تھا۔ نارسائی کے سارے عذاب اس نے تنہا جھیلے تھے۔

باپ کے ہوتے ہوئے پچھلے پانچ سالوں میں کتنی بار اس کے بچے اپنے باپ کے لیے ترسے تھے، وہ شخص صرف اس کے خوابوں کا نہیں اپنے بچوں کی معصوم حسرتوں کا بھی قاتل تھا۔ اچھی ڈھب سے جینا سکھا کر زندگی چھین لی تھی اس نے۔ ثانیہ کو لگا جیسے اس کے اندر آگ جل رہی ہو۔

زائر ملک سے نفرت کی آگ۔

زائر ملک بیک ویو مرر سے بار بار اس پر نگاہ ڈال رہا تھا۔ ثانیہ نے جیسے نڈھال ہو کر سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا۔

ہم تھے جن کے سہارے

وہ ہوئے نہ ہمارے

ڈوبی جب دل کی نیّا

سامنے تھے کنارے

ہم تھے جن کے سہارے

کیسٹ ٹریک تبدیل ہوا تھا، ثانیہ کا دل زور سے دھڑک اٹھا اسے یہ گیت بہت زیادہ پسند تھا۔

ہے بھی کچھ جہاں میں

دوستی بے وفا ہے

اپنی ہی کم نصیبی

ہم کو نہ کچھ بھی ملا ہے

ہم تھے جن کے سہارے
وہ ہوئے نہ ہمارے
ڈوبی جب دل کی نیاں
سامنے تھے کنارے

"دادی! میوزک بند کروائیں پلیز' میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔" اس سے مزید برداشت نہ ہو سکا تو بول اٹھی' زائر نے جیسے سنا ہی نہیں۔

کیا محبت کے وعدے
کیا وفا کے ارادے
ریت کی ہیں دیواریں
جو بھی چاہے گرادے
ہم تھے جن کے سہارے
وہ ہوئے نہ ہمارے
ڈوبی جب دل کی نیاں
سامنے تھے کنارے

ایک ایک بول اس کے جذبات کی عکاسی کر رہا تھا۔ مگر ثانیہ عباس کے زخم جیسے پھر سے ہرے ہوگئے تھے' پچھلے پانچ سالوں میں سہی جانے والی ایک ایک تکلیف دل میں ناخن چبھونے لگی تھی۔

اسے یاد آرہا تھا جب اس نے وقت سے پہلے اپنے دونوں بچوں کو جنم دیا تھا تو اس وقت وہ کس اذیت میں تھی' اس احساس کے ساتھ کہ زائر نے اسے چھوڑ دیا ہے ہر لمحہ سانس گھٹتی محسوس ہوتی تھی اسے پھر پاکستان سے انگلینڈ شفٹ ہونے کے بعد جب اس کے دونوں بچے بیمار پڑے تو انہیں تنہا سرد کمرے میں گود میں لیے ڈاکٹرز کی مایوسی دیکھتے ہوئے اس نے کتنی تکلیف سہی تھی۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ کہیں سے زائر ملک اس کے سامنے آئے اور وہ اسے شوٹ کر ڈالے۔

زائر نے دوبارہ میوزک آن نہیں کیا' پھر بھی درد سے پھٹتے سر کے ساتھ وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جب اس کا سیل بج اٹھا۔

"السلام علیکم" نمبر دیکھ کر فوراً سے پیشتر اس نے کال پک کی۔

زائر نے گاڑی کی سپیڈ آہستہ کر دی۔

"جی اشعر میں ٹھیک ہوں' آپ کیسے ہیں اور بچوں کا کیا حال ہے؟" بچوں کے ذکر پر زائر کا دل بہت تیزی سے دھڑکا تھا۔

"ریلی... واؤ! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کب تک پہنچ رہے ہیں آپ؟"

"اچھا ٹھیک ہے آپ ائر پورٹ پہنچتے ہی مجھے انفارم کریں' میں اس وقت شہر کی طرف ہی جا رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے خدا حافظ۔" کال کاٹتے ہی اس کے سر کا درد اڑن چھو ہو گیا تھا۔ زائر بیک ویو مرر سے اسے دیکھے گیا۔

"اشعر کا فون تھا؟" دادو نے پوچھا۔

"جی دادو! وہ بچوں کو لے کر پاکستان پہنچ رہا ہے' ابھی کچھ دیر میں۔"

"چلو یہ تو بہت اچھی بات ہے' بیوی بھی ساتھ آرہی ہے اس کی؟"

"نہیں...... بیوی کو چھوڑ چکا ہے وہ۔"

"ہائے! میری سمجھ میں نہیں آتا یہ آج کل کے مردوں کو ہو کیا گیا ہے' ذرا ذرا سی بات پر بیویوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک ہمارا زمانہ تھا' شہزادے جیسے لڑکے کو بھی ماں باپ کسی جھنگن سے بیاہ دیتے تو ساری زندگی اسی کے پہلو سے بندھا رہتا تھا آج کل کے لڑکوں نے تو مانو سچ مچ عورت کو پیر کی جوتی سمجھ لیا ہے جب دل چاہا بدل لی۔"

"صحیح کہہ رہی ہیں آپ! میں پہلے ائر پورٹ جاؤں گی دادو! اشعر کی فلائٹ بس پہنچنے ہی والی ہے۔"

اشعر حسین اور اپنے بچوں کے معاملے میں وہ جتنی بے تاب دکھائی دے رہی تھی۔ زائر کا دل اتنا ہی بے کل ہو کر رہ گیا تھا تبھی دادی اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"زائر بیٹا! گاڑی پہلے ائر پورٹ کی طرف موڑ لو۔"

"جی اچھا!"

وہ ڈسٹرب ہو کر رہ گیا تھا مگر پھر بھی اسے خود پر ضبط تھا۔

فلائٹ پورے ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ تھی مگر پھر بھی اس نے بڑے حوصلے سے انتظار کیا تاہم جس وقت اشعر حسین کے ساتھ چلتے اسے اپنے دونوں بچے دکھائی دیے اس کا دل جیسے قابو سے باہر ہو گیا۔ ثانیہ نے لپک کر دونوں کو گلے سے لگا کر چوما تھا پھر وہ اشعر حسین کے گلے لگی تھی اور یہیں اس کا خون کھولا تھا' ثانیہ عباس سے تمام تر تعلق کے باوجود وہ اسے یہ حد پار کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا' کبھی پیٹ کر گاڑی کے بونٹ کو زوردار ٹھوکر مار رہی تھی۔ کیا یہی تھا وہ شخص جس کے لیے

اس نے اس کی رفاقت کو ٹھوکر ماری تھی؟

اس کی وفا' اس کی عزت' اس کی جاں نثاری سب کو داؤ پر لگا چکی تھی' کیا اسی شخص کے لیے اس نے اس کے اعتبار کا خون کیا تھا؟

کتنے سوال تھے جو کانٹوں کی طرح چبھ رہے تھے مگر وہ رخ موڑے کھڑا رہا۔ ثانیہ اب بچوں کو گاڑی کی طرف لا رہی تھی۔

"یہ کون ہے؟" اشعر حسین نے گاڑی کے قریب پہنچ کر اس سے پوچھا تھا جب وہ اچٹتی سی ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے بولی۔

"ڈرائیور ہے' آپ بیٹھیں گاڑی میں پلیز۔"

کوئی نشتر تھا جو زائر ملک کے دل میں پیوست ہوا تھا بھلا اس سے زیادہ اس کی ذات کی حقارت کیا ہوئی تھی؟ اس کے بچے اس کی آنکھوں کے سامنے تھے مگر وہ انہیں چوم نہیں سکتا تھا بھلا اس سے زیادہ زندگی کی بے بسی کیا ہوئی تھی؟

اشعر حسین اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا جب کہ اس کے بچے پیچھے ثانیہ کے پاس تھے۔

"سوری دادو! میں اب آپ کے ساتھ کسی کے گھر نہیں جا سکوں گی' مجھے گاؤں جانا ہے' اشعر بھی تھکا ہوا ہے' میں اپنے مہمان کو تنہا نہیں کر سکتی۔"

"ہاں اب تو میرے لیے بھی رکنا مشکل ہو جائے گا۔ زائر بیٹا! گاڑی گاؤں کی طرف ہی موڑ لے' رشید (عذیر کی [illegible]) سے میں فون پر بات کر لوں گی۔" ثانیہ سے کہتے ہوئے انہوں نے اگلے ہی پل زائر کو حکم صادر کیا تو وہ چپ چاپ گاڑی موڑ گیا۔

گاؤں پہنچ کر وہ ایک پل کے لیے بھی حویلی نہیں رکا تھا۔ [illegible] سے پھر حویلی سے باہر آ گیا مگر اس کی [illegible] رات بھی [illegible] کہ اٹھ ہی نہ سکا تھا۔ کل پوری رات اس کا [illegible] میں جل تھا' [illegible] نے دروازے سے ہی پیغام [illegible]

ثانیہ اشعر اور اپنے بچوں کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھی جب [illegible] نے آ کر زائر کی ناسازی طبیعت کا بتایا۔ دادو کا ہاتھ فوراً ناشتے سے رک گیا۔

"[illegible] ثانیہ! مگر مجھے کل زائر کو ڈرائیور نہیں کہنا چاہیے تھا۔ بہت حساس بچہ ہے وہ بچپن سے جانتی ہوں [illegible] بات اس کو بھائی ہوگی۔"

تمنا

تم اجالے کے تمنائی ہو
تم سویرے کے طالب ہو
لیکن کیا تم کو معلوم ہے؟
کہ
چاند کو پانے کے لیے
رات کے اندھیروں کو بھی
سہنا پڑتا ہے

(خواجہ عرفانہ محبوب جتوئی)

"کیا مطلب دادو! ڈرائیور کو ڈرائیور نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟ وہ میرا شوہر تو نہیں ہے جو اس کی عزت و تکریم کروں' اتنا بھی سر نہ چڑھایا کریں ملازموں کو پلیز۔"

"ملازم نہیں ہے وہ بیٹا بنا کر پالا ہے اسے میں نے۔"

"پالا ہوگا' میرے لیے وہ ایک ملازم ہی ہے اور بس۔" آپ ہی آپ اس کے لہجے میں تلخی در آئی تھی۔ دادو دل مسوس کر رہ گئیں بلاشبہ زائر کے دونوں بچے بے حد خوب صورت تھے۔

اگلے روز انہیں زمینوں کی سیر کرا رہی تھی' بچے پاکستان آ کر بہت خوش تھے۔ زائر کاٹن کی چنوائی کروا رہا تھا جب اس نے ثانیہ کو اشعر حسین اور اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرف آتے ہوئے دیکھا۔

"مما! آپ نے کہا تھا ہمارے پاپا پاکستان میں رہتے ہیں' اب تو ہم پاکستان آگئے ہیں آپ پاپا سے کہیے ناں وہ ہمیں آ کر مل لیں۔" اس کی بیٹی کو ابھی تک یاد آیا تھا' عذیر ملازمین کو ہدایت دیتا وہیں ٹھٹک گیا۔

"جی مما! مجھے بھی پاپا سے ملنا ہے۔" بیٹے نے بھی لب کھولنے ضروری سمجھے۔ وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

"پاپا ابھی آپ لوگوں سے نہیں مل سکتے' تو چلو آپ بھائی کا ہاتھ پکڑو' مما آپ کو بہت مزے مزے کی چیزیں دکھانے والی ہیں۔"

"نہیں مجھے چیزیں نہیں دیکھنی پاپا سے ملنا ہے۔" اس کی بیٹی ضد کر رہی تھی۔

ذرا سے غصے میں آتے ہوئے اس نے اپنی بیٹی کو ڈانٹا تھا' وہ منہ بسور کر رہ گئی۔ کچھ ہی فاصلے پر مالٹوں کا باغ تھا' بیچ امرود بھی پکے ہوئے تھے۔ اس کا بیٹا مالٹوں کو دیکھتے ہی ان کی طرف لپکا۔ اشعر حسین کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"دیکھا ثانیہ! ان بچوں کے خون میں بھی اپنے دیہاتی باپ کا ہی اثر ہے' دیکھو کیسے پیڑوں کو دیکھتے ہی ان کی طرف لپکے ہیں۔"

"ہوں... یہ تو ہے۔" شرمندہ سے انداز میں سر ہلاتے ہوئے اس نے ایک نظر اپنے دونوں بچوں پر ڈالی۔ وہ دونوں بہت خوشی سے پیڑ پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ثانیہ کا دل چاہا کہ انہیں ڈانٹ دے مگر پھر کسی خیال کے تحت اس نے اپنی نظر ان کے اوپر سے ہٹالی۔

"تم نے بتایا نہیں عائزہ (بیوی) کو طلاق کیوں دی؟"

"بس یار شک بہت کرتی تھی' جینا حرام کر کے رکھ دیا تھا اس نے میرا' تمہیں کال کرنے پر بھی پابندی تھی اسی لیے روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آ کر جان چھڑالی میں نے۔"

"اور بچے...؟"

"بچوں کو وہ اپنے ساتھ لے گئی ہے مگر جلد ہی کورٹ کے ذریعے انہیں واپس لے لوں گا۔"

"آگے کیا پلان ہوگا؟"

"اللہ مالک ہے' میں نے کیا پلان کرنا ہے۔"

سبز ٹہنی جو اس کے ہاتھ میں تھی بے نیازی سے پرے پھینکتے ہوئے وہ مسکرایا' تبھی ثانیہ کے بیٹے کا پاؤں پیڑ کی ٹہنی سے پھسلا اور وہ دھڑام سے زمین پر آ گرا۔ ... جو اسی طرف دیکھ رہا تھا' سارا کچھ چھوڑ کر فوراً اپنے بیٹے کی طرف لپکا مگر تب تک بچے کا سر پھٹ چکا تھا اور وہ بری طرح رونا شروع کر چکا تھا۔

"دور ہو میرے بچوں سے۔"

... بیٹے کی چوٹ کی پروا کیے وہ دور سے ہی دھاڑی تھی جب کہ اشعر حسین بھی حیرانی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

❁ ❁ ❁

وہ ... سامان سمیٹ رہی تھی' جب عذیر کمرے میں ... اسے دیکھ ... گئی۔

"کیا کر رہی ہیں؟" پریشان سا وہ پوچھ رہا تھا جب وہ بولی۔

"کچھ نہیں' یہاں سے کوچ کی تیاری کر رہی ہوں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میرا اب مزید اس گھر میں قیام ممکن نہیں۔"

"کہاں جائیں گی یہاں سے نکل کر؟"

"پتا نہیں' جہاں نصیب لے گیا۔" وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ عذیر گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"کوئی دور نزدیک کا رشتہ دار ہے آپ کا۔"

"نہیں' ہوتا تو یہاں کیوں آتی؟"

"پھر بھی آپ یہاں سے جانا چاہتی ہیں؟"

"تو کیا کروں؟ دھوکہ دیتی رہوں ان لوگوں کو؟"

"جس دھوکے میں سب کی بہتری ہو وہ دھوکہ نہیں مصلحت ہوتی ہے۔"

"آپ کی نظر میں ہوتی ہوگی' میں نے زندگی میں کبھی کسی سے جھوٹ نہیں بولا' کل کو جب دادا' دیر میری اصلیت کھلے گی تو وہ کیا سمجھیں گی مجھے؟ ایک قطعی اجنبی کنواری لڑکی ان کی دانست میں ان کے جوان پوتے کے کمرے میں اکیلی سوتی ہے۔ میں کیسے ان کی ان نگاہوں کا سامنا کروں گی جو مجھے اندر سے چیر کر رکھ دیں گی' ساری زندگی وہ پھر کسی لڑکی کا اعتبار نہیں کر سکیں گی' میں ان کے اعتبار کو توڑنا نہیں چاہتی۔"

"اور آپ کے یوں چپ چاپ چلے جانے سے جو میرا اعتبار ٹوٹے گا ان کی نظر میں وہ؟ کیا بتاؤں گا میں انہیں کہ کون تھیں آپ اور کیوں چلی گئیں؟ کتنے سوال' اٹھیں گے میری ذات پر' کس کس کا جواب دوں گا میں؟"

"میرے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے عذیر صاحب!"

"راستے نکل آتے ہیں اگر انسان ٹھنڈے دل و دماغ سے بیٹھ کر نکالنے کی کوشش کرے تو' ہمیشہ فرار ہی مسئلے کا حل نہیں ہوتا۔"

"مگر..."

بے چین ہو کر کچھ کہنے کے لیے اس نے سر اٹھایا تھا' تبھی اس کی نظر کمرے کی دہلیز پر کھڑی دادو پر پڑی اور وہ جیسے وہیں فریز ہو کر رہ گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

تیس سال

اریشہ غزل

کچھ وقت سے اِک بیج شجر ہوتا ہے
کچھ روز میں اک قطرہ گُہر ہوتا ہے
اے بندۂ ناصبور' تیرا ہر کام
کچھ دیر میں ہوتا ہے' مگر ہوتا ہے

... ہوئے جھنجلانے لگی۔

"تو کیوں اب جاتی ہے' وہ تیرے لیے تو نہیں آئے تھے۔" ربیعہ نے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"میرے لیے نہ سہی میری بڑی بہنوں کے لیے تو آئے تھے نا... ان کی بے عزتی ... کا درد ... میرا نہیں۔" ... جھٹکتے ہوئے بولی۔

"چھوڑو یار' ان کے لیے بھی اللہ بھیج ہی دے گا۔"

"اللہ تو ہر صورت بھیج ہی دیتا ہے ... انہیں اپنے بیٹوں کی صورت نہیں' ... خوش شکل چاہیے ...

چائے لاکر تھما دیتی تھی۔ وہ چائے پیتے اور اخبار کی دنیا میں کھوئے رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ وہی کرنے والے تھے تب زاہدہ بیگم برہمی سے بولیں۔

"کچھ پوچھا تھا میں نے آپ سے؟" ان کی یکسی بے نیازی اور بے پروائی ان کا دل جلا یا کرتی تھی۔ بیٹیوں کی عمریں ہاتھ سے نکلی جارہی تھیں اور وہ... ان کے اخبار ایک طرف جھٹکے اور تیز لہجے میں پوچھنے پر وہ سنبھل گئے اور ان کے بگڑے تیور دیکھتے ہوئے بولے۔

"ذکر کیا تو ہے تمیز الدین صاحب سے دیکھو کیا جواب لاتے ہیں۔" وہ اپنے آفس کولیگ کا ذکر کرتے ہوئے بولے اس سے پہلے بھی وہ کئی رشتے بھیج چکے تھے مگر کوئی بات نہ بنی تھی۔

"میں چاہتی ہوں اب کم از کم نگہت اور نزہت دونوں ہی اپنے اپنے گھروں کی ہوجائیں، جلد از جلد۔" وہ فکرمندی و تشویش سے بولیں۔ جب سے آنے والے منہ در منہ باتیں بنا کر گئے تھے ان کے دل کو دھڑکے لگ گئے تھے وہ اٹھتے بیٹھتے اپنی بیٹیوں کے شادی کے سپنے دیکھنے لگی تھیں۔

"نگہت کی ماں شادی اپنے مقررہ وقت پر ہی ہوتی ہے۔" وہ انہیں تسلی دیتے ہوئے بولے تو وہ آزردگی سے سوچنے لگیں۔

"یہ مقررہ وقت نجانے کب آئے گا میرا جسم ہی نہیں میری روح بھی اس انتظار میں بوڑھی ہوتی جارہی ہے۔" وہ سوچ کر رہ گئیں۔ ان کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

وہ سرد آہ بھر کر اٹھیں، عشاء کا وقت ہونے والا تھا۔ وضو کرکے انہیں نماز ادا کرنا تھی اور وہ وظیفہ ختم کرنا تھا جو رشتوں کے سلسلے میں کسی نے انہیں بتا رکھا تھا۔

❀ ..... ☆ ..... ❀

"اماں مسلسل زور دے رہی ہیں اب تم بتاؤ انہیں کیا جواب دوں؟ کیا کب بھیجوں......؟" فاروق سوالیہ نشان بنا اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"مگر میری بہنیں......" وہ تذبذب کا شکار تھی، فکر اندیشوں میں گھری ہوئی اسے گرداب میں ڈوبی محسوس ہوئی۔

"تمہاری بہنوں کے نصیب میں ہوگا تو ان کی بھی ہوجائے گی ان کی خاطر تمہارے والدین کم از کم تمہاری خوشیوں کا گلا تو نہ گھونٹیں۔" وہ منہ بنا کر بولا تو ... سے ... کا ... اور ... محسوس ہوئے مگر وہ چپ اس کی صورت دیکھتی رہی۔

"اب کچھ بولو بھی یہ آخری فائنل مدت ہے میں نے سوچ لیا ہے اگر تم کوئی فیصلہ نہیں لے سکتیں تو پھر اس قصہ کو یہیں ختم ہوجانا چاہیے خوامخواہ ملنے کا فائدہ اور پھر عمر بھر کی خواری و گناہ۔" وہ حتمی لہجے میں بولا تو وہ فکر میں پڑ گئی۔ اس کے دوٹوک انداز نے اس کا سکون چھین لیا تھا۔ وہ کتنی آسانی سے فیصلہ کرتا پاتا اور وہ ابھی سوچوں کے دریا میں ہی تیر رہی تھی کنارے کا کچھ پتا نہ تھا۔

"مگر فاروق! اماں ابا..."

"انہیں منانا تمہارا کام ہے اب اور کتنے سال میں تمہاری خاطر اماں اور بہنوں کو منع کرتا رہوں، پہلے ہی دو سال سے زائد ہوچکے ہیں۔" وہ برہمی سے اس کی بزدلی پر بولا تو وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔ ان کی ملاقات ہفتہ پندرہ دن میں اسی طرح پارک گراؤنڈ یا کسی ہوٹل میں ہوجایا کرتی تھی۔ ان کا تعلق اس وقت سے تھا جب مریم اسکول جایا کرتی تھی وہ میٹرک کررہی تھی اور فاروق کالج جایا کرتا تھا۔ صبح ہی صبح عموماً بس اسٹاپ پر ان کی ملاقات ہوا کرتی تھی پھر ملتے ملتے یہ تعلق شناسائی اور پھر دھیرے دھیرے محبت میں تبدیل ہوتا چلا گیا اور آج وہ دونوں اس مقام پر تھے کہ ایک دوسرے کے بغیر رہنا ان کے لیے محال ہوچکا تھا۔ جب سے فاروق کو اکاؤنٹینٹ کی جاب ملی تھی تب سے اس کے گھر والے اس کے سر پر سہرا سجانے کی خواہش کرنے لگے تھے وہ انہیں ٹالتا آرہا تھا مگر کب تک۔

"اگر اماں ابا نے انکار کردیا تو..." اس نے اپنے وہم ظاہر کیے تھے گھاس پر چلتے پاؤں کی بلی کی طرح ٹہلتا فاروق رک گیا اور اس کی صورت دیکھتے ہوئے بولا۔

"پھر میں وہی کروں گا جو میری ماں بہنیں چاہیں گی جہاں کہیں گی میں کروں گا۔" وہ صاف بولا۔

"تم میرے بغیر رہ لوگے؟" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"رہنا پڑے گا جب قسمت میں ملنا ہی نہیں... خواری سے فائدہ۔" وہ اس لاحاصل انتظار اور جدوجہد سے ... تھا آج اس کے لہجے میں نہ تڑپ تھی نہ بے قراری نہ جان ... کرتی نظریں تھیں اور نہ ہی روشن مستقبل کے سہانے خواب۔ آج وہ ہمیشہ سے مختلف اور نئے انداز میں بات کررہا تھا۔ جیسے کوئی بات نظر نہیں آرہی تھی اس میں وہ چند لمحے دیکھتی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم اپنے گھر ... کو جمعہ کو بھیج دینا ... اللہ ... ہے۔" وہ کہہ کر پارک کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گئی تو فاروق اس کے پیچھے چل دیا۔ اس سے جواب نے اسے خوش کردیا تھا مگر وہ اپنی مسرت ظاہر نہیں کررہا تھا اس کی ناراضگی اور تلخی کے بعد اب جاکر اس نے آنے کی اجازت دی تھی۔ وہ اتنی جلدی کچھ والا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کہیں وہ اس کی نرمی دیکھ کر پھر منع کردے اور اتنے انتظار کے بعد مزید انتظار کی تاب نہ تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا گیٹ پر اس سے ملا تھا۔ وہ خلاف توقع بے حد چپ تھی۔ فاروق نے چور نظروں سے اسے دیکھا اور بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔ وہ اس کے پیچھے بیٹھ گئی اور اپنا ہاتھ سنبھلنے کے لیے اس کے کاندھے پر رکھ لیا۔

"ناراض ہو؟" فاروق نے بائیک روڈ پر لاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے آہستگی سے کہتے ہوئے آنکھوں کی منڈیروں سے نکلنے والے آنسوؤں کو آنچل میں جذب کرلیا تھا۔

❀ ☆ ❀

"لو... ابھی اس سے بڑی تین بیٹھی ہیں اس کی کیسے کردوں؟" زاہدہ بیگم کو آنے والے بہت پسند آئے تھے اور ان کا بیٹا بھی اچھا لگا تھا مگر جب انہوں نے مریم کے سلسلے میں بات کی تو وہ متعجب لہجے میں ناگواری سے بولیں۔

"آپ سوچ کر جواب دیجیے گا ہم دو گلیاں چھوڑ کر آگے ہی رہتے ہیں۔ اگلے ہفتے جواب لینے آجائیں گے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے ساتھ آنے والے تمام لوگ بھی۔ ان کے جانے کے بعد بھی زاہدہ بیگم خود بخود بڑبڑاتی رہیں، افسوس و ملال کرتی رہیں، اتنا اچھا رشتہ آیا بھی تو کس کے لیے۔ جس کے لیے ابھی انہوں نے سوچنا بھی شروع نہیں کیا تھا۔ رحیم صاحب دفتر سے آئے تو یہ موضوع ایک بار پھر چھڑ گیا اور مریم جو دوپہر سے اب تک سب کے درمیان چور بنی ہوئی تھی، شرمندہ ہوتی رہی تھی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

ایسا کیوں ہوتا ہے منزل سامنے نظر آرہی ہو اور ہم اسے پا نہ سکتے ہوں۔ چاہتے ہوئے بھی خواہش رکھتے ہوئے بھی وہ ہماری دسترس سے دور ہوجاتی ہو۔

وہ ملال سے سوچ رہی تھی اسے یقین ہوچلا تھا، اماں صاف انکار کردیں گی اور اس کی آرزوؤں کا گھروندا پانی پر بنے عکس کی طرح ایک ہی لہر سے ڈھے جائے گا۔ وہ افسوس و غم میں رات تک یوں ہی پلنگ پر پڑی رہی جب نگہت آپی کھانے کے لیے بلانے آئیں تب بھی وہ بھوک نہ ہونے کا بہانہ کرکے یوں ہی پڑی رہی۔

"مجھے معلوم ہے تمہیں بھوک کیوں نہیں ہے۔" وہ اس کے پاس ہی آبیٹھیں، وہ چپ سادھے لیٹی رہی۔ "تم اس لڑکے کو پسند کرتی ہونا؟" ان کے لفظوں نے اس کے سر پر دھماکہ کرڈالا تھا وہ حیران و پریشان ہوکر اٹھ بیٹھی۔

"آپ کو... آپ کو کیسے خبر ہوئی... ؟ کیا ... ؟" وہ حواس باختگی سے بولی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ اگر اماں کو خبر ہوگئی تو وہ

اس کا جنازہ نکال دیں گی۔
"پگلی! وہ کیوں بتائے گی وہ تمہاری دوست ہے ہماری نہیں۔" وہ دھیمے سے مسکرائی تھیں۔
"پھر...؟" وہ سوالیہ نشان بنی بیٹھی تھی۔
"پھر یہ کہ......؟" وہ رکیں اور اس کے ماتھے پر آئے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے بولیں۔ "جب دوپہر میں وہ لوگ آئے تو ان کی آمد کے ساتھ تمہارے چہرے پر بکھرنے والے رنگ ہی اور تھے۔ بے حد خوب صورت اور رنگین' جب انسان کو کوئی پسند کرتا ہے' اسے چاہتا ہے یہ رنگ اس وقت اترتے ہیں' مجھے اندازہ ہو چلا تھا کہ وہ تمہارے لیے آئے ہیں۔"
"آپی! آپ یہ بات کسی کو مت بتایئے گا' پلیز۔" وہ ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے التجائی لہجے میں بولی۔
"تمہیں یہ کہنے کی ضرورت ہے؟" انہوں نے خفگی سے کہا تو وہ ان سے لپٹ گئی۔ "چلو پھر کھانا کھاؤ' بھوکے رہنا پریشانی کا حل نہیں ہے۔" وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے ٹوک کر بولیں تو وہ آزردگی کے ساتھ کہنے لگی۔
"اماں انہیں منع کردیں گی ناں' مجھے معلوم تھا یہی ہونا ہے اس لیے میں فاروق کو رشتہ بھیجنے سے منع کرتی تھی اور دیکھ لیں وہی ہوا۔ آپی! ہم غریبوں کی قسمتیں کیوں سوئی رہتی ہیں' کبھی جاگتی ہی نہیں۔" وہ پوچھ رہی تھی وہ اسے کیا جواب دیتیں' کتنے سالوں سے مایوسی کا منہ دیکھ رہی تھیں' کوئی امیدوار بن کر آتا ہی نہیں تھا۔ کسی کو صورت پری سی چاہیے تھی کسی کو ڈھیروں جہیز درکار تھا اور کسی کو کم عمر لڑکی۔
"ان سوالوں سے نکل آؤ مریم! یہ سوال انسان کو پاگل کردیتے ہیں' تمہارے سامنے تو روشن مستقبل ہے' میں اماں سے ضرور بات کروں گی' ہمارا نہ سہی کم از کم مریم کے خوابوں کا گھروندا مسمار نہ ہو اگر کوئی اس کا امیدوار بن کر آ ہی نکلا تھا تو اسے پہلے دوسرے کی گنتی میں مایوس نہ لوٹائیں' کسی چوتھے کا نصیب بند نہ کریں۔" وہ ایک عزم کے ساتھ اٹھ کے اماں کے کمرے میں آ گئی تھی۔ اماں بستر پر بیٹھی کرتے میں بٹن ٹانک رہی تھیں۔ نزہت اور راحت باورچی خانے میں تھیں' ان کی آوازیں وہاں تک آ رہی تھیں جب کہ رحیم صاحب دوستوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ وہ ان کے قریب آ بیٹھی اور کہنا شروع کیا اس کی بات سنتے ہی وہ جھٹکے سے اٹھ گئیں۔
"شادی تو ہاں تو نہیں ہوگی' تم تینوں بہنوں کو چھوڑ کر میں مریم کی کس طرح کروں وہ تو سب سے چھوٹی ہے اور ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔" وہ ہنوز اپنی بات پر اڑی بیٹھی تھیں۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔
"ہمارے مقدر میں نصیب کھلنا ہوگا تو کھل جائے گا آپ ہماری وجہ سے مریم کا مقدر کیوں بند کررہی ہیں۔" اس نے نرمی سے انہیں قائل کرنا چاہا۔
"یہ نہیں ہوسکتا' بھئی لوگ کیا کہیں گے برادری میں جتنے منہ اتنی باتیں ہوں گی' جو سنے گا وہ یہی کہے گا کہ بڑی بہنوں کے رشتے نہیں آتے تو چھوٹی کو ٹھکانے لگا دیا۔" وہ طنز سے گویا ہوئیں۔
"لوگوں کو ہر صورت بولنے کا موقع چاہیے ہوتا ہے آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں اماں! میری وجہ سے آپ نزہت کے لیے آئے رشتوں کو منع کرتی رہیں پھر نزہت کی وجہ سے آپ نے راحت کی نہیں ہونے دی' اب ہم تینوں کا جواز بنا کر آپ مریم کے خواب نہ چھینیں۔" اس کی آواز بے بسی اور دکھوں کے بوجھ سے بھیگنے لگی تھی۔
"نگہت...! یہ تو کہہ رہی ہے میں نے تم لوگوں کے مقدر بند کیے ہیں' میں راستہ روکے کھڑی ہوں؟" وہ بے یقینی اور شاک کی کیفیت میں اس کی صورت دیکھنے لگیں۔
"میں یہ کب کہہ رہی ہوں میں تو...... میں تو بس یہ کہہ رہی ہوں کہ مریم بھی کہیں اس گنتی کے انتظار میں تیس کی نہ ہو جائے اور جو لڑکی شادی سے پہلے تیس کا ہندسہ پار کر جائے اسے ہمارے معاشرے کے سنگ دل لوگ عورت کہنے لگتے ہیں پھر اس ڈھلتی عمر کی بوڑھی عورت سے کوئی شادی نہیں کرتا۔ اسے کوئی نہیں اپناتا۔" وہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
آج نگہت نے ان کی آنکھیں کھول دی تھیں اک گہرے ملال و تاسف نے انہیں آ گھیرا کہ اگر وہ یہ بات پہلے سمجھ جاتیں تو آج نزہت اور راحت اپنے گھر کی ہو چکی ہوتیں۔ انہوں نے روتے ہوئے نگہت کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ آج انہوں نے مریم کی شادی کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ شاید مریم کے نصیب سے نگہت' نزہت اور راحت کے نصیب بھی کھل جائیں۔

"مجھے ذیشان حیدر کہتے ہیں اور میں آپ سے مل کر ایک روحانی خوشی محسوس کررہا ہوں۔" نزدیک ہی عقب سے اس کی مانوس سی آواز آئی تو حیرت اور استعجاب اس پر کچھ اس شدت سے ٹوٹا کہ ہاتھ میں پکڑے گلاس کا مشروب تھوڑا سا چھلک کر براہِ راست کی گلاس ٹوپ ٹیبل کو داغ دار کر گیا۔ بے یقینی کے انداز میں اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا وہ اپنے بہترین لباس میں عجیب سی دلکشی لیے سیٹھ فیاض علی کی الٹرا ماڈرن بیٹی سارا سکینہ بانو سے انگریزی میں اپنا تعارف کرارہا تھا۔ سوی کو اپنی بصارت پر یقین نہ آیا اس نے اپنی گردن موڑ کر سامنے بیٹھے وقار کی طرف دیکھا ان کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہیں تھی۔

"کہیں یہ کوئی خواب تو نہیں سوی!" اس سے نگاہ ملتے ہی انہوں نے تحیر آمیز مسکراہٹ سے کہا یوں جیسے انہونی بات کو حقیقت میں بدلتا دیکھ کر بھی ناقابل قبول سمجھا جاتا ہے۔

سوی کی تمام تر توجہ اس وقت شان کی طرف لگی ہوئی تھی جو بہت نیچی آواز میں بڑے والہانہ انداز میں سارہ کے کانوں میں نہ جانے کیسے چٹکلے چھوڑ رہا تھا کہ سارہ کے نقرئی قہقہے ماحول میں ایک لطیف سا ارتعاش پیدا کررہے تھے مگر اس کے کانوں میں تو جیسے کوئی سیسہ انڈیل رہا تھا۔ اس نے وقار کا ریمارک ڈھنگ سے سنا بھی نہیں۔

"او مائی گاڈ ناقابل قبول حقیقت ہے جیسے سورج مغرب سے نکل آیا ہے۔" وقار نے آخری فقرہ انگریزی کے محاورے [illegible] پھر کہا تب بھی وہ سنی ان سنی کر گئی کیونکہ اب شان سارہ کا ہاتھ تھامے ڈانسنگ فلور کا رخ کررہا تھا اس کی چال بڑی پُروقار تھی اور سارہ کی قامت کے بھرے بھرے بدن میں ایک محسوس کرنے والی لچک آ گئی تھی اور یہ سب کس قدر ناقابل یقین تھا صائمہ صفدر کے لیے جس کی حیران اور پھٹی آنکھوں میں اب ایک تکلیف دہ سی کھٹک ہورہی تھی۔

"یہ تو بالکل کچھ ایسی بات ہوگئی جیسے کوئی چوہا اچانک مشہور ڈیلس کے کسی شہزادے کی جون میں بدل جائے۔" وقار نے پھر ایک محاورے کو انگریزی میں ادا کیا۔ دراصل وہ اس کی توجہ ادھر سے ہٹانا چاہ رہے تھے۔

"آف شٹ اپ!" اس نے جھنجلانے کے سے انداز میں گلاس کو میز پر رکھتے ہوئے برہمی سے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ وقار احمد اس طرز تخاطب پر ششدر سے دیکھتے رہ گئے۔ اس کا رویہ انتہائی ہتک آمیز تھا مگر انہوں نے جلد ہی اپنی ناگواری پر قابو پا لیا کیونکہ وہ اس کی وقتی کیفیت کو بخوبی سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے برا ماننے کے بجائے اس کا سرد ہاتھ پکڑ کر بڑی نرمی سے کہا۔

"تھوڑا سا نارمل ہونے کی کوشش کرو سوی! میرا مطلب ہے انجوائے کرو آخر دیکھنا تو چاہیے کہ یہ اپنی حماقت کو کہاں تک نبھاتا ہے ورنہ تم نے تو ـــــ" تبھی اس کی نظر پھر شان کی طرف اٹھ گئی وہ سارہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے ڈانس کررہا تھا۔

"آپ ہی انجوائے کیجیے وقار اب میں چلتی ہوں۔" اس نے وقار کی بات کاٹ کر بڑے بھڑکتے ہوئے انداز میں کہا حالانکہ وہ کسی بھی قیمت پر اپنی فطری کمزوری کا اظہار وقار پر نہیں چاہتی تھی مگر اس وقت خود پر قابو نہ پا سکی اور وقار روکتے رہ گئے وہاں سے چلی آئی۔

اس روز سوونیئر میں جشن نوروزی تقریبات کے سلسلے میں چند مخصوص آئٹم پیش کیے جانے والے تھے اور انہیں دیکھنے کا محض ایک بہانہ تھا۔ اصل میں تو وقار نے اس کا فیصلہ سننے کے شوق میں ذاتی طور پر [illegible] ورنہ [illegible] بیٹھے ہی تھے کہ شان نے چونکا دینے کی حد تک بالکل غیر متوقع طور پر ہوکر یہ گل کھلایا۔ اس سے بے اختیار ان کا دل چاہا کہ شان کو شوٹ کردیں مگر یہ شوٹ کردینے کی تمنا یا خواہش انتہائی [illegible]

انتہائی لمحات میں جس شدت سے ابھرتی ہے اسی سرعت سے دب بھی جاتی ہے اور اپنی اس شدید خواہش کو بھلانے کے لیے وہ یہ سمجھتے کہ غم اور غصے سے کھولتے وہاں سے اٹھ کر سے ہوئے وہ گھر آئی تو اتنی ٹوٹ پھوٹ رہی تھی کہ لباس تبدیل کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی اسی لباس میں جو وہ سوونیئر کلب پہن کر گئی تھی اپنے بستر پر ڈھیر ہوگئی۔ دماغ میں جہاں تجسس، اضطراب نے غضب کردیا تھا وہاں ان گنت خیالوں کا سلسلہ کسی ایک مرکز پر جمنے نہیں دے رہا تھا۔ بھولی بسری یادوں کی سرسراہٹ حافظے کی سطح پر پھیل رہی تھی ذیشان کے ایک بے حد معمولی سے مظاہرے نے سب کچھ الٹ پلٹ کرکے رکھ دیا تھا۔ کچھ بھی نہیں سمجھ آرہا تھا زندگی کے الجھے ہوئے تانے بانوں کا کون سا سرا پکڑے اور کہاں سے آغاز کرے۔

باہر رات بے حد تاریک اور خاموش تھی سناٹوں کے رونق سلب کردینے والے قافلے بڑی سبک خرامی سے بھائیں بھائیں کرتے گھر میں اتر رہے تھے۔ دیوار پر چسپاں بڑے کلاک کی ٹک ٹک تیزی سے سرکتی ہوئی ساعتوں کا احساس دلا رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی یادداشت کی دھندلی تصویر صاف اور واضح ہوتی جارہی تھی۔

۞ ۞ ۞

اس کے والد کا آبائی وطن تو الٰہ آباد تھا مگر وہ عرصے سے لکھنؤ میں گورنمنٹ سروس میں تھے اور رجسٹرار کے منصب پر فائز تھے اور وہ سوی کے ایک مقامی کالج میں پڑھتی تھی۔ اس لیے اپنی ددھیال جانے کا اسے کم ہی اتفاق ہوتا ہے اور جب کبھی حویلی [illegible] جانے کا اتفاق بھی ہوتا تو وہ بھی اس طرح [illegible] جاتے ہوئے وہ چند روز کے لیے۔ وہاں بھی [illegible] بڑے گراں گزرتے کیونکہ اس کی ددھیال والے گاؤں سے تعلق رکھتے تھے جس میں سفید پوش تک [illegible] ہوکر رہ جاتی ہے اس پر اس کے دادا کا [illegible] ایک گنجان علاقے کی تنگ اور گندی سی گلی [illegible] بے حد معمولی اور قدیم طرز کا بنا ہوا جس کے [illegible] بیچوں بیچ ایک کشادہ سا کچا صحن تھا گھر [illegible] مدت سے جوں کا توں تھا۔ اس [illegible] رہ گئی۔ اسے اپنی ددھیال کا یہ گھر [illegible] کیونکہ اس کا اپنا گھر اس گھر سے یکسر مختلف [illegible] وہ ایک کھلے علاقے میں تھا اور دوسرا اس میں رہائش

ضرورت کی ہر چیز میسر تھی۔ اس کے والد کی اوپری آمدنی بہت اچھی تھی اس لیے انہوں نے اپنا اسٹینڈرڈ بہت اونچا کرلیا تھا قدرت نے اس کے والدین کو اولاد نرینہ سے محروم ہی رکھا تھا بس دو بیٹیاں دی تھیں ایک وہ خود تھی اور ایک اس سے پورے آٹھ برس چھوٹی بہن آسیہ تھی۔ اس کے ابو اور امی اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے اور اس کا بہت ہی مان کرتے تھے۔ اس کی ہر بات کو مقدم رکھتے تھے اور اس کی ہر ضد پوری کی جاتی غرضیکہ چھوٹی بہن سے زیادہ اس کے چاؤ چونچلے کیے جاتے۔

اس کے ننھیال والے تو بالکل ہی دیہاتی لوگ تھے جن کی زندگی اپنی زمینوں اور کھیتوں تک محدود تھی اور ددھیال والے بھی کچھ اچھی حیثیت کے مالک نہ تھے۔ ابتداء ہی سے جب سے اس نے ہوش سنبھالا سارے خاندان والوں کو اپنے سے نیچا ہی پایا تھا اور پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ اس کے ابو جو نئی روشنی کے حد درجہ دلدادہ تھے انہوں نے اس کی ابتدائی تعلیم پہلے ایک انگلش میڈیم اسکول سے کرائی پھر پرائمری کے بعد اسے ڈیرا ڈون کا کونونٹ بھیج دیا۔ جہاں سے سینئر کیمبرج کرنے کے بعد اس نے لکھنؤ یونیورسٹی کالج میں داخلہ لے لیا۔ اس کی امی تو اب بھی کسی حد تک پرانی روایات کی پابند تھیں مگر اس کے ابو کی آزاد خیالی اور حد سے زیادہ لاڈ پیار نے اسے سرکش اور خودسر بنادیا تھا۔ وہ ہر بات میں اپنی من مانی کرنے کی عادی تھی کیا چھوٹا کیا بڑا کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ ننھیال تو جیسی بھی تھی مگر ددھیال خاصی قبول صورت تھی اور اسے تو اپنی ہستی پر اس لیے بھی ناز تھا کہ ایک تو وہ اپنے خاندان کی لڑکیوں میں سب سے زیادہ ماڈرن اور پڑھی لکھی تھی اور اس پر خدا نے شکل و صورت بھی اچھی دی تھی اور جدید فرائش حسن کے چٹکلوں اور پرکاری نے اور بھی قبول صورت بنادیا تھا اور جس لڑکی کے ساتھ اتنی ساری خصوصیات جمع ہوجائیں اس کا مغرور یا خود سر ہونا بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ددھیال میں تایا جان اور ان کی بیوی بڑی اماں کی شمس بھائی قمر باجی دو ہی بچے تھے۔ ان سے چھوٹے یعنی منجھلے چچا کی چار اولادیں تھیں الطاف بھائی نازیہ فاخرہ اور عاطف پھر اپنے ابو کی وہ اور آسیہ اور چھوٹے چچا کا اکلوتا بیٹا ذیشان جو چچی کے [illegible] کے بعد اور چھوٹے چچا کے جرمنی جاکر ایک جرمن عورت سے شادی کرنے کے بعد دادی اماں اور چچی جان کے رحم و کرم پر پڑا رہ گیا تھا اور باپ کے ہوتے ہوئے بھی لاوارث

ہو کر نظر انداز کیا جاتا تھا۔ دونوں پھوپیاں پردیس میں اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں اور سب کی اولادیں پڑھ رہی تھیں۔ شان بھی ایک انجینئرنگ کالج میں زیرِ تعلیم تھا مگر اس نے بڑی سست رفتاری سے یہ تعلیمی منازل طے کی تھیں۔ عاطف اس سے کئی برس چھوٹا تھا مگر پڑھائی میں اس سے بہت آگے تھا۔ خود شان کی اس گھر میں کوئی حیثیت ہی نہ تھی ہمیشہ حماقتوں کا سمبل بنا نظر آتا تھا۔ نہ لباس ٹھیک نہ حلیہ درست، بے حد لاابالی اور بے حس جو سدا سب کی خوشامد ہی کرتا نظر آتا۔ ذرا سا منہ لگانے پر سر چڑھنے کی کوشش کرتا بات بے بات کے قہقہے لگانا، بے تکے مذاق کرنا اس کی سرشت میں شامل تھا۔ بھلا خاندان کے کسی بھی لڑکے نے وہ کام کیے تھے جو وہ کرتا کہ بیٹھا سبزی کاٹ رہا ہے، چائے بنا رہا ہے اور ہنڈیا بھون رہا ہے۔ حد تو یہ تھی کہ دادی اماں کے سر میں تیل ڈال کر مالش کرنے کے بعد کنگھی کر کے ان کی چوٹی تک گوندھ دیتا تھا۔ سب دل کھول کر اسے بے وقوف بناتے اور اس کی حماقتوں سے لطف اٹھاتے تھے اور سوی کو تو وہ ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا ایک دم خوشامدی اور چھچھورا سا لگتا تھا۔ وہ ہمیشہ اس سے ڈانٹ کر بات کرتی اور اس کی بے تکی باتوں پر اسے خوب لتاڑتی تھی بلکہ اس پر خوب اپنا رعب گانٹھتی اور وہ بھی واقعی اس سے حد درجہ مرعوب ہو جاتا جب وہ فر فر انگلش میں الطاف بھائی اور شمس بھیا سے باتیں کرتی یا اس پر بگڑتی۔

شمس بھیا چونکہ سارے چچازادوں میں سب سے بڑے تھے اس لیے ان کے مزاج میں سنجیدگی بردباری بھی بہت تھی۔ الطاف بھائی فطرتاً کم گو مگر عاطف، نازیہ اور فاخرہ تو شرارتوں کی پوٹ تھے ہر دم شان کو بدھو بنایا کرتیں۔ ایک مرتبہ جب وہ تھرڈ ائیر کی طالبہ تھی قمر باجی کی شادی میں ددھیال جانے کا اتفاق ہوا تو ایک دن عاطف، نازیہ اور فاخرہ زبردستی اسے شان کی کوٹھڑی نما کمرے میں لے گئے۔ گئے تو تھے یہ لوگ اسے اپنی شرارتوں کا نشانہ بنانے مگر وہاں شمس بھیا کو پہلے سے بیٹھا دیکھ کر اپنے ارادے کو ملتوی کرنا پڑا۔ اسے اس روز سوی نے کافی عرصے کے بعد دیکھا تھا، وہ نہایت سنجیدگی سے شمس بھائی سے کسی مسئلے پر گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے کوئی دھیان ہی نہ دیا۔ کونے میں پڑی ایک کرسی پر بیٹھ کر وہیں پڑے ایک انگلش میگزین کی ورق گردانی کرنے لگی مگر عاطف بولے بغیر نہ رہ سکا۔

"ہاں تو پھر کیا رہا شان بھیا آپ کے اس افسانے کا؟" عاطف نے سنجیدہ سی صورت بنا کر کہا۔ الطاف بھائی بھی اسی اثناء میں کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔ اس کے افسانے لکھنے کی اطلاع پر جہاں سوی کے دل میں گدگدی ہونے لگی، وہاں الطاف بھائی کے سنجیدہ چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"ہاں بھئی شان! سنا ہے تم نے تو بڑے بڑے اہلِ قلم کو پیچھے بٹھا دیا، ہمیں بھی تو دکھاؤ اپنے افسانے۔" الطاف بھائی نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"کون سے رسالے میں چھپتے ہیں تمہارے افسانے؟" شمس بھائی نے اپنی مخصوص بردباری اور سادگی سے پوچھا۔

"کون سے رسالے میں؟ واہ کیا خوب شمس بھیا! یہ کہیے کہ کون کون سے رسالوں میں چھپتے ہیں تمہارے افسانے، کوئی ایک رسالہ تھوڑی ہے جس میں میں نے اپنا افسانہ بھیجا ہے۔ میں نے تو دہلی اور لکھنؤ سے شائع ہونے والے رسالوں میں بھی اپنے افسانے بھیجے ہیں۔" شان نے ترنگ میں آ کر کہا۔

"اوہو بھئی غلطی ہو گئی، دراصل ہمیں علم ہی نہ تھا ہاں تو کون کون سے رسالوں میں چھپتے ہیں تمہارے مضامین۔" نازیہ نے "کون کون سے" پر زور دے کر انتہائی اشتیاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بھئی "پاور ے خین، مغرب شمال، راس کماری" اور ایسے ہی مشہور معروف بہت سے دوسرے رسالوں میں میں نے اپنے افسانے بھیجے ہیں۔" شان نے سینہ پھلا کر کچھ اتنے فخر سے بتایا کہ وہ بظاہر میگزین کے مطالعے میں منہمک تھی متعجب سے انداز میں اس کی طرف دیکھے بغیر نہ رہ سکی۔

"اچھا تب تو بہت اچھی بات ہے۔" شمس بھائی نے اپنی سادگی میں بھی سراہنے سے نہ چوکے۔

"واقعی یار تم تو بڑے چھپے رستم نکلے اپنا ایک آدھ افسانہ ہمیں بھی تو دکھاؤ۔" الطاف بھائی کو بالکل یقین نہیں آ رہا تھا۔ شان بوکھلا سا گیا، کھنکار کر بولا۔

"دکھانے میں تو کوئی حرج نہ تھا مگر... مگر میرے پاس اس وقت کوئی رسالہ موجود نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے اتنے زبردست ادب سے کون محروم رہ سکتا ہے لوگ پڑھنے کے لیے لے جاتے ہوں گے آپ کے افسانے کیوں شان بھیا؟" عاطف شرارت آمیز سنجیدگی سے بولا۔

"ارے نہیں بھئی یہ بات نہیں، میں کیا بتاؤں؟" شان منہ لٹکا کر ایسی بے چارگی کے انداز میں بولا کہ فاخرہ نے کرسی پر اچھلتے ہوئے بڑی تشویشناک لہجے میں کہا۔

"کیا... خدانخواستہ کوئی ٹریجڈی ہو گئی ہے؟"

"ہاں بس یہی سمجھ لو۔" شان رونی صورت بنا کر بولا۔

"ہائے... خدا خیر کرے۔" عاطف اور نازیہ نے ایک ساتھ کہا تو الطاف بھائی کو ہنسی آ گئی۔ شان سب کو اپنا ہمدرد پا کر بڑے متاسف لہجے میں بولا۔

"دراصل یہ ایڈیٹر لوگ ہم جیسے قلم کاروں سے ازلی بیر رکھتے ہیں، مجال ہے جو اچھی تحریریں چھاپ دیں۔ میں اب تک جتنے بھی رسالوں میں اپنے افسانے بھیج چکا ہوں ایک نے بھی میرا کوئی افسانہ نہیں چھاپا۔" شان نے جس حماقت آمیز سنجیدگی سے اپنی بات کہی تھی ایک قہقہہ پڑا اور شان جھینپ کر رہ گیا۔

"اف یہ تو بڑی زیادتی ہوئی سراسر ناانصافی۔" نازیہ نے روکھا سا منہ بنا کر کہا۔

"ہاں ہاں اور کیا...!" شان نے بھی اپنی جھینپ یوں مٹائی۔

"ارے چھوڑو یار! اگر وہ نہیں چھاپتے تو کیا غم، تم خوشخط میں لکھ کر ہم سے داد لے لیا کرو۔" الطاف بھائی ہنس کر بولے۔

"ہاں واقعی آخر کوئی کیوں پہروں بیٹھا صفحے کے صفحے سیاہ کرتا رہے، تو کوئی لکیریں تو نہ کھینچتا ہوگا۔ تم نے کچھ نہ کچھ تو لکھا ہی ہوگا بس ذرا لگے لکھنے کے معاملے میں صبر و تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوشش جاری رکھو کبھی نہ کبھی تو اچھے لکھنے والوں میں شمار ہو جائے گا۔" شمس بھیا نے اس کی ڈھارس بندھائی۔

"جی ہاں شمس بھیا! اب میرے اس افسانے کو لے لیجیے یہ میں نے آج ہی مکمل کیا ہے۔" شمس بھیا کے حوصلہ افزا جملے پر خوش ہو کر اس نے اپنی میز کی دراز سے ایک مسودہ نکالتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھیے کتنا شاندار افسانہ ہے ذرا پڑھ کر دیکھیے گا پھر پتا چلے گا کہ میں کیسا ادب تخلیق کر رہا ہوں۔" اس نے پھر فخریہ لہجہ اپنایا۔

"ارے بھئی نہیں میرے پاس اتنا وقت کہاں، میں تو..." شمس بھیا نے گھبرا کر عذر پیش کرنا چاہا تو الطاف بھائی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی تم ہی سنا دو جو لکھتا ہے وہی اچھی طرح پوری روانی کے ساتھ پڑھ بھی سکتا ہے۔"

بس پھر کیا تھا شان نہال ہو گیا، جلدی سے مسودہ کھولا اور ہو گیا شروع۔

"چہار سو ہو کا عالم طاری تھا۔"

"ہوئی...!" نازیہ خوف زدہ ہوتی ہوئی بولی۔ الطاف بھائی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"سمندر کی بپھری ہوئی موجیں بڑی شدت سے موجزن تھیں۔"

"لے ہے کیا... سمندری طوفان آیا ہوا تھا؟" فاخرہ نے سہم کر کہا۔

"بھئی خاموشی بیٹھ کر سنو۔" شمس بھیا نے اسے ٹوکا۔

"چنگھاڑ رہی تھیں۔" شان پھر شروع ہو گیا۔

"کون؟" عاطف نے متجسس انداز میں پوچھا۔

"ارے بھئی وہی سمندر کی موجیں۔" شان نے بے زار سے لہجے میں کہا اور بولا۔ "وہ لب دریا کے کنارے خاموش بیٹھی تھی چاندنی کی روشنی میں نہائی وہ چاندی کا ٹکڑا لگ رہی تھی۔"

"اور کاربولک سوپ سے رگڑ رگڑ کر اپنا شیشے جیسا مکھڑا دھو رہی تھی۔ اتنا اور بڑھا دیجیے شان بھیا! لطف دوبالا ہو جائے گا۔" عاطف نے بیچ میں لقمہ دیا۔

شمس بھیا بھی اپنی مسکراہٹ نہ روک سکے۔

"بھئی مذاق مت اڑاؤ ورنہ ہم نہیں سنائیں گے۔" شان اٹھلا کر بولا۔

"ارے نہیں نہیں، بکنے دو اسے ہاں تو پھر..." الطاف بھائی نے ہنسی روک کر کہا۔

"ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے زور سے اس کے سیاہ گھٹاؤں جیسے سنہری بال فضاؤں میں ادھر ادھر اڑ رہے تھے۔"

"ایمان سے بال تھے یا بم سے نکلی ہوئی چنگاریاں؟" عاطف دخل اندازی سے باز نہیں آیا۔ شمس بھیا نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اس کی نیلی نیلی آنکھوں میں آس زدہ کے جگنو سے چمک رہے تھے۔"

"ایمان سے اب تو حد ہو گئی شان بھیا!" نازیہ بمشکل اپنی ہنسی روک کر بولی۔

"ارے تعجب کی کیا بات ہے کسی خرگوش کی نسل سے تعلق رکھتی ہوگی ان کی ہیروئن۔" عاطف نے مسمسی سی شکل بنا کر کہا تو ایک زبردست قہقہہ پڑا جس میں شان نے بھی شرکت کی۔

"نہیں خرگوش کی آنکھیں تو لال ہوتی ہیں۔" شان نے

اپنی پوری بتیسی نکالتے ہوئے کہا۔
"بھئی تم لوگ سخت نالائق ہو۔" وہ بولے بغیر نہیں رہ سکتے کیا۔ خوامخواہ اتنی اچھی کہانی کا مزا کرکرا کر کے رکھ دیا۔" الطاف بھائی نے بناوٹی غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
"ہاں تو پھر شان میاں!" شمس بھائی نے اشتیاق سے پوچھا۔
"وہ حد نظر تک پھیلی پانی کی چادر کو تک رہی تھی، جس پر سورج کی تیز شعاعیں چمک رہی تھیں۔"
"نہیں...... یعنی سورج بھی نکلا ہوا تھا؟ گویا دن کا وقت تھا تب تو ڈر کی کوئی بات ہی نہیں۔" عاطف اچک کر بولا تو شان کو سچ مچ غصہ آ گیا۔ اس نے مسودے کو رول کر کے میز پر پٹخ دیا حالانکہ شمس بھیا ان شریروں کو برا بھلا ہی کہتے رہے مگر شان آگے پڑھنے پر بالکل آمادہ نظر نہیں آیا۔
شمس بھائی نہ جانے کیوں اتنی دلچسپی لے رہے تھے اس احمق سے انسان میں۔ اس نے رسالہ ایک طرف رکھتے ہوئے سوچا اور پہلی بار بڑی غور سے شان کا جائزہ لیا۔ عجیب بے تکا حلیہ تھا، تنگ موری کا سیدھا پاجامہ، سوتی میلی سی نیلی قمیص، جس کی بڑی آستینیں بڑی بے پروائی اور بدسلیقگی سے کہنیوں تک سمٹی ہوئی تھیں۔ تھوڑا تھوڑا سنہرا پن لیے سیاہ بال، تیل سے چپڑے ہوئے۔ نقشہ اور رنگت تو چچا میاں سے مشابہ تھی، اس لیے کچھ گوری تھی مگر اس کے بے ڈھنگے پن اور بے پروائی کی وجہ سے عجیب مضحکہ خیز بن گئی تھی اس نے نفرت سے منہ سکیڑا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"ارے کہاں چلیں سوی؟" شمس بھیا نے پوچھا۔
"ارے نہیں تھوڑی دیر تو اور بیٹھیے۔" شان نے اتنے دن میں پہلی بار کچھ جھجکتے سے انداز میں اسے مخاطب کیا مگر شان کی بات سن کر تو اس کا موڈ بالکل ہی آف ہو گیا۔ وہ تیزی سے اس کے کمرے سے باہر نکل آئی اور تھوڑی دیر بعد شان کو اس طرح بھول گئی جیسے گھر میں اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔
❀....❀....❀
وہ قمر باجی کی شادی کا دن تھا، بارات آنے والی تھی اور ان کے یہاں یہ دستور تھا کہ بارات کے ساتھ ہی دلہا والوں کی طرف سے بری آتی تھی۔ گھر کا ایک ایک فرد بڑے اہتمام سے تیار ہو کر بارات کے استقبال میں کھڑا تھا مگر شان وہی میلے کچیلے کپڑے پہنے ان ملازموں اور ملازماؤں کے ساتھ جو شادی بیاہ کے موقعوں پر ایک خاص معاوضے پر ہاتھ بٹانے آ جاتے ہیں یا بلا لیے جاتے ہیں بھاگ بھاگ کر چیزیں ادھر ادھر کر رہا تھا۔ سارے گھر میں ایک شمس بھیا ہی تھے جنہوں نے اس کے بے ترتیب حلیے پر ٹوکا بھی تھا مگر اس نے بڑی معصومیت سے کہہ دیا تھا کہ دادی اماں کہہ رہی ہیں تم تو اس کے بھائی ہو تمہیں کپڑے بدلنے کی کیا ضرورت، جا کر بہن کی شادی کے انتظامات کرو تاکہ سمدھیانے والوں کے سامنے عزت رہ جائے۔ شمس بھیا کا دل اس کی معصومیت پر کٹ کر رہ گیا مگر انہوں نے کچھ نہیں کہا البتہ اور سب کو آ کر بتا دیا۔ بعض ہمدرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی مظلوم کے لیے دل میں درد تو محسوس کرتے ہیں مگر صرف احساس کی حد تک۔ عملاً کچھ کرتے کراتے نہیں بلکہ خاموش تماشائی بنے سب کچھ دیکھتے رہتے ہیں، ایسے ہی لوگوں میں شمس بھائی کو بھی شامل کیا جا سکتا تھا۔
شمس بھیا نے اسے ٹوک تو دیا مگر اس کی بات کے جواب میں کچھ کہا نہیں البتہ ان لوگوں کو ضرور اس کی سادہ لوحی اور سیدھے پن سے آگاہ کر دیا اور جب وہ پسینوں میں تر بتر جیسے تیسے بے حلیہ ایک طرف کھڑا اڑے میں شربت سجا رہا تھا تو سوی نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے فقرہ کسا۔
"ذرا دیکھنا بھئی شان کی اس وقت وہی حالت ہے کہ چمار کو عرش پر بھی بیگار۔" تو اس نے اپنے تیزی سے چلتے ہاتھ روک کر بڑی مشفقت سے کہا۔
"نہیں بلکہ ایک بہن کی عزت کا سوال ہے۔" وہ اس سے کسی جواب کی متوقع نہیں رہتی تھی جل کر بولی۔
"عزت بھائیوں کے حلیے اور ٹیپ ٹاپ سے ہوتی ہے تمہیں اس حلیے میں دیکھ کر تو اتنی عزت بن رہی ہے۔" [illegible] دانست میں ایک بھرپور چوٹ کر کے وہ ناز سے [illegible] بڑھ گئی اور شادی کی گہما گہمی میں مصروف ہو گئی مگر قمر باجی کی رخصتی کے وقت اس نے دیکھا کہ شان بڑے صاف ستھرے کپڑے پہنے دلہن کی کار کے پاس کھڑا منہ بسور رہا تھا [illegible] آنکھیں نم تھیں مگر اسے ایک مضحکہ خیز انداز میں منہ بسورتے [illegible] کر وہ اپنی ہنسی نہ روک سکی۔
"آپ بات بہت سچی کہتی ہیں جو سیدھی دل پر [illegible] کرتی ہے۔" قمر باجی کی رخصتی کے بعد اس کے [illegible] شان نے کہا اور اس کے تیور دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ پھر قمر باجی کی شادی کے تین چار روز بعد ہی وہ اپنے والدین

[illegible] بہن کے ساتھ اپنے گھر واپس آ گئی۔
پھر تو سے دو برس تک الہ آباد جانے کا اتفاق ہی نہ ہوا۔ [illegible] وہاں رہنے کے خیال سے وحشت ہوتی تھی اور لکھنؤ میں واقعی اس کی [illegible] دلچسپیاں تھیں کہ کہیں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ گرمیوں کی چھٹیاں وہ نینی تال، میسوری یا شملہ میں گزارتی تھی مگر اب تو گریجویشن کے بعد مکمل آرام کر رہی تھی کہ اس کے ابو نے بیٹھے بٹھائے اچانک پاکستان ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا اور لاہور کا رخ کرتے ہوئے کچھ روز الہ آباد قیام کرنے کی نیت سے ٹھہر گئے تھے۔ دو برس بعد آنے پر بھی شان میں کوئی فرق نہ پڑا تھا، سب اب تک اسے انگلیوں پر نچاتے یا ڈگڈگی بجا دیتے۔ اسے ان باتوں سے کیا غرض تھی، وہ تو وہاں سب سے ملنے ملانے اور ایک عارضی قیام کے لیے گئی تھی۔
[illegible] اتنے پیارے عزیزوں، سہیلیوں اور اپنے وطن چھوڑنے کا غم باقاعدہ طور پر منا رہی تھی، وہی گھر جس کے تصور سے بھی کبھی اسے وحشت ہوتی تھی اور جس کا سارا سسٹم صد درجہ پرانا تھا وہی اب سے اتنا پیارا اور اچھا لگ رہا تھا کہ اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کا خیال... کہیں سب سے چھپ چھپ کر روتی اور کبھی سب کے سامنے۔ شان ان دنوں دادی اماں کی [illegible] کے مطابق سارا سارا دن مارا مارا پھرتا یعنی آوارہ گردی کرتا تھا اور یہ دادی اماں کا ہی دم تھا جو اس کی کج ادائیوں کو [illegible] رہی تھیں اور سارے گھر میں وہی ایک ہستی تھی جو [illegible] تھیں۔
شان [illegible] پڑھ لکھ رہا تھا اس کے خیال میں اساتذہ اور [illegible] تھا، روانگی کے وقت وہ ایک ایک کے [illegible] نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔ سب ہی [illegible] رہے تھے، صرف شان ان میں موجود نہ تھا۔ [illegible] کار میں بیٹھ کر ایئرپورٹ کا رخ کرنے لگی تو اس [illegible] گھر بڑی [illegible] آنکھوں کو [illegible] اپنے تیزی سے بہتے آنسو [illegible] ہونے کے باوجود سوی کو اس [illegible]۔
[illegible] لاہور سے بروقت کراچی چلے [illegible] جاتے تھے۔ اس لیے انہوں نے [illegible] میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ نئے نئے ماحول [illegible] پڑتا اس لیے سوی کا دل کراچی میں نہ لگا۔ مگر رہنا تو وہیں تھا اس لیے اس نے کراچی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ کراچی آ کر تو جو تھوڑی بہت جھجک اور پاسداری تھی وہ بھی جاتی رہی۔ اس کے ابو نے اسے کھلی چھوٹ دے دی جو جی چاہتا کرتی حالانکہ اس کی امی اس کی اس قدر آزادی کے حق میں نہ تھیں اور جلد از جلد اس کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی تھیں مگر سوی اور اس کے ابو کے آگے ان کی ایک نہ چلتی۔ سوی نے تو شادی کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ
"وہ مسٹر رائٹ کا انتظار کر رہی ہے۔"
پھر پتا نہیں وقت کا پہیہ کس رفتار سے گردش لیل و نہار کی گاڑی کھینچتا رہا۔ بہت سارے دن گزر گئے تب ایک روز کافی عرصے بعد بس یہی ایک خبر بڑی دلچسپ تھی۔
"شان اپنی انجینئرنگ مکمل کر کے جرمنی جا رہا ہے اور یہ بھی کہ وہ بہت سنبھل گیا ہے بڑا اداس رہتا ہے اور معلوم ہے کس وجہ سے تمہارے لیے۔" نازیہ نے گو اس کی تنگ مزاجی کی وجہ سے بہت سنبھل سنبھل کر لکھا تھا مگر مارے غصے کے اس نے نازیہ کا یہ خط پھاڑ کر نہ صرف پرزے پرزے کر ڈالا بلکہ اسے ایسی زبردست جھاڑ پلائی کہ وہ اس سے روٹھ گئی۔
❀....❀....❀
مزید دو سال اس کی دلچسپ ایکٹیویٹیز میں یوں گزر گئے کہ اسے ان کے گزرنے کا پتا بھی نہ چلا۔ اسی اثناء میں اس کی ددھیال والے پاکستان ہجرت کر آئے اور لاہور میں مقیم ہو گئے تھے۔ ایم اے فائنل کر کے وہ فرصت سے بیٹھی تھی تو اس کی امی چند روز بیمار رہ کر ساری عمر کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال کر ہمیشہ کے لیے منہ موڑ گئیں۔ لاہور سے سارا کنبہ دوڑا دوڑا آ گیا اور چہلم کے بعد اس کے ابو اسے اور اس کی بہن کو لے کر لاہور آ گئے۔ فرخندہ کی شادی ہو چکی تھی اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ کینیڈا چلی گئی تھی۔ نازیہ کی شادی ہونے ہی والی تھی کہ اس کی امی کا انتقال ہو گیا۔ عاطف امریکہ چلا گیا تھا اور الطاف بھائی پنڈی میں ایک اعلیٰ منصب پر فائز تھے صرف شمس بھائی بھابی اور ان کے بچے رہ گئے تھے یا دونوں چچا اور دادی۔ پاکستان آ کر ان لوگوں نے اپنا اسٹیٹس بنا لیا تھا، ادھر ماں کا غم بھی بہت تھا شاید اس لیے اس کا دل لگ گیا تھا۔
نازیہ کی شادی کی وجہ سے ان دنوں گھر میں بہت چہل پہل تھی۔ فاخرہ بھی کینیڈا سے آئی ہوئی تھی سوائے عاطف کے سب

موجود تھے اور وہ ہر بات میں پیش پیش کہ ایک دن اچانک اور بے حد غیر متوقع طور پر پورے بیس برس بعد چھوٹے چچا جرمنی سے آ گئے۔ دادی اماں نے پچھلی ساری رنجش اور کلفت بھول کر بچھڑے ہوئے بیٹے کو کلیجے سے لگا لیا۔ سارے گھر میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ سوی کو گو ان کی آمد سے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی مگر انہیں دیکھنے کا اشتیاق بہت تھا اور جب اس کے ابو نے اسے چچا میاں سے ملوایا تو انہیں اپنی بھتیجی بہت زیادہ پسند آئی شاید اس لیے بھی کہ ایک تو وہ تعلیم یافتہ تھی اور اس پر روشن خیال اور نئی تہذیب کی دلدادہ۔ ظاہر تھا اس کے چچا میاں خود بھی زندگی کا ایک حصہ ترقی یافتہ ملک میں گزار کر آئے تھے اس لیے انہیں سوی سے ایک خاص لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ خود وہ بھی اپنے چچا میاں کی عمدہ عادات، اچھے اصولوں اور آزاد خیالی سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی، اتنا عرصہ یورپ میں گزارنے کے بعد بھی وہ اپنی زبان نہیں بھولے تھے اور فطرتاً بڑے بذلہ سنج اور شگفتہ مزاج تھے یہ تو اسے بعد میں پتا چلا کہ شان بھی ان کے ساتھ آیا ہے، وہ بھی جب پچھلے چچا جان نے ان سے شان کو اپنے ساتھ لاہور لانے کا شکوہ کیا۔ شان اپنے کسی ضروری کام سے کراچی میں رک گیا تھا، وہ نازیہ کی شادی میں بھی شریک نہ ہو سکا۔

چچا میاں مستقل طور پر آئے تھے، ان کی جرمن وائف کا انتقال ہو چکا تھا۔ نازیہ کی شادی کے ہنگامے سرد پڑے اور سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے تو چچا میاں سے کھل کر بات کرنے کا موقع ملا۔ چچا میاں ویسے تو بہت زندہ دل اور شگفتہ مزاج تھے مگر شان کا ذکر کرتے ہی اتنے افسردہ ہو جاتے کہ الجھن سی ہونے لگتی اور اس وقت تو خاص طور پر جب چچا میاں بڑے متاسف لہجے میں اس کے ابو سے کہتے۔

"میں نے اس پر جو زیادتیاں کی ہیں ان کا ازالہ تو شاید زندگی بھر نہ کر سکوں گا مگر اتنا ضرور کروں گا کہ اس کے لیے کسی بہترین ساتھی کا انتخاب کر کے اس کی زندگی کے خلا کو پُر کر دوں۔ بے چارہ بچہ جتنا کچھ بھی اس نے کیا ہے اپنی محنت اور لگن سے کیا ہے۔" تب شان کی ادھوری اور بے ڈھنگی شخصیت اس کی نگاہوں میں گھوم جاتی اور وہ دل پر جبر کر کے چچا میاں کی دل گرفتہ باتیں سنتی رہتی۔ ان کی باتوں سے ہی یہ پتا چلا تھا کہ شان پورے تیس برس جرمنی میں قیام کے دوران چچا میاں سے اس وقت ملا جب اس نے انجینئرنگ ڈپلومہ حاصل کر لیا۔ اس سے پہلے ان سے ملنا ہی گوارا نہ ہوا کہ کہیں ان پر بوجھ نہ بن جائے، نہ معلوم کون کون سے جتن کر کے پڑھائی جاری رکھی اور اپنا پیٹ پالا۔ محنت مشقت کی اور اپنا کیریئر بنایا مگر چچا میاں چاہے دنیا کی مظلوم ترین ہستی بنا کر پیش کرتے یا ہیرو اس کے بارے میں جو امپریشن سوی کا تھا اسے کوئی نہیں بدل سکتا تھا۔

وقت جوں جوں گزرتا گیا، چچا میاں کی محبت اور شفقت میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا پھر ایک دن محبت کا بھرم بھی کھل گیا۔ جب اس نے سنا کہ چچا میاں نے اسے شان کے لیے مانگا ہے۔ ان دنوں ایک تو پہلی ہی سخت بے زار تھی کیونکہ شان کراچی سے آیا ہوا تھا اور اسی کی وجہ سے زیادہ تر نازیہ کے ہاں وقت گزارتی تھی کہ اس پر چچا نے یہ شوشہ چھوڑا، تو وہ جو نازیہ کے کہنے سننے سے تھوڑی سی رواداری برتنے پر آمادہ ہوئی تھی ایک دم ہی منحرف ہو گئی۔ شان نے کل چار روز لاہور میں قیام کیا پھر وہ اپنے جاب کا چارج لینے اسلام آباد چلا گیا اور اس کے جانے کے ایک دو دن بعد ہی اس کے ابو نے اس کا عندیہ لینے کو نسبت کی بات چھیڑی تو سوی نے [illegible] شرم و لحاظ ادب و احترام بالائے طاق رکھ کر اس نے بڑی حقارت اور تلخی سے ان کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ اس کے ابو بھی زبردستی کے قائل نہیں تھے انہوں نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب لڑکی کی مرضی نہیں تو میں اسے مجبور نہیں کر سکتا لیکن جس آسانی سے اس کے ابو نے یہ سب کہہ دیا تھا اس آسانی سے ان کے بھائی بھاوج اور دادی اماں ان کا پیچھا چھوڑنے والے نہیں تھے۔ سب نے خوب انہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ جوان بیٹی کو بٹھائے رکھنے کے طعنے دیے اور اس کی آئندہ زندگی کے بھیانک رخ دکھائے۔ دادی یعنی بڑی اماں نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

"فرخندہ کو بھی دیکھو اس نے ایک [illegible] خیریت سے دو بچوں کی ماں ہے لڑکی چوبیس برس کی ہو گئی ہے یوں بے خبر بیٹھے ہو جیسے کوئی فکر ہی نہیں۔ عورت [illegible] جب بوڑھی ہو جائے گی تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں [illegible] تمہارا سگا خون ہے۔ اللہ رکھے صورت سیرت دونوں میں یکتا، بھولا بھالا اور ہونہار۔ تمہاری دلہن خدا بخشے زندہ ہوتیں تو اس رشتے سے کتنی خوش ہوتیں مگر وہ بے چاری حسرت ہی دل میں لیے منوں مٹی [illegible]۔"

دادی اماں نے بھی خوب پھٹکارا، چچا میاں نے بھی سمجھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تب کہیں جا کر اس کے [illegible]

صرف قائل ہو گئے بلکہ ان لوگوں کے ہم خیال بن گئے۔ خیالات پلٹے تو زبان بھی پلٹ گئی اب وہی ابو جو اس کی ہر بات آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتے تھے زندگی میں پہلی بار بڑی سخت زبان سے کہہ رہے تھے۔

"تم نے شان کے پیغام کو ٹھکرا کر بڑی نادانی کا ثبوت دیا ہے سونیا! چونکہ یہ حیدر میاں کی ہی نہیں خود شان کی بھی دلی خواہش تھی اور میں نے تو صرف اسی وجہ سے تمہاری رائے لینی ضروری سمجھی تھی کہ تم سمجھ دار اور کافی باصلاحیت ہو۔ ظاہر ہے شان میرے چھوٹے بھائی کا اکلوتا بیٹا ہے میں اس کی درخواست کو کسی قیمت پر رد نہیں کر سکتا۔ تمہاری شادی شان سے ہوگی یہ میرا فیصلہ ہے۔ اس کے بعد بھی تم اپنی ضد پر قائم رہیں تو میں خود کو ختم کر دوں گا مگر اپنے مدتوں سے بچھڑے ہوئے بھائی کا دل نہیں توڑوں گا لہٰذا تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔"

ابو کے اس قدر اٹل انداز میں وہ بھی اتنی بے رخی سے بات کرتا دیکھ کر کچھ دیر تو وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتی رہ گئی پھر کچھ بس نہ چلا تو منہ ڈھانپ کر رونے لگی مگر اس کے ابو اس کی گریہ زاری کو نظر انداز کر کے کمرے سے چلے گئے تو یہ چچا میاں کی نہیں شان کی خواہش ہے اس کی یہ جرأت [illegible] مارے غصے کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ابو کے فیصلے کی مخالفت کرنے کی ہمت تو نہ پڑی مگر شان سے [illegible] بدلہ لینے پر ضرور کمر بستہ ہو گئی۔ اس کے ابو نے [illegible] اس سے کسی بات میں مشورہ لینے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔

[illegible] وہ اپنے بھائیوں بھاوجوں اور ماں [illegible] چل رہے تھے پھر بھلا اس کی خوشی اور ناخوشی کو [illegible] ان کے فیصلے کے سامنے سرنگوں ہونا [illegible] سادگی سے ہوا تھا اور اس کے خیال میں قطعی [illegible] چچیوں اور پھپھیوں نے مصیبتوں کا ڈوز پلا پلا کر [illegible] اس کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح دستخط [illegible] لکھنے کی ابتدا کرتے وقت بچے [illegible] سلیٹ پر کچھ [illegible] ہے۔

[illegible] کی خاموشی سے سب کو یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا [illegible] امکانات بھی ہو [illegible] نکاح کے وقت کچھ [illegible] تھے اور جب وہ شان جیسے اجڈ [illegible] شوہر کی حیثیت سے حجلہ عروسی میں قدم رکھا تو وہ سخت مشتعل انداز میں کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ شان سے اس کی گستاخانہ اور جرأت مندانہ اقدام کا بدلہ لینے کا لمحہ آ گیا تھا۔ تن بدن میں آگ سی لگ رہی تھی اور اپنی بے بسی اور مجبوری کا احساس اس آگ کو ہوا دیے جا رہا تھا کہ شامت اعمال اس نے حجلہ عروسی میں قدم رکھا وہ شارک اسکن کی اچکن اور کرتے پاجامے میں ملبوس تھا اور اس شان سے ہزار درجہ مختلف لگ رہا تھا۔ اس قدر نکھرا نکھرا اور مسرور اور اتنا شاندار کہ دادی اماں نے تو باقاعدہ اس کی نظر اتاری تھی اور چچیوں اور پھپھیوں نے بڑھ بڑھ کر بلائیں لی تھیں مگر سوی کو اس وقت اسے دیکھنے کا شوق کہاں تھا وہ تو آتش انتقام میں پھنک رہی تھی جونہی اس نے اندر قدم رکھا وہ غصے سے بل کھاتی ہوئی اس کی طرف بڑھی اور بڑے قہر آلود لہجے میں بولی۔

"تمہیں یہاں آنے کی جرأت کیسے ہوئی، کیا تم اپنی اوقات بھول گئے شان! تم میری نظر میں آج بھی دو ٹکے کے انسان ہو ایک دم جاہل اجڈ اور احمق سے بے وقوف! تم نے میری مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھا کر زبردستی یہ رشتہ قائم کیا ہے مگر وہ تمہارے لواحقین کی نظر میں ہی کوئی اہمیت رکھتا ہوگا میری نظر میں قطعی ناجائز ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ میرا نکاح تم سے نہیں ہوا مجھے بے بس اور مجبور کر کے زبردستی نکاح نامے پر دستخط کرائے گئے ہیں اور اگر نہ بھی کرائے گئے ہوتے تو میں تم کو مرتے دم تک بھی شوہر تسلیم نہ کرتی کیونکہ مجھے تم سے سخت نفرت ہے ازلی نفرت ہے سمجھے شان! لہٰذا جس طرح چپ چاپ آئے ہو اسی طرح میرے کمرے سے نکل جاؤ۔ تم نے اگر اس بات کو شہرت دینے کی کوشش کی یا کسی سے فریاد کی تو نتائج بد سے بدتر ہو جائیں گے اور نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے اور یہ بات کہ میں بھی اپنے نام کی ایک ہی ہوں تم ہی نہیں سب اچھی طرح جانتے ہیں۔" اس طرز تخاطب اور طرز عمل پر گھڑی بھر کو تو ایشان ششدر سے کھڑے اسے دیکھتے رہ گئے پھر اسی وقت [illegible] ان کی غیرت و حمیت ان کے [illegible] جذبے پر غالب آ گئی۔ انہوں نے ایک بھرپور نظر سوی پر ڈالی۔ جو ان کے لیے نفرت و حقارت کا مجسمہ بنی کھڑی تھی۔

دل تو بہت چاہا کہ [illegible] اپنی حیثیت کا احساس [illegible] اپنے حقوق [illegible] نخوت و پندار کو [illegible] مگر اس نے کہا تھا وہ ان سے سخت نفرت کرتی ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے نفرت و حقارت ٹپک رہی تھی۔ [illegible] نے اس کی

طرح میرے ساتھ چلو ورنہ میں انہی کی مدد سے تمہیں اپنی کار میں ڈلوا دوں گا جو بڑی دلچسپی سے تمہارا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔" وقار انگلش میں دانت بھینچ بھینچ کر کہہ رہے تھے مگر وہ اردو میں ان سے مخاطب تھی۔

"تم ایک کمینے اور آوارہ انسان ہو میں تم پر تھوکتی بھی نہیں اپنی خیریت چاہتے ہو تو مجھے چھوڑ دو ورنہ میں بھی تمہیں انہی تماشائیوں کے ہاتھوں ذلیل کرا دوں گی۔ ارے ستو ڈرائیور دیکھو یہ بدمعاش مجھے اغوا کرنا چاہتا ہے میں تمہاری قوم کی ہی ایک بیٹی ہوں مجھے اس کے چنگل سے چھڑاؤ۔" اندر میوزک بج رہا تھا اور باہر نیم تاریک ماحول میں ہال سے کافی فاصلے پر وہ ڈرائیوروں سے مدد طلب کر رہی تھی مگر قوم کی اس بیٹی کی جو ان کے خیال میں ایک بھٹکی ہوئی خود ساختہ اور اجنبی قوم کی نمائندگی کر رہی تھی جو ان کے معاشرے تہذیب اور روایات کا دامن تار تار کر چکی تھی اور اسے وہ صرف ایک عورت سمجھتے تھے مگر ایک ایسی عورت جو مردوں سے بھی زیادہ دلیر اور بے باک ہو جو ترقی، آزادی اور تقلید کے عوض اپنے نسوانی وقار اور غیرت کا سودا کر بیٹھی ہو ایسی عورت خواہ وہ کسی قوم کی ہوتی یا اپنی قوم کی بیٹی۔ ان اپنوں میں سے کوئی بھی ایک اس کی مدد کو آمادہ نہ ہوا یہاں تک کہ وقار نے اسے گھسیٹ گھساٹ کر کار میں بھی ڈال دیا اب وہ وقار کے بجائے ان ڈرائیوروں کو لعنت ملامت کر رہی تھی مگر جیسے سب بے حس ہو گئے تھے بہرے اور اندھے ہو گئے تھے۔ گونگے اور مفلوج ہو گئے تھے کسی نے کچھ نہ کہا مگر جونہی وقار کی کار گیٹ سے نکل کر کھلی سڑک پر آئی تھوڑے سے وقفے کے بعد ایک اور کار وقار کی کار کے تعاقب میں زن سے گیٹ عبور کر کے کھلی سڑک پر آ گئی۔ وقار کی کار کی رفتار غیر معمولی طور پر تیز تھی اور تعاقب میں آتی کار کو اس کی عقبی سرخ بتیاں بہت فاصلے پر دو چھوٹی چھوٹی سرخ چنگاریاں نظر آ رہی تھیں مگر اس [illegible] احتیاط کے طور پر اپنی کار کی اسپیڈ بڑھانے سے گریزاں نظر آ رہا تھا۔ اس لیے وہ بہت پیچھے رہ گیا تھا پھر بھی کار کے تعاقب میں چلتا رہا اور بالآخر ایک بنگلے کے کمپاؤنڈ میں اسے جا لیا۔ وقار اپنے بنگلے کے پورچ میں اسے اتر [illegible] تعاقب میں آتی کار جو گیٹ سے [illegible] باہر [illegible] سیٹ سے [illegible] بنگلے کے احاطے میں داخل ہو گیا پھر اس نے عین وقار کے عقب میں کھڑے ہو کر کڑک کر کہا۔

"اس سے پہلے کہ میں تمہارے اس مجرمانہ اقدام کی سزا دوں تم میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔" وقار نے چونک کر اور سہم کر پیچھے دیکھا یہ شان تھا جنہیں دیکھ کر اچانک ٹوٹ پڑنے والا سہم کسی حد تک زائل ہو گیا۔

"اوہ! یہ تم ہو شکر ہے تمہاری بے حسی تو ٹوٹی مگر کچھ عرصے پہلے ہوش میں آ جاتے تو کوئی فائدہ بھی ہوتا تمہارے آنے کا۔ ویسے میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تلخ اور رنگین پانی تو ہمیشہ ہی پیتے ہو آؤ آج ہم دونوں شراب زیست کے مزے بھی لے لیں یقین شیئر برا کا ہوگا۔" وقار نے ایک زہر خند کے ساتھ یہ بات انگریزی میں کہی تھی جس کے جواب میں شان کی غیرت پر لگتے تازیانے ایک عتاب کی طرح وقار پر برس پڑے گھونسے لاتیں اور تھپڑ... وقار نے بہت مدافعت کی مگر شان پر تو جنون نہیں خون سوار تھا۔ وہ تو وقار کے ملازمین اگر بیچ میں مداخلت نہ کرتے تو شاید شان وقار کا قصہ ہی تمام کر کے دم لیتے۔ وقار کے صرف دو ملازم گھر میں موجود تھے چوکیدار اور بیرا جنہوں نے شان سے الجھ کر اپنا حق نمک ادا کرنے کی کوشش تو پوری کی تھی مگر شان کے دو ہی ہاتھ کھا کر چودہ طبق روشن ہو گئے تھے آخر وہ دونوں بھاگ لیے [illegible] ادھ موا ہو چکا تھا شان اسے چھوڑ کر اس کی کار کی طرف جھپٹے۔ وہ اب تک کار میں ایک کسی لرزیدہ پتے کی مانند تھر تھر کانپ رہی تھی۔ شان نے ایک جھٹکے سے اسے باہر کھینچا اور بے دردی سے کھینچتے ہوئے اپنی کار تک لائے کار کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر اسے دھکیل دیا۔

واپسی میں وہ خطرناک حد تک تیز رفتاری سے کار چلا رہے تھے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے دوران انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا تھا مگر ان کا کار چلانے کا انداز بتا رہا تھا [illegible] جنون سوار ہے پچھلی سیٹ پر [illegible] احساس سے بے نیاز [illegible] [illegible] اعتراف کرنا ہے گا اور بے سود ہی تھا۔

شان کی رگوں میں دوڑتا گرم گرم تازہ لہو غیرت و حمیت سے زیادہ غم و غصے کی تپش سے جوش کھا رہا تھا۔ شراب کے ہلکے سرور کی جگہ اب ایک پھونک دینے والی تپش نے لے لی تھی دماغ میں دھواں سا بھر گیا ہونٹ بڑی مضبوطی سے بھینچے اور اسٹیئرنگ سختی سے تھامے وہ فل اسپیڈ میں اڑے جا رہے تھے۔ یہ انہی کا دم تھا جو اس کی کج ادائیں اور ہٹ دھرمی کو بڑی خاموشی اور سکون سے بھگت رہے تھے۔ انہوں نے بھٹکی ہوئی گمراہ کن راہیں اپنائی تھیں ان میں اسے نیچا دکھانے جلانے تڑپانے کے ارادے کو بالکل دخل نہ تھا بلکہ انہوں نے تو اپنا غم بہلانے کی غرض سے یہ غلط روش اپنائی تھی اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتے تھے وہ تو اس سے شادی کر کے اس کے ہاتھوں بلکہ اپنے تمام بزرگوں کے ہاتھوں بے بس و مجبور ہو کر رہ گئے تھے اپنی خواہش اور درخواست پر اس نے ناطہ جوڑا تھا لہٰذا وہ ان کے لیے سانپ کے منہ کی چھچھوندر ثابت ہوئی تھی جو اگلتے بنی تھی نہ نگلتے۔ قلبی طور پر نہ سہی ذہنی طور پر تو انہوں نے اس سے ناطہ توڑ لیا تھا تبھی تو وہ اسے ایک نامحرم کے ساتھ تعلقات بڑھاتے دیکھ کر خاموش تھے ان کی غیرت و حمیت بھی شاید بے حسی کی نذر ہو گئی تھی۔

وہ اپنی ساتھی لڑکی کو باہر تک چھوڑ کر واپس آ رہے تھے کہ گیٹ میں داخل ہوتے ہی انہوں نے دیکھا کہ وقار کسی لڑکی کو کار میں دھکیل کر تیزی سے کار لے کر کہیں جا رہے ہیں۔ ان کا خیال یک دم ہی سومی کی طرف پلٹ گیا یقیناً وہ سومی کو لے کر گیا ہے وہ کار پارکنگ کی طرف بڑھے چلے آئے جہاں [illegible] ڈرائیور [illegible] کر رہے تھے انہوں نے پل بھر کو [illegible] کی باتیں سنیں کوئی کہہ رہا تھا کہ لڑکی [illegible] کسی کا خیال تھا لڑکی جان بوجھ کر شور [illegible] توجہ اس کی طرف مبذول [illegible] نہیں وہ اسے زبردستی اغوا کر کے لے [illegible] نہیں بے چاری کیسے چیخ رہی [illegible] تو شان نے سوچا [illegible] سومی ہی ہے تو [illegible] پر چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ اچھا ہے ذرا اسے [illegible] کی سزا تو مل جائے گی مگر زبردستی کا نشہ نہیں [illegible] وقار کو [illegible] طرح جبر و تشدد سے [illegible] [illegible] عزت و حمیت جاگ اٹھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ اپنی کار میں جا

"شان . "اتنی دیر میں پہلی بار وہ تڑپ کر چلائی۔" اس سے تو اچھا تھا آپ میرے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے' مارنے اور جلانے کا عمل بار بار دہراتے مگر.... مگر یہ ٹھنڈی مار جو آپ مجھے دے رہے ہیں اس سے تو بچ جاتی۔" اس نے آنسوؤں سے بھیگی ہجرانہ آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" انہوں نے اپنی سرخ سرخ نشے سے سکڑتی نگاہوں کو اس کی اشکبار نگاہوں میں پیوست کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا میں نے تم پر اس وقت کوئی بہت ہی بڑا ظلم توڑا ہے' کیا اس ظلم سے بھی زیادہ ظلم جو میں نے نکاح کرکے تم پر توڑا تھا۔" ان کے لہجے میں تلخی عود کرآئی۔ وہ زیادہ دیر اس کی آنکھوں میں دیکھنے کے قابل نہ رہے تو انہوں نے سر جھکالیا۔ نشہ حد درجہ ان پر غالب آتا جارہا تھا۔ آنکھیں مندی رہی تھیں اور زبان لڑکھڑانے لگی تھی' دوسری بار ذرا اپنی حالت پر قابو پاکر انہوں نے سر اٹھایا تو وہ ان کے بالکل نزدیک کھڑی تھی۔ ندامت کے آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر اس کا دامن تر کررہے تھے۔ نگاہیں چار ہوئیں تو اس نے دوزانو بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھے پر رکھے۔ ان کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر ملتجی انداز میں کہا۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گی شان! آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ میں آپ سے نفرت نہیں کرتی شان! وہ تو بس میری ایک نادانی تھی' ایک بہت بڑی بھول۔"

"بے بسی اور مجبوری کی آڑ لے کر کوئی غیر متوقع بات سننے کا میں بالکل متمنی نہیں۔" انہوں نے شدید ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں... خدا کی قسم میں خود کو بے بس اور مجبور سمجھ کر نہیں کہہ رہی بلکہ صدق دل سے کہہ رہی ہوں... وہ شان جسے میں ایک ناکمل اور نالائق ہستی سمجھتی تھی اسی دن کہیں روپوش ہوگیا تھا جس دن میں نے اس کی اصل شخصیت کا جلوہ سوونیئر میں دیکھا تھا اور اب تو... اب تو..."

"تم میرے سامنے زیادہ پارسا بننے کی کوشش نہ کرو' تمہاری بے وقوفی نے مجھے بے وقوف بنایا میری کم ہمتی اور سادگی کی وجہ سے میری شخصیت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا مگر اب میں تمہارے ہاتھوں مزید بے وقوف نہیں بنوں گا' سمجھیں۔" وہ کچھ زیادہ ہی مشتعل ہوکر بولے۔

"نہیں نہیں ایسا کوئی خیال بھی میرے لیے باعث بے گناہ ہے شان! یقین کیجیے اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں' میرے دل پر چھائی کدورتیں چھٹ گئی ہیں۔ میں آپ کو اب تک سے بھی نہیں چھوڑ سکتی' میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" آگے اسکی آواز رندھ گئی تھی اس لیے اس سے بولا بھی نہ گیا۔

"نہیں... اب ممکن ہی نہیں... میں ایک فیصلہ کرچکا ہوں' ایک اٹل فیصلہ' میں نے یہ فیصلہ ایک پھونک دینے والی تپش میں عرصے تک جلتے رہنے کے بعد کیا ہے۔ یہ میری زندگی کا پہلا اور آخری فیصلہ ہے سوئی! تم نے تو عورت ہوکر مردوں سے بھی زیادہ خودمختاری دکھائی۔ ہمیشہ اپنی من مانی سے کام لیا اور میں نے مرد ہوکر عورتوں کی طرح تمہاری ہر زیادتی کو بڑے صبر و سکون اور ہمت سے سہا مگر آج جب کہ میری برداشت جواب دے گئی' میں نے ایک فیصلہ کرلیا میں نے چچا جان کو بھی مطلع کردیا ہے اپنے اس فیصلے سے میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے سوئی! خدارا یہاں سے چلی جاؤ۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ کبھی محبت میں ایسا مقام بھی آتا ہے' مجھے یقین ہے کہ اب تم میری اس بات کا مطلب سمجھ گئی ہوگی۔ جاؤ.... فوراً یہاں سے چلی جاؤ تمہاری یہاں موجودگی میرے نفس پر بھاری پڑ رہی ہے اور میں اپنے ان چھوٹے موٹے گناہوں میں ایک بڑے گناہ کا اضافہ کرنا نہیں چاہتا۔" وہ کہہ رہے تھے اس کے ہاتھ بے دردی سے جھٹک کر اور کرسی کا سہارا لیتے ہوئے اپنے بستر کا رخ کرکے اور وہ پتھرائے سے انداز میں کھڑی تھی مگر جب "میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے" کی تکرار اس کے حواسوں پر ہتھوڑے بن کر پڑنے لگی تو دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ کر وہ بھاگتی ہوئی شان کے کمرے سے نکل گئی نہ صرف کمرے ہی سے بلکہ ... وہ اپنا سوٹ کیس اٹھائے رات کی تاریکیوں میں اس طرح روپوش ہوگئی جیسے اس کا پتا کوئی جانتا ہی نہ ہو۔

"میرا نام بھی دلربا ہے اس بھنورے کو اڑنے نہیں دوں گی پَر توڑ دوں گی اس کے۔" اس نے ہذیانی انداز میں کہا۔

❁ ❁ ❁

"اس دور کی اولادیں ماں باپ کے لیے کسی آزمائش سے کم نہیں ہیں شازمہ! بہت عجیب دور آگیا ہے نہ اپنی عزت کا پاس ہے اور نہ ماں باپ کی عزت ووقار کا خیال اور نہ ہی دوسروں کا فکرو خیال رکھا جارہا ہے۔"

"آپ بہت زیادہ اداس لگ رہی ہیں ممی! کیا پھر شیری نے کوئی ٹینشن کری ایٹ کی ہوئی ہے گھر میں؟" شازمہ نے مسز عابدی کی جانب دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"کیا بتاؤں بیٹا! شیری کو یہاں آئے چھ ماہ سے زائد کا عرصہ ہوچکا ہے اور میں آج تک شیری کے مزاج کو نہیں سمجھ پائی۔ صبح ان کا مزاج کچھ ہوتا اور شام کچھ۔"

"ڈونٹ وری ممی! آپ شیری کی فکر مت کیا کریں وہ اب بچہ نہیں رہا اپنی حفاظت کرسکتا ہے اچھے اور بُرے کی تمیز ہے اس کو۔"

"میں جانتی ہوں شازمہ وہ بڑے ہوگئے ہیں مگر ان میں ابھی تک لاابالی پن موجود ہے وہ کسی چیز کو بھی سنجیدگی سے نہیں لیتے۔" وہ شیری کے لیے بہت زیادہ فکر مند تھیں۔

"ممی تو آپ نے خود ہی ان کو بے بی بنایا ہوا ہے اس طرح وہ خود کو کیسے بڑا سمجھیں گے؟ آپ ایسا کریں ان کی شادی کردیں پھر دیکھیے گا کس طرح وہ ذمہ داریاں پڑنے پر ٹھیک ہوتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے ماں کو سمجھایا۔

"بابا کی شادی کرنے کا میرا بہت ارمان ہے اور میں نے ان کے لیے لڑکی بھی پسند کرلی ہے۔" وہ ایک دم ہی اس ذکر پر کھل اٹھیں۔

"اوہ رئیلی ممی! کون ہے وہ لڑکی؟" وہ پُرجوش انداز میں بولی۔

"دیکھا ہے آپ نے اس کو فیاض بھائی کی بیٹی ہے پری بے حد اچھی لڑکی ہے، بہت نائس اور چارمنگ ہے۔"

"پری؟ یہ وہی لڑکی ہے نا ممی! جس کی پارٹی میں شیری نے بلا اجازت تصویریں اتاری تھیں اور جب اس کو معلوم ہوا تو اس نے کتنا ہنگامہ کیا تھا؟ شیری پر کس قدر بگڑی تھی؟" شازمہ نے اپنے دماغ پر زور دیا تو پارٹی کے وہ منظر اس کے ذہن کی اسکرین پر یکے بعد دیگرے حرکت کرنے لگے تھے۔

"جی بیٹا! میں اس کی ہی بات کررہی ہوں۔"

"مگر ممی! ایک بات یاد رکھیے گا پری کو بہو بنانے سے پہلے آپ کو اچھی طرح سوچنا ہوگا بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کرنا ہوگا۔" اس کے لہجے میں گہری سوچ کی پرچھائی تھی۔

"یہ آپ کیوں کہہ رہی ہیں؟ پری فیاض بھائی کی بیٹی ہے ان کا فیملی بیک گراؤنڈ بے حد مضبوط ہے۔ اعلیٰ عزت دار گھرانہ ہے پھر پری معصوم لڑکی ہے عام لڑکیوں سے بالکل مختلف ہے ذمہ دار محبت کرنے والی ہے وہ اور مجھے پسند بھی ہے۔" مسز عابدی بیٹی کے انداز پر چونک کر گویا ہوئی تھیں۔

"رئیلی ممی! پری میں وہ تمام اچھائیاں موجود ہیں جو ہم چاہتے ہیں میرے کہنے کا مقصد یہ ہے شیری نے بھی [illegible] انٹرسٹ لیا ہے پارٹی والے دن ہی اس کی آنکھوں میں پسندیدگی موجود تھی پھر اس رات ڈنر پر فیاض انکل کی فیملی میں پری کو [illegible] دیکھ کر جو اس کا موڈ آف ہوا تھا وہ جس طرح بھی سوچو میں نے اور مجھ نے شدت سے محسوس کیا تھا اور اب اس کا گھر سے بلا وجہ نکل کر گھر جاتے رہنا یہ سب ثابت کرتا ہے وہ پری سے کتنی شدید محبت کرتا ہے اور یہ لڑکے شادی کے بعد صرف اور صرف بیوی کے غلام بن جاتے ہیں اور سب رشتوں کو فراموش کردیتے ہیں۔"

"اوہ آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا شازمہ! یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے بھلا میرے لیے اس سے اچھی بات کیا ہوگی؟ میرے بیٹے بہو خوش وخرم زندگی گزاریں خوش باش رہیں۔" وہ سر ہلاتیں مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"ممی شیری اور [illegible] بھائی میں آپ کا کلو تا بیٹا ہے [illegible] ہم سے خفا ہوں [illegible] تو کچھ نہیں ہوگا۔"

"بلاوجہ کے وسوسے دل میں نہ لاؤ بیٹا! پری پڑھی لکھی اعلیٰ ظرف لڑکی ہے پھر وہ ایک اچھے رکھ رکھاؤ اور خلوص والی لڑکی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں وہ بہت پُرخلوص اور قابل فخر بہو بیوی ثابت ہوگی۔"

"بہت اعتماد ہے آپ کو اس پر ممی! چلیں تھوڑا صبر کریں ذرا میری نند بیگم کا معاملہ حل ہوجائے تو ڈیڈ سے بات کرتے ہیں۔"

❁ ❁ ❁

طغرل کا موڈ بدستور آف ہی رہا تھا وہ اسے گھر ڈراپ کرکے فیکٹری چلا گیا جہاں فیاض اس کا انتظار کررہے تھے۔

پری نے واچ مین اور ملازمہ کی مدد سے سارا سامان دادی کے کمرے میں رکھوا دیا ویسے بھی سامان اتنا تھا کہ وہ پرائیویٹ موڈ میں لوڈ کروا کر لانا پڑا اس کے باوجود بھی خاصا سامان کار کی ڈگی اور بیک سیٹ پر رکھ کر لانا پڑا تھا۔

صباحت نے اپنے روم کی کھڑکی سے اس کو سامان ملازموں سے اندر رکھواتے ہوئے دیکھا تھا ان کے ماتھے پر پڑیں شکنوں میں مزید اضافہ ہوگیا تھا تمام سامان اندر منتقل ہونے کے بعد وہ پردہ برابر کرکے وہاں سے ہٹ گئی تھیں اور وہاں بیٹھی ناخنوں پر کیوٹکس لگاتی عادلہ سے طنزیہ لہجے میں مخاطب ہوئیں۔

"وہ دیکھو کس قدر شاپنگ کرکے آئی ہے ایک دن میں ہی سارا جہیز خرید کرلے آئی ہے عائزہ کے لیے ویسے کس قدر معصوم بنتی ہے گویا اس کو کوئی خبر ہی نہیں ہے کسی چیز کے بارے میں۔"

"جب ہاتھ میں پیسہ ہوتا ہے نا ممی! پھر اناڑی بھی کھلاڑی بن جاتے ہیں پری کے ساتھ طغرل گیا تھا اور یقیناً بل تو وہ ہی ادا کررہا ہوں گا۔ پری کو جو اچھا لگ گیا ہوگا وہ خرید لی گئی ہوگی پھر جانے سے پہلے ہر چیز کے لیے دادی نے اس کو گائیڈ کیا ہوگا اور اگر نہیں اس کو پریشانی ہوئی بھی ہوگی تو وہ کال پر دادی سے گائیڈ لائن لیتی رہی ہوگی۔" عادلہ اپنے مشغلے میں مگن انہیں سمجھانے لگی تھی۔

"ہونہہ یہ خوب ہے بیٹی میری ہے اس کی شادی کی تیاری کا حق میرا ہے اور اس حق کو ادا کررہی ہے وہ پری! سوتیلی بہن جو نا معلوم کس دل سے سامان لائی ہے؟ سامان میری عائزہ کو برتنا بھی نصیب ہوگا بھی یا نہیں سوتیلے رشتے سوتیلے ہی رہتے ہیں۔" سخت بے اعتمادی و تنفر بھرا ہوا تھا ان کے لہجے میں۔

"خوامخواہ آپ خون جلارہی ہیں ممی! یہ سب پری دادی اور پپا کے کہنے پر کررہی ہے۔ ان لوگوں کی مرضی سے ہورہا ہے۔" اسی لمحے عائزہ اندر آئی اور صباحت سے گویا ہوئی۔

"ممی آج دن دادی کا پیغام لے کر آئی تھی وہ بلارہی ہیں آپ کو۔"

"ہونہہ! خیال آگیا ان کو میرا؟ ڈرامہ باز نہ ہوتو۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ عائزہ نے کھڑے کھڑے ہی عادلہ کی مصروفیت کا جائزہ لیا اور کچھ توقف کے بعد گویا ہوئی۔

"کہیں جانے کی تیاری ہے تمہاری عادلہ!"

"ہوں! شیری نے لانگ ڈرائیو کا پروگرام بنایا ہے اس کے ساتھ جارہی ہوں گی۔" وہ ناخنوں پر پھونک مارتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔

"شیری بھائی کیسے ہیں؟ میرا مطلب ہے ان کا ایٹی ٹیوڈ کیسا ہے تمہارے ساتھ؟"

"شیری [illegible] ہاؤ سویٹ بے حد ہمبل ہے بہت کیئرنگ اور پیار کرنے والا بندہ ہے۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔"

"[illegible]" عائزہ کا لہجہ طنز و تضحیک سے بھرا تھا۔

"تم یقین کرتی ہو اس کی محبت پر عادلہ؟" عادلہ الماری سے کپڑے نکالتے ہوئے اس کی طرف رخ کرکے گویا ہوئی۔

"بالکل! شیری مجھے ٹائم دے رہا ہے میری پسند ناپسند کا اس کو بے حد خیال رہتا ہے۔ پسند کرتا ہے مجھ کو پھر بھلا میں اس کی محبت پر یقین کیوں نہیں کروں۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"پسند کرنا الگ بات ہوتی ہے عادلہ! محبت کرنا الگ جذبہ ہے مائنڈ مت کرنا میرا خیال ہے شیری بھائی پری کو پسند کرتے ہیں یہ بات تم کو بھی پتہ ہے۔"

"پری [illegible] پری ہونہہ! میرے اختیار میں ہوتو اس کو اپنے گھر سے باہر نکال کر ہمیشہ کے لیے دروازے بند کردوں [illegible] میری بہن ہوکر پری کی سائیڈ لے رہی ہو؟ یہ جانتے ہوئے کہ میں شیری سے محبت کرنے لگی ہوں۔" وہ ضدی طرح [illegible] بولی۔

"محبت......!" اس کی آواز بھرا گئی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"اس دور میں محبت کا نام رہ گیا ہے باقی احساسات مر گئے ہیں محبت فقط ایک سے ہوتی ہے جس کے لیے جیا جاتا ہے جس کے لیے مرا جاتا ہے اب تو محبت کا مفہوم ہی بدل کر رہ گیا ہے۔" عائزہ کی نگاہوں میں راحیل کے سنگ گزارے وقت کے وہ تمام مناظر روشن تھے جس میں وہ اس کے ساتھ خود کو دنیا کی خوش نصیب لڑکی سمجھتی تھی ان دنوں راحیل کے علاوہ کوئی اچھا نہیں لگتا تھا۔ گھر آ کر بھی اس کے ساتھ گزارے وقت کے تصور میں گم رہتی تھی اور تصورات کی وہ دنیا بہت حسین لگتی اور اب وہ سب یاد آتا کسی اذیت سے کم نہ تھا۔ کل جن ملاقاتوں کو وہ زندگی کا حاصل سمجھتی تھی۔ آج وہ شرمساری، ذلت و ندامت کے درد میں ہمہ وقت جتلا رکھتی تھیں کل تک جن باتوں کی اس نے پروا نہ کی تھی آج وہ تمام بے پروائیاں اس کو کچوکے لگاتی تھیں۔

"محبت کیا ہوتی ہے یہ تم مجھے سمجھاؤ گی اب کل تک جس محبت کی خاطر مری جا رہی تھیں آج اس محبت سے مجھے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"جس کانٹوں بھری راہ سے میں گزری ہوں نہیں چاہتی تم بھی اس سے گزرو۔"

"یہ مشورے اپنے پاس رکھو تم، مجھے ضرورت نہیں ہے ان کی ہونہہ! خود نے اپنے دل کی ہر آرزو پوری کی، گھر کے زیور تک چرا کر اس آوارہ راحیل کو دے آئی اور مجھے سبق دینے کی سعی کر رہی ہو۔" عادلہ نے واش روم کی جانب بڑھتے ہوئے تحقیر بھرے لہجے میں کہا۔

"ضروری نہیں ہے کسی گرے ہوئے کو دیکھ کر آپ بھی گر جائیں، دانش مندی تو یہی ہے کسی کو ٹھوکر کھاتے دیکھ کر آپ خود سنبھل جائیں۔" عائزہ نے دکھ سے سوچا تھا۔

❁......❁......❁

دادی کی وسیع و عریض آرام گاہ بڑے، چھوٹے، درمیانے کارٹنز سے بھری ہوئی تھی، وہ صوفے پر بیٹھی تسبیح پڑھتے ہوئے صباحت کا انتظار کر رہی تھیں، پری بیڈ شیٹ درست کر رہی تھی سارا دن خریداری کرنے کے باوجود بھی اس کے چہرے پر تھکن کے تاثرات مفقود تھے۔

"آپ نے مجھے بلایا ہے اماں جان!" صباحت اکڑی گردن اور سخت خفگی بھرے انداز میں وہاں آ کر ان سے گویا ہوئی۔

"ہاں! یہ سارا سامان اچھی طرح دیکھو اور بتاؤ کچھ رہ تو نہیں گیا ہے تاکہ جو رہ گیا ہے وہ بھی ہاتھوں ہاتھ منگوا لیا جائے۔" ماں ان کے سرد مزاج کو نظر انداز کر کے رسانیت آمیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

"میں کیوں دیکھوں بھلا؟ جب میری بچی کی شادی کی تیاریوں پر میرا حق نہیں ہے تو پھر میں یہ دکھاوا بھی کیوں کروں؟ اس مکار لڑکی کو آپ میرے مقابل لے کر آئی ہیں اماں! اب اس کو ہی میری جگہ دیجیے گا۔ میں اب کسی کام میں آگے بڑھنے والی نہیں ہوں۔" وہ پری کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولیں۔

"کوئی تمہاری جگہ کیوں لے گا صباحت! افسوس تو اس بات پر ہے شادی کے پچیس سال بعد بھی تم فیاض کے دل میں وہ مقام نہ بنا سکیں جو خاوند کے دل میں اس کی بیوی کے لیے ہوتی ہے۔"

"فیاض نے دل رکھا ہی کہاں ہے اپنے پاس اماں جان!" ان کی جلتی گھورتی نگاہوں کا ہدف بدستور پری تھی۔
"وہ ڈائن چڑیل اس گھر سے جاتے جاتے فیاض کا دل بھی لے گئی خود تو دوسرے مرد کے ساتھ عیش سے زندگی گزار رہی ہے اور یہاں مجھے..."

"چپ ہو جاؤ صباحت! آخر تم کس دن عقل کو چھوڑو گی؟" صباحت کی بات قطع کر کے وہ سخت لہجے میں گویا ہوئیں۔
اپنی ماں کے ذکر پر پری کا دل کسی گھائل پرندے کی مانند پھڑ پھڑانے لگا۔
"تمہاری بے وجہ کی جلن اور سوچے سمجھے بات کرنے نے، خاوند نے تم کو وہ عزت حاصل ہونے نہیں دی جو اس گھر کی بہو بننے کے بعد تمہارا حق تھی سسرال اور خاوند کی نگاہوں میں عزت پانے کے لیے بہت قربانیاں دینی پڑتی ہیں عزت نفس تک بھی دینی ہے سب جھکنا پڑتا ہے۔"

"دادی جان! میں خیرون کو چائے کا کہہ کر آتی ہوں۔" پری کو اس وقت اپنی وہاں موجودگی مناسب نہیں لگی۔

"ہاں کہہ دو اس کو چائے لے آئے اور ذرا طغرل کو بھی دیکھ لو آفس سے آ کر سیدھا کمرے میں لیٹ گیا ہے سارا دن تمہارے ساتھ مارا مارا پھرا ہے، بازاروں میں تھکن ہو گئی ہو گی کھانے پینے کا پوچھ لو اس سے۔"
"جی اچھا! میں خیرون سے پوچھوا لوں گی۔"

"خیرون سے کیوں؟ تم کیا پیروں میں مہندی لگا کر بیٹھ جاؤ گی؟ کچھ احساس کر لو کتنا کام آیا ہے بچہ! سارا دن تو شاید فیاض بھی خریداری نہ کرواتا تمہیں، اتنا ساتھ دیا ہے اس لڑکے نے تمہارا۔" حسب عادت وہ طغرل کی حمایت میں اس کو سنا گئیں۔

"ہاں ہاں، مجھے تو آپ کے لاڈلے کے پاؤں دھو کر دھو کر پینے چاہئیں۔ بڑا احسان عظیم کیا ہے میری جان پر۔" وہ دروازے سے نکلتے ہوئے سوچ رہی تھی وہ صباحت کا لحاظ کر گئی ورنہ ان کو جتاتی ضرور کہ وہ خریداری اپنے لیے کر کے نہیں آئی ہے عائزہ جتنی ان کی بہن ہے اتنی ہی طغرل کی بھی ہے۔

"بس اب خوامخواہ کی اکڑ ختم کرو آ کر سامان دیکھو یہ سب فیاض کی مرضی سے ہو رہا ہے جس میں سارا قصور تمہارا ہی ہے۔" اس نے باہر نکلتے ہوئے اماں جان کو کہتے سنا اور اس کو یقین تھا صباحت زیادہ دیر خود کو روک بھی نہ سکیں گی شاپنگ ان کی کمزوری تھی۔
خیرون کو چائے بنانے کا کہہ کر وہ کوریڈور عبور کر کے لیونگ روم کی طرف چلی آئی جو کافی عرصے بعد ایک رات کے لیے اس کے تصرف میں آ کر پھر چھننا جا چکا تھا چند لمحے وہ گیٹ کو دیکھتی رہی پھر ناک کیا۔ دروازہ کھلا اور ساتھ سگریٹ کی ناگوار بو اور دھوئیں نے اس کا استقبال کیا وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر اندر داخل ہوئی۔ طغرل کھڑکیوں کے شیشے کھولنے لگا تاکہ دھواں ہوا میں تحلیل ہو۔
"او مائی گاڈ! آپ اس قدر اسموکنگ کرتے ہیں طغرل بھائی! میں ضرور دادی جان سے آپ کی شکایت کروں گی آپ کو معلوم ہے سگریٹ صحت کے لیے مضر ہے دادی...!" اس کے باقی ماندہ الفاظ حلق میں ہی اٹک کر رہ گئے تھے طغرل نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"شش... خاموش! کوئی لفظ تمہارے منہ سے نکلنا نہیں چاہیے۔ میں نے تم کو خبردار کیا تھا مجھ سے اس لہجے میں بات مت کرنا۔" اس کی یہ حرکت بالکل غیر متوقع تھی۔ پری جو بے تحاشہ دھواں دیکھ کر وہیں سے چیخ کر دادی کو بلا کر دکھانے کا ارادہ رکھتی تھی اس کے ہونٹ طغرل کے ہاتھ کی گرفت میں اس طرح مقید ہوئے تھے کہ جنبش بھی نہ کر سکے تھے۔

"بہت اسمارٹ سمجھتی ہو خود کو؟" وہ اس کی پھٹی پھٹی براؤن بے حد چمک دار آنکھوں میں دیکھتا ہوا استہزائیہ لہجے میں گویا ہوا۔
"ہر وقت دادی جان کو میرے خلاف بھڑکانے میں لگی رہتی ہو۔" اس کے ہاتھ کی گرفت سخت سے سخت ہوتی جا رہی تھی پری کا دم گھٹنے لگا اور اس کی دھڑکن بڑھنے لگی تھی۔

طغرل اس کے بے مہر رویے سے اس بری طرح دلبرداشتہ ہوا کہ اس کو گھر ڈراپ کرنے کے بعد وہ آفس بھی جانے پر خود کو آمادہ نہ کر سکا تھا، ایک اشتعال تھا ایک بے چینی تھی جو بری طرح اس کی خون کی روانی میں دوڑنے لگی تھی اس کا دل بغاوت پر آمادہ تھا۔ اس سنگ دل اور مغرور لڑکی کو کوئی ایسا سبق سکھانے پر جو اس کو تاحیات یاد رہے جس کو وہ بھول کر بھی نہ بھول سکے۔ مگر ہمیشہ کی طرح بے بسی کا شکار رہا ور پھر اس فرسٹریشن کو دھوئیں میں اڑانا چاہا تھا اور ابھی سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ وہ دشمن جان اپنے مخصوص انداز میں پھر سے چلی آئی تھی۔

"میں چاہوں تو تمہاری گردن ابھی یہیں دبا دوں۔" پہلی بار پری کے دل میں انجانا سا خوف ابھر تھا بلیو جینز وائٹ شرٹ میں اس کی وجاہت عجیب لگ رہی تھی بال بے ترتیب تھے چہرے کی سرخی کا عکس اس کی آنکھوں میں بھی جھلک رہا تھا۔
اس کی گرم سانسیں وہ اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی اس کے ملبوس کی پھوٹتی مہک اور فضا میں پھیلی سگریٹ کی بو اس کے حواسوں کو بوجھل کرنے لگی تھی اس کو محسوس ہو رہا تھا کسی بھی لمحے وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔
"دادی جان سے شکایت کرو گی میری؟" وہ اس کی بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تابڑ توڑ سوال کر رہا تھا۔ "بتاؤ گی ان کو میں اسموکنگ کرتا ہوں؟" پری کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس کی چلتی ہوئی زبان کو گویا بریک لگ گیا، پری کی تکلیف کا احساس ہوتے ہی بے اختیار اس کا ہاتھ پری کے ہونٹوں سے ہٹ گیا ہاتھ ہٹتے ہی پری بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔

❁......❁......❁

ہی نظروں میں گرا دو۔" سوچوں کا آکٹوپس اسے جکڑ رہا تھا۔

"طغرل صاحب! طغرل صاحب!" ملازمہ دروازہ ناک کرتے ہوئے آواز بھی دیتی جا رہی تھی اس نے اٹھ کر کھولا تو وہ بولی۔

"صاحب جی! دادی جان بلا رہی ہیں آپ کو۔"

"دادی جان بلا رہی ہیں... کون کون ہے ان کے پاس؟" یک دم ہی اس کے اندر اس خوف نے سر ابھارا کہیں پری نے دادی سے اس کی شکایت نہ کر دی ہو چوری چھپے پورا کیے جانے والے شوق کا بھانڈا نہ پھوڑ دیا ہو اس نے گھبرا کر پوچھا تھا۔

"فیاض صاحب ہیں ان کے پاس اور تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"اوکے! میں آتا ہوں۔" اس نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے کہا ملازمہ چلی گئی۔

❁ ❁ ❁

پری وہاں سے جا چکی تھی اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا تھا شیری کسی بے جان بت کی مانند وہاں کھڑا رہ گیا' وہ عادلہ کو پک کرنے آیا تھا اس کو معلوم نہ تھا جس کو بھولنے کی سعی میں لگا ہوا ہے پہلا سامنا اسی سے ہو جائے گا؟ وہ جانتا تھا پری جس کمرے سے نکل کر بھاگتی ہوئی اندر گئی ہے وہ کمرا طغرل کا ہے اور وہ جس بدحواسی کے عالم میں تھی گویا اس کے اندر سرخ آندھی سی چل اٹھی تھی۔ خوش گوار موڈ یک دم ہی آف ہو گیا ایک سرد آگ تھی جو اس کی رگ و پے میں بھڑک اٹھی تھی' اس کو ہر طرف دھواں ہی دھواں محسوس ہونے لگا اندر جاتے اس کے قدم باہر کی طرف مڑ گئے' عادلہ کا چہرہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا گھبرایا گھبرایا پری کا چہرہ اس کو ہر سمت نظر آ رہا تھا۔

"صاحب! عادلہ بی بی تیار ہو کر آ رہی ہیں آپ لیونگ روم میں آ کر بیٹھ جائیں' میں آپ کے لیے ملک شیک لا رہی ہوں۔"

ملازمہ کو دیکھ کر وہ رک گیا اور اس کی بات نظر انداز کر کے بولا۔

"وہ کارنر والے روم میں کون ہے؟"

"وہاں طغرل صاحب ہیں' وہ ان کا روم ہے۔" خیرون کو اس کا یہ سوال عجیب لگا پر اس نے ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔

"اچھا... جاؤ تم۔" ملازمہ کے اندر جاتے ہی وہ وہاں سے چلا آیا تھا۔

"ہوں! میں تمہیں مار دوں گا پری! میں نے تم کو اس سیپ موتی کی طرح پاک صاف سمجھا تھا جو سمندر کی گہرائیوں میں پڑے سیپ کی کوکھ میں ہوتا ہے' جس کو کوئی غلاظت کوئی ہوس چھوتی نہیں ہے' تم کو میں نے کیا سمجھا اور تم کیا ثابت ہوئی ہو۔" وہ سوچ کے بگولوں کی زد میں تھا اور فل اسپیڈ سے دیوانوں کی طرح کار دوڑا رہا تھا۔

"نیک نامی' شرافت کا پرچار کرتی ہوئی بدکردار لڑکی! محرم و نامحرم کا رٹ لگانے والی ایک منافق روح! دن کے روشن اجالوں میں آج میں نے تم کو رات کے سیاہ گناہ آلود اندھیروں میں لپٹے دیکھا ہے' تمہارے چہرے پر گھبراہٹ و بوکھلاہٹ ناجائز مراسم کی تھی۔"

❁ ❁ ❁

"مایوں' مہندی' ابٹن کچھ بھی نہیں ہوگا یہ سب خود ساختہ رسمیں ہیں' جو بلاوجہ ہم نے خود پر لاگو کر لی ہیں' میں ایسی کسی رسم کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ سنت طریقے سے نکاح کر کے رخصت کر دیں گے بس۔" فیاض نے صباحت سے دوٹوک انداز میں کہا۔

"آپ خوامخواہ ضد کر رہے ہیں' کوئی اس طرح بھی شادی ہوتی ہے وہ پھر لوگ کیا کہیں گے کیوں اس طرح چھپ چھپا کر بیٹی کی شادی کر دی' کس کس کو جواب دوں گی میں؟"

"مجھے لوگوں سے فرصت دو' میں ایسے لوگوں کی پروا نہیں کرتا جو بلا سبب دوسروں کی کھوج میں وقت برباد کرتے رہتے ہیں اور اگر تم کو ایسے لوگوں کی باتوں کا خوف ہے تو شادی میں شرکت مت کرنا' بیٹھ جانا کہیں منہ چھپا کر' مجھے جو کرنا ہے وہ میں کر دوں گا۔"

"واہ بھئی! اچھی ہٹ دھرمی ہے آپ نے مجھے ماں سے مجرم بنا دیا۔" شدت جذبات سے وہ رو پڑی تھیں۔

مصباح

شروع کرتی ہوں اس بابرکت نام سے جس نے تمام جہاں بنائے۔ آنچل کی تمام قارئین اور اسٹاف کو میرا اسلام قبول ہو جی۔ میرا نام مصباح ہے تعلیم کی بات کی جائے تو ایف اے کر رہی ہوں 9 ستمبر کو خوب صورت اور پُررونق دنیا میں قدم رکھا اسی لحاظ سے میرا اسٹار سنبلہ ہے مجھے ڈائجسٹ پڑھنے کا شوق ہے آنچل پڑھنے کا جنون کی حد تک شوق ہے۔ مجھے نصرت فتح علی خان کے گانے بے حد پسند ہیں' فیورٹ موویز میں "دل ہے تمہارا" بے حد پسند ہے۔ میرا فیورٹ مضمون فزکس ہے آنچل کے توسط سے اپنی امی ابو سے کہنا چاہوں گی میں آج جو کچھ ہوں آپ دونوں کی وجہ سے ہوں آپ دونوں کا سایہ تاعمر ہمارے سروں پر قائم رہے آمین۔ فرینڈز بے شمار ملیں اور بچھڑ گئیں مجھے اپنی دوستوں میں سلمیٰ' عروسہ اور رمشاء قرات بے حد یاد آتی ہیں جن سے کافی عرصے سے بات نہیں ہوئی' مجھے اپنی کیوٹ سی بھانجی ایمان سے بے حد پیار ہے' زندگی میں ایسے لوگ جو بچھڑ گئے زندگی کے اس سفر میں ہمیشہ یاد رہیں گے جیسے میرے ماموں۔ شاعری سے بے حد لگاؤ ہے فیورٹ شعراء کرام میں علامہ اقبال' غالب ہیں۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" فیورٹ ناول ہے' کھانے کی شوقین ہوں لیکن اتنی بھی نہیں کہ ہر وقت کھاتی رہوں۔ دہی بھلے مجھے بہت پسند ہیں۔ پھلوں میں آم' انار پسند ہیں۔ پسندیدہ موسم برسات ہے میرا آپی سے شکایت ہے وہ فون بہت کم کرتی ہیں' آپی تم کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو سدا ہنستی مسکراتی رہو اور ہم کو منگنی کی بہت مبارک باد۔ آخر میں فریحہ' صفیہ' مریم' منیبہ' قرۃ العین' خطیبہ کو بہت بہت سلام اور امید ہے کہ میرا تعارف آپ کو کیسا لگا۔

"...؟ عائزہ کے معاملے میں تم نے جس بے پروائی و غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے اس غفلت میں تم پر جرم ہی ثابت ہوتا ہے مگر افسوس' جان کر بھی میں تم کو اس بھیانک جرم کی وہ سزا نہیں دے سکتا' جس کی مستحق ہو' میرا مان' میرا اعتماد تو تم نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے صباحت! تمہارے یہ مگرمچھ کے آنسو میرے ارادوں کو کمزور نہیں کر سکتے ہیں۔" ان کے سخت لہجے میں ان کا عکس تھا۔

صباحت کی کچھ ہمت نہ ہوئی ان سے کچھ کہنے کی وہ وہاں سے چلے گئے' عائزہ جو لاؤنج تک آتی ان کی تند و تیز آوازیں سن رہی تھی ... پر دے کے پیچھے ہوئی تھی اور آہستگی سے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ اس کے پاپا کی چال بے حد شکستہ تھی چہرے پر گویا صدیوں کی تھکن اتر آئی تھی۔ ان چند دنوں میں وہ بوڑھے نظر آنے لگے تھے۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے عائزہ! کل تک وہ جوان و توانا دکھائی دیتے تھے فخر سے سر اٹھا کر چلتے تھے اور اب ان کی ... سے وہ خود سے بے پروا دکھائی دے رہے ہیں گویا جینے کی امنگ ہی باقی نہ ہو۔ راحیل کی جھوٹی محبت کی خاطر تم نے ... دل توڑے ہیں' تم کو سچی محبت کیونکر ملتی عائزہ! تم نے ان محبت کرنے والوں کی محبت کی قدر نہیں کی جو تم سے ... محبت کرتے تھے۔"

❁ ❁ ❁

... پورے گھر میں خیرون کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی اور وہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھی وہ اس کو ... صباحت کے روم میں آئی تو انہیں ٹشو سے آنسو صاف کرتے دیکھ کر پریشان ہو کر پوچھنے لگی۔

"... آپ رو رہی ہیں' کیا ہوا؟ پھر پاپا نے جھگڑا کیا ہے؟"

"... کو تو عادت ہے ہر وقت جھگڑنے اور غصہ کرنے کے' سب سے ہنس ہنس کر باتیں ہوتی ہیں' مسکرا مسکرا کر ... ہوتے ہیں ... میری جھولی میں بھر دیتے ہیں۔"

"... سب ... ہیں ممی! وہ بہت اداس رہنے لگے ہیں۔"

"... تو جیسے بہت خوش رہتی ہوں نا' کوئی میرے دکھ کو نہیں سمجھتا؟ میں نے از خود عائزہ کو ایسا کچھ کرنے کی چھوٹ نہیں دی

تھی میں نے تو اس پر بہترین بیٹی ہونے کا اعتماد کیا تھا وہ یہ صلہ دے گی مجھے معلوم نہ تھا، میں بھی اندر سے اتنی ہی دکھی ہوں بہتیں فیض ہیں۔ عائزہ نے ان کے ہی نہیں میرے اعتماد کو بھی ٹھیس پہنچایا ہے۔"

"اوہ ممی! آپ تو بہت زیادہ جذباتی ہوگئی ہیں۔" عادلہ نے انہیں بازوؤں میں بھرتے ہوئے محبت سے کہا۔

"آپ فکر مت کیا کریں ممی! وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہوجائے گا پاپا بھی سب بھول کر ٹھنڈے ہوجائیں گے آپ کیوں ان کی باتوں کو دل سے لگا کر اپنی خوشیوں کو خراب کررہی ہیں۔"

"دل سے کیوں نہ لگاؤں ان کی باتوں کو میری بیٹی کی شادی ہے اور تیاریاں وہ کرے جو مجھے بدترین دشمن لگتی ہے اپنی اور بیٹیوں کی۔ دیکھو تو کس مکاری سے اس نے مجھے دودھ میں گری مکھی کی طرح نکال پھینکا ہے۔" عادلہ کے شانے پر سر رکھ کر آزردہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ڈونٹ وری ممی! آپ ریلیکس رہیں، کوئی کچھ بھی کرے مگر عائزہ کی ممی آپ ہی رہیں گی جو اہمیت و عزت آپ کو ملے گی، پری اور دادی جان کو کبھی نہیں مل سکتی۔"

"ہوں! کچھ تو ٹھیک رہی ہو تم عادلہ! میری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔" عادلہ کی باتوں نے ان کو غصے و جھنجلاہٹ کے احساس سے نکال لیا تھا وہ مطمئن انداز میں بیٹھی ہوئیں مسکرا کر گویا ہوئی تھیں۔

"کیا ابھی تک آپ کو شیری پک کرنے نہیں آیا ہے؟" وہ اپنی پریشانیوں سے نکلیں تو ان کو یاد آیا وہ شہریار کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوئی تھی۔

"اوہ ممی! میں یہاں خیرون کو دیکھنے آئی تھی اس نے اطلاع دی تھی شیری کے آنے کی، میں اس وقت جیولری پہن رہی تھی۔ میں نے خیرون سے کہا وہ ان کو بٹھائیں اور ملک شیک سرو کرے خیرون چلی گئی تھی میں ریڈی ہو کر لیونگ روم میں گئی تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میں نے احتیاطاً کی ہول سے دادی کے روم میں بھی جھانکا وہاں دادی کے علاوہ پاپا اور طغرل بھائی موجود تھے شیری نہیں تھے وہاں۔"

"یہ کیا بات ہوئی بھلا شہریار آئے تو پھر کہاں چلے گئے؟"

"وہ واپس چلے گئے ہیں واچ مین نے بتایا ہے میرے معلوم کرنے پر۔"

"واپس چلے گئے مگر اس طرح بغیر بتائے کیوں چلے گئے؟ تم کال کر کے معلوم کرو جب وہ تمہیں پک کرنے آئے تھے ایسے کیوں گئے ہیں؟" وہ پریشان لہجے میں گویا ہوئیں۔

"یہی معلوم کرنے کے لیے میں خیرون کو ڈھونڈتی پھر رہی ہوں اور وہ ہے کہ غائب ہوگئی ہے کام چور بیٹھ گئی ہوگی کسی بہانے سے اور شیری نے بھی سیل فون آف کیا ہوا ہے مجھے تو ٹینشن ہو رہی ہے!"

"بات تو پریشان ہونے کی ہے عادلہ! ان کا اس طرح جانا معنی رکھتا ہے۔"

"ممی! پاپا نے کوئی اعتراض کیا ہو شاید؟ وہ آج کل ویسے ہی بپھرے ہوئے ہیں عائزہ کے میٹر کے معاملے میں۔"

"نہیں نہیں عادلہ! ایسی بات نہیں ہوگی، عابدی کی فیملی پر فیاض آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتے ہیں شیری کو وہ گھر کے فرد کی طرح ہی سمجھتے ہیں اور فیاض شیری کے آنے سے قبل آگئے تھے ہاتھ لینے کے بعد وہ اماں کے روم میں گئے ہیں شیری کی آمد سے وہ قطعی بے خبر ہیں۔"

"ممی! شیری کا جھکاؤ کہیں پھر پری کی طرف تو نہیں ہوگیا ہے؟" ایک وسوسے نے اس کو ڈنک مارا اور وہ دہل کر بولی۔

"نہیں میری جان! تم ایسا فضول کچھ مت سوچو شک کا جو بیج تم نے شیری کے ذہن میں بویا ہے وہ ضائع نہیں جائے گا، شک و شبے کے لیے مرد کا ذہن بے حد زرخیز ہوتا ہے ایسے جذبات ان کے اندر بے حد تیزی سے پروان پاتے ہیں شیری کے ذہن میں بھی وہ بیج اپنی جڑیں مضبوط کرچکا ہوگا۔ پری کی پارسائی و شرافت پر وہ اب کبھی بھی یقین نہیں کرے گا۔" انہوں نے ہنستے ہوئے اس کو حوصلہ دیا۔

"بی بی جی! آپ بلا رہی تھیں مجھے؟" ہانپتی ہوئی خیرون نے آکر پوچھا۔

"ہاں! کہاں تھیں تم؟ کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔" عادلہ نے اس کو گھورتے ہوئے غصے سے پوچھا۔

"وہ جی اماں جان نے اسٹور روم سے ٹرنک میں رکھا ہوا سامان نکالنے کا کہا تھا وہ ہی نکال رہی تھی۔" اس نے وجہ بتاتے ہوئے کہا۔

"اچھا بس ایسے ہی بہانے ہوتے ہیں تمہارے پاس یہ بتاؤ شیری کو جاتے ہوئے دیکھا تم نے؟ میں نے تم سے کہا تھا ان کو لیونگ روم میں بٹھاؤ؟"

"میں نے کہا تھا ان سے وہ لیونگ روم میں تشریف رکھیں، میں ملک شیک لاتی ہوں مگر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ وہ کارنر والا روم کس کا ہے؟ میں نے بتادیا طغرل صاحب کا روم ہے۔"

"طغرل بھائی کے روم کے بارے میں کیوں پوچھا انہوں نے؟" عادلہ گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے بڑبڑائی۔

"معلوم نہیں جی پر اس وقت وہ کچھ پریشان تھے۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے تم نے شاید ٹھیک محسوس نہیں کیا ہوگا۔ اب جا کر رات کے کھانے کا انتظام کرو۔" خیرون کی آنکھوں میں تجسس کی پرچھائی دیکھ کر صباحت نے رسانیت سے اس کو سمجھاتے ہوئے وہاں سے ٹالا اور عادلہ سے غصے سے گویا ہوئیں۔

"کیا بے وقوفی کرتی ہو عادلہ! ملازماؤں سے بھی کبھی ایسے پوچھا جاتا ہے، دیکھا تم نے کس طرح وہ کرید کرید کر حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کررہی تھی۔"

"میں نے بے دھیانی میں اس سے پوچھ لیا تھا اور ویسے بھی اس میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ کسی اور سے یہ بات کرے، جانتی ہے وہ مجھ کو اچھی طرح۔"

"کسی خوش فہمی میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے ملازمین ہمارے درودیوار پر چھپکلیوں کی طرح چپکے رہتے ہیں تاکہ ہمارا راز جان کر موقع سے فائدہ اٹھاسکیں، ان لوگوں سے محتاط رہنا ہی بہتر ہے۔"

"او کے ممی! میں آئندہ احتیاط کروں گی، میری سمجھ میں نہیں آرہا شیری نے طغرل کے روم کا کیوں پوچھا اور پھر غصے میں کیوں چلا گیا؟"

"فکر مت کرو اس کے غصے کا تعلق آپ سے ہرگز نہیں ہے، پری کی محبت جواب نفرت میں بدل گئی ہے یہ اسی کا ردِعمل ہے۔"

❀ ❀ ❀

"آپ نے یکطرفہ فیصلہ کیا ہے چچا جان! اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے قبل آپ کو فاخر کے والدین سے بات کرنی چاہیے ان کی رضامندی ضروری ہے بارات ان لوگوں کو لانی ہے۔" طغرل نے فیاض سے کہا تو وہ دھیمے سے مسکرا کر گویا ہوئے۔

"برخوردار! عارف بھائی سے دو دن پہلے بات کرچکا ہوں میں فرخندہ بھائی اپنے کسی عزیز کے جہلم شادی میں گئی ہوئی ہیں وہ آجائیں تو عارف بھائی آئیں گے اماں کے پاس دستور کے مطابق ڈیٹ فکس کرنے کے لیے۔"

"تو کیا فرخندہ مان جائیں گی؟ بڑی ٹیڑھی کھیر ہیں وہ بھی مزاج اور طنطنے میں صباحت سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔"

"عارف بھائی نے مکمل یقین دلایا ہے مجھے وہ بھی بلاوجہ کی نمود و نمائش کو پسند نہیں کرتے، وہ بھابی صاحبہ کو بھی راضی کرہی لیں گے۔"

"ہوں یہ بات تو سو فیصد سچ ہے عارف بہت سادہ طبیعت اور اچھے اخلاق کا مالک ہے۔" اماں نے پان بناتے ہوئے ان کی بات کی تاکید کی۔

"ہاں جان! عامرہ آصفہ کو بھی بلالیں ان کے سامنے ایک بار بات ہوجائے تو زیادہ بہتر ہے ہم سب ساتھ ہوں گے تو مشورہ مل جائے گا۔"

"تم نے اس طرح تسلی پر سرسوں جمائی ہے فیاض سچ تو میری تو عقل ہی کام نہیں کررہی ہے سب دیکھتی ہی رہ گئی اور میں ان دونوں کو بتانا بھول گئی ہوں اب آکر مجھ سے شکایت کریں گی کہ ایسے موقع پر ان کو پوچھا ہی نہیں گیا ہے۔" انہوں نے پان کی گلوری منہ میں رکھتے ہوئے سٹپٹائے لہجے میں کہا۔

"آپ فکر مت کریں اماں! میں ان کو بتادوں گا یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے میری بات سن کر وہ ناراض نہیں ہوں گی یہ مجھے یقین ہے۔"

"عامرہ اور آصفہ پھوپو اتنی سویٹ نیچر ہیں دادی جان! وہ کسی سے بھی زیادہ عرصہ ناراض نہیں رہ سکتی ہیں پھر آپ اور چچا جان سے تو بالکل بھی خفا نہیں ہوسکتی ہیں۔" طغرل نے پُریقین لہجے میں کہا۔

"ارے بس رہنے دو تم نے ابھی ان کی اصلیت نہیں دیکھی، جب بدلحاظی پر آتی ہیں تو آنکھیں ماتھے پر رکھ لیتی ہیں دونوں۔"

"ایسے تو نہ کہیں ان کو وہ بہت نائس ہیں اماں جان!" فیاض نے اٹھتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

❀ ❀ ❀

ماضی کی یادوں نے ماہ رخ کو اس طرح لہولہان کیا تھا کہ وہ بے اختیار ہوکر تیز تیز رونے لگی تھی اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ باہر صحن میں کام کرتی ہوئیں ملازماؤں کی سماعتوں تک پہنچ رہی تھی وہ سب کام چھوڑ کر اس کے روم کے باہر جمع ہوگئی تھیں کیونکہ اس وقت غفران احمر روم میں موجود نہ تھا۔ ماہ رخ نے تنہائی سے گھبرا کر بھاری ریشمی پردہ کھسکا کر جالی کے پردے کھینچ دیے تھے اور ان پردوں کے باہر ملازمائیں حیران و متجسس انداز میں کھڑیں اس کو زاروقطار روتا ہوا دیکھ رہی تھیں لیکن کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ روم میں جانے کی جرأت کرتی وہ وہاں ایک دوسرے سے اشاروں میں اس کے اس طرح رونے کی وجہ دریافت کررہی تھیں جس سے وہ سب ہی ناواقف تھیں، ماہ رخ ان سے بے پروا روئے جارہی تھی۔

ایک ملازمہ جاکر ہاجرہ کو بلا کر لے آئی تھی اس نے پہلے اس کو دیکھا پھر الٹے قدموں دلربا کے پاس پہنچی تھی جو بیڈ پر نیم دراز انگور کے گچھے سے انگور نکال کر کھا رہی تھی۔

"دلربا! دلربا! وہ لڑکی بہت رو رہی ہے میں دیکھ کر آئی ہوں۔"

"مرنے دو کم بخت کو میری بلا سے روئے یا مرے مجھے اس سے کیا؟" دلربا نے نفرت بھرے لہجے میں جواب دیا اور اپنے شغل میں مصروف رہی۔

"ایسا تو مت کہو دلربا! خدا جانے اس کو ایسی کیا تکلیف ہے جو وہ اس طرح رو رہی ہے چلو ہم چل کر اس کا دکھ بانٹتے ہیں تسلی دیتے ہیں۔" ہمدرد طبیعت کی ہاجرہ اس کے دکھ پر تڑپ کر رہ گئی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے ہاجرہ! اس چڑیل نے میری خوشیوں پر شب خون مارا ہے، تم اس کو تسلی دینے کی بات کرتی ہو اگر مجھے احمر کا خوف نہ ہوتو میں اس کا خون کردوں۔"

"یہ کیوں بھول رہی ہو دلربا! وہ لڑکی بھی تمہاری اور میری طرح کسی مجبوری میں غفران احمر کو مل گئی ہوگی، وہ جوان اور بے حد حسین ہے اس کا اور غفران احمر جیسے عمر رسیدہ شخص کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ اس عمر میں اس کے حسن کے پروانے کیا کم ہوں گے۔"

"[illegible] لو میرا دماغ اس بدبخت کی طرف سے بھی صاف ہونے والا نہیں ہے اپنی بے عزتی میں کبھی نہیں بھول سکتی [illegible] احمر نے میری جگہ اس کو ملکہ بنایا ہے میری جگہ اس کو دی ہے۔" وہ کسی طرح بھی اس کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔

"سوچو تو اگر اس لڑکی کو کچھ ہوگیا تو غفران احمر ہمارا کیا حشر کرے گا؟ تمام ملازماؤں نے اس کو روتے ہوئے دیکھ لیا ہے اور تم [illegible] کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وہ ایسے موقع کی تلاش میں رہتی ہیں، کسی نے اس کو بتادیا تو پھر ہمارا کیا ہوگا؟" ہاجرہ [illegible] عقل بیدار ہوئی تھی۔ یہ حقیقت تھی اس محفل میں نفسانفسی کا عالم تھا یہاں موجود وہ تمام عورتیں جو کسی دور میں [illegible] منظور نظر تھیں پھر جس جس کی عمر کا چاند ڈھلتا گیا وہ اس محل کی سنگلاخ دیواروں میں ملازماؤں کی صورت میں قید [illegible] گئی وہ اس خوب صورت زندان میں مرتے دم تک کے لیے قید کرلی گئی تھیں۔ جن پر باہر کی دنیا کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کردیے گئے تھے ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ یہاں کی عادی ہوگئی تھیں۔

[illegible] دوسرے سے محبت کرتیں اور خیال رکھتی تھیں مگر غفران احمر کے دل میں جگہ بنانے کے لیے وہ ایک دوسرے کی دشمن بھی بن جاتی تھیں۔

"تم جا کر دیکھو اس پر کیا موت آپڑی ہے میں آتی ہوں ابھی۔" ہاجرہ اس کی اجازت پاتے ہی وہاں سے ماہ رخ کے روم کی

طرف آئی اور وہاں موجود ملازماؤں کو بھیج کر ماہ رخ کے قریب بیٹھ گئی۔

''کیا ہوا ہے تم کو؟ کسی تکلیف میں ہو تم؟'' وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر محبت سے پوچھ رہی تھی وہ کچھ نہیں بولی صرف روتی رہی۔

''تم مجھے اپنی تکلیف بتاؤ گی تو میں تمہاری مدد کروں گی' تم گھبراؤ نہیں مجھے اپنی بڑی بہن سمجھو مجھے تم سے ہمدردی ہے تم خود کو ادھر تنہا نہیں محسوس کرو' بتاؤ کیوں اس قدر رو رہی ہو؟'' اس کے لہجے میں محبت کی پھوار برس رہی تھی وہ اجنبی چہرہ جس کو وہ بارہا دیکھ چکی تھی' جس سے تکلم کا موقع ہی نہیں ملا تھا بہت اپنائیت بھری نگاہوں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ ماہ رخ کی ڈھارس بندھی وہ آنکھیں صاف کرتی ہوئی بولی۔

''کوئی بات نہیں ہے' بس ایسے ہی دل چاہ رہا تھا رونے کو۔''

''ٹھیک کیا تم نے جب رونے کا دل چاہے تو رو لینا چاہیے آنسو ہمارے دل کی ساری پریشانی' تفکرات' دکھ درد اپنے ساتھ بہا کر لے جاتے ہیں۔ اچھا منہ ہاتھ دھو کر آؤ میں قہوہ بنا کر لاتی ہوں پھر ہم باتیں کریں گے۔''

❁ ❁ ❁

''شیری بیٹا! کیا تم ٹھیک ہو؟ یا آپ کا چہرہ اتنا سرخ کیوں ہو رہا ہے' طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ کی؟'' مسز عابدی نے ہاتھ میں پکڑی کتاب ٹیبل پر رکھی اور عینک درست کرتی ہوئی اس سے مخاطب ہوئیں جو خراب موڈ کے ساتھ داخل ہوا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں ممی!'' اس نے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔

''میری بات تو سنیں' ابھی آئے ہیں اور کمرے کی طرف جانے کی لگ گئی ہے۔'' وہ کہتا ہوا کا نہیں تھا اسے جاتے دیکھ کر مسز عابدی نے کہا۔

''ایک ضروری بات کرنی ہے آپ سے مجھے آپ ہیں کہ موقع ہی نہیں دیتے بات کرنے کا۔'' ان کے انداز میں ایک دم خفگی در آئی تھی۔

شیری جو اس وقت سخت ذہنی بوجھ کا شکار تھا وہ شدت سے ان تمام سوچوں سے بے خبر ہو جانا چاہتا تھا جو پری وطغرل کو دیکھ کر اس کے دل میں طوفان مچائے ہوئے تھے جس سے چھٹکارا مدہوشی میں ہی تھا مگر وہ جب سے ماں کی ہارٹ کنڈیشن سے واقف ہوا تھا تب سے اس کی یہی کوشش تھی کہ ماں کو کوئی فکر و پریشانی نہ ہو۔

''اچھا ممی بتائیے' کیا بات کرنا چاہتی ہیں آپ؟''

''پہلے یہ بتائیں آپ نے شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ فیوچر پلاننگ کیا ہے آپ کی؟ لائف پارٹنر کے بارے؟'' ان کے سوالات پر وہ بے ساختہ مسکرا کر گویا ہوا۔

''ممی' میں ابھی میرڈ لائف اسپینڈ کرنا نہیں چاہتا' ابھی آپ مجھے اس بوال سے دور ہی رہنے دیں تو بہتر ہے۔''

''بہت آزردہ لیے آپ بیٹا' اب کوئی بہانہ نہیں چلے گا پھر آپ کی عمر اب شادی کی ہو چکی ہے اس عمر میں شادی کر لینی چاہیے۔''

''اوہ ممی! پلیز آپ مجھے فورس مت کریں۔''

''میں فورس نہیں کر رہی شیری! یہ میرا حق ہے' میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس دنیا سے جانے سے قبل میں آپ کی شادی دیکھنا چاہتی ہوں' کیا مجھے اپنا سہرا دیکھنے کی خوشی نہ دیں گے بیٹا؟'' وہ بے حد جذباتی ہو رہی تھیں۔

''ایسی باتیں مت کریں ممی! مجھے پسند نہیں ہیں۔'' ان کی جدائی کا خیال اس کے سخت دل کو چھلنی کر رہا تھا۔

''ہماری پسند ناپسند سے حقیقت بدل نہیں سکتی ہے بابا! جو دنیا میں آیا اس کو واپس جانا بھی ہے موت سے فرار کس کو ممکن ہے بھلا۔''

''میں جانتا ہوں' اس حقیقت کو اور مانتا بھی ہوں۔''

''پھر کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں؟ میں آپ کی پسند سے واقف ہوں صرف آپ کی ہاں کا انتظار کر رہی ہوں ورنہ تو فیاض بھائی سے بات کرنے میں کوئی لمحہ بھی نہ لگے گا۔'' وہ اس کی بات اچک کر بے صبری سے گویا ہوئی۔

''فیاض انکل سے کیا بات کریں گی آپ؟''

نینا شاہ

تمام پڑھنے والوں اور تمام آنچل کے اسٹاف کو نینا کا پیار بھرا اسلام۔ جناب سب اپنا تعارف کرواتے ہیں میں نے سوچا ہم کیوں پیچھے رہیں' ہمارا بھی تو آنچل پر کچھ حق بنتا ہے' تو میں عارف والا کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئی۔ مجھے کھانے میں چاول بہت پسند ہیں' چکن اور مچھلی بھی۔ مجھے ویسے تو سارے رنگ پسند ہیں کلیکو وائٹ' بلیک' لیمن' بہت زیادہ پسند ہیں۔ مجھے پرسال پہننا بڑی اچھی لگتی ہیں۔ ہاتھوں پہ مہندی لگانا دل کرتا ہے' ہر وقت لگی رہے مجھے چوڑی دار پاجامہ' اونچی قمیص اور بڑا سا دوپٹہ اچھا لگتا ہے۔ موسم بارش بہت پسند ہے لیکن اس کے بعد دھوپ بالکل اچھی نہیں لگتی۔ بارش کے بعد سموسے ساتھ چائے گوٹ گول گپے دیکھ کر منہ میں پانی آ جاتا ہے۔ میری دوستی سب سے ہو جاتی ہے' ناراض بڑی جلدی ہو جاتی ہوں' مان بھی جلدی ہی جاتی ہوں۔ کچھ لوگ مجھے مغرور بھی کہتے ہیں' میری دوستی سب سے زیادہ گھر والوں میں سے میری سسٹر کے ساتھ ہے۔ جس کی شادی ہو چکی ہے میرے کزن بھی میرے بہت اچھے دوست ہیں' اک کزن ہے اس سے میری بڑی بنتی ہے۔ مجھے تب بہت دکھ ہوتا ہے جب کوئی مجھے بہت ضد ے غصہ بڑا آتا ہے۔ میرے آئیڈیل حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ ہیں۔ ان کے واقعات بڑے شوق سے سنتی اور پڑھتی ہوں۔ مجھے بلھے شاہ کی شاعری بڑی پسند ہے مجھے پیار والی کہانیاں اچھی لگتی ہیں جب بھی دکھی ہوتی ہوں تو آنچل کا سہارا لیتی ہوں جو مجھے اپنے میں سمیٹ لیتا ہے مجھے گانے کا بھی بڑا شوق ہے' راحت فتح علی کے گانے سنتی ہوں۔ میری چھوٹی سی بھتیجی ہے جس سے میں بہت پیار کرتی ہوں' وہ مجھے دنیا میں سب سے پیاری ہے اور شریر حد سے زیادہ۔ خدا تمہیں ڈھیر ساری خوشیاں دے' تمہارے نصیب اچھے بنائے آمین۔ میرے خیال میں اب بہت لمبا ہو گیا آپ بور ہوں' اجازت آپ کی اپنی نینا۔

''آپ کا پروپوزل دوں گی ان کو آپ کس کو پسند کرتے ہیں یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں بیٹا!'' وہ سرشار لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

''کس کے لیے میرا پروپوزل دیں گی آپ؟'' وہ حیران پریشان' اس کو معلوم ہی نہ تھا کہ اس کی ماں اور بہنیں اس کے جذبات و ساخت سے اس کی پسندیدگی کو جان چکی ہیں۔

''پری کے لیے' آپ پسند کرتے ہو نا اس کو اور وہ تو ہم سب کو ہی بے حد پسند ہے میری تو دلی تمنا ہے پری کو بہو بنانے کی۔'' وہ اپنی دھن میں کہہ رہی تھیں' پری کے نام پر اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ دکھ و اذیت کی ایک لہر تھی جو اس کے دل سے نکل کر اس کے سراپا کو لرزا گئی تھی۔ وہ جس آسیب سے بچنے کے لیے گھر آیا تھا وہ یہاں اس سے پہلے پہنچ گیا تھا اس کا دل چاہا وہ ... سے ... بھاگ جائے۔

''پری کو میں نے دیکھتے ہی پسند کر لیا تھا' ایسی نیک سیرت' ... با ادب لڑکی اس دور میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے ...''

''... آپ کیا جانیں چراغ تلے کتنا اندھیرا ہے' وہ نیک سیرت نہیں بد سیرت لڑکی ہے۔ وہ منافق ہے ظالم ہے اپنے چہرے ... لگا کر آپ جیسے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دیتی ہے۔ عادل کی بات پر میں نے پکا بھروسہ نہیں کیا تھا مگر آج ... آنکھوں سے دیکھا ہے وہ میں کس طرح جھٹلا سکتا ہوں؟''

... میں گم ہو گئے ہو بیٹا' میں پروپوزل لے کر جاؤں آپ کا؟'' مسز عابدی نے تذبذب سے اس کی سنجیدگی دیکھ کر ...

''... ممی!'' وہ کہہ کر اٹھ کر چلا گیا۔

❁ ❁ ❁

... کمرے میں بند تھی' ... کا کھانا بھی ... طغرل کے رویے نے اس کے ... [illegible]

کو ڈانٹ دینے میں وہ کامیاب ہوگئی تھی، مگر دادی کو وہ ڈانٹ نہ دے سکی تھی۔

"پری... او پری! کہاں کی نیند آ گئی تم کو ایسی، جو کھانے پر بھی نہیں آئیں؟ ارے اٹھو میری بات سنو۔" وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی تھیں لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی اس طرح سوتی بنی رہی اس کو معلوم تھا وہ اس کا رویا رویا چہرہ دیکھ کر رونے کا سبب پوچھیں گی اور وہ کیا بتائے گی؟ اگر حقیقت بتا بھی دے گی تو وہ کس طرح یقین کریں گی۔ اسی لمحے دروازہ ناک ہوا اور طغرل اندر آیا تھا اور ان سے بولا۔

"دادی جان! آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟" وہ بات دادی سے کر رہا تھا پر نگاہیں دادی کے برابر میں دراز پری پر تھیں جو اس کی آہٹ پا کر رضائی میں خود کو ملفوف کر چکی تھی، دادی دیکھ نہ سکی تھیں مگر طغرل نے بخوبی دیکھا تھا۔

"نہیں بیٹا! جا کر سو جاؤ، سارے دن کے تھکے ہوئے ہو، کھانا بھی ڈھنگ سے نہیں کھایا تم نے یہ پورا ہفتہ ویسے بھی کاموں میں گزرے گا، مجھے فخر ہے جس طرح تم نے ایسے اہم موقع پر فیاض کو بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہونے دی، بیٹا بن گئے ہو اس کا۔"

"آپ شرمندہ نہ کریں دادی جان! مجھے اچھا لگ رہا ہے یہ سب کرنا، آپ بتائیں کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو میں مارکیٹ سے لا دوں۔" وہ خاصا اپ سیٹ تھا اس کی خود اعتمادی غائب تھی۔

"ادھر آؤ میرے پاس میرے بچے!" دادی نے اسے پاس بلا کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا پھر کہا۔

"بخار تو نہیں ہو رہا ہے تمہیں جو بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔"

"کیا مطلب دادی جان! کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" ان کے انداز پر وہ سخت حیران ہو کر گویا ہوا۔

"کھانے کے دوران سے اب تک تم کئی مرتبہ مجھ سے یہ سوال کر چکے ہو اور میں بتا چکی ہوں، مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں بیٹا! تم جا کر آرام کرو بخار جب سر پر چڑھ جاتا ہے تو یہی حال ہوتا ہے۔ شکر ہے اللہ کا تم کو بخار نہیں ہے لیکن کوئی پریشانی ضرور ہے۔" دادی اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"پریشانی نہیں ہے کوئی بھی میں آپ کے خیال سے معلوم کر رہا تھا۔" ان کی چہرہ شناسی پر وہ ششدر رہ گیا تھا کس سرعت سے دادی نے اس کی بے چینی بھانپ لی تھی وہ شام سے ہی مضطرب تھا، پری کے ساتھ ہونے والی نادانستہ حرکت نے اس کو پہلے ہی بے کل کیا ہوا تھا اور پری کو کھانے کی ٹیبل پر نہ پا کر اس کی ندامت اور بڑھ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ کھانا بھی نہ کھا سکا تھا۔

"پارس نے ڈنر نہیں کیا ہے، طبیعت ٹھیک ہے اس کی؟"

"ہاں طبیعت ٹھیک ہے، دراصل آج سارا دن تمہارے ساتھ ماری ماری پھری ہے سارا سامان ماشاء اللہ میری سوچ سے بھی بڑھ کر لائی ہے، تھکن کی وجہ سے سو گئی ہے یہ اس کی بچپن کی عادت ہے، جب تھکتی ہے تو بھوک پیاس سب اڑ جاتی ہے اس کی۔" رضائی میں وہ آنکھیں کھولے ان کی باتیں سن رہی تھی، طغرل کے لہجے کی اضطرابی کیفیت اس نے محسوس کی تھی لیکن بدگمانی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ وہ اس کی موجودگی بھی گوارا نہ کر رہی تھی۔

"جاؤ میرے بچے جا کر سو جاؤ تھکے ہوئے تم بھی ہو۔" وہ جھکا تو دادی نے پیشانی چومتے ہوئے کہا، وہ [illegible]

"دادی جان! ایک مشورہ کرنا ہے آپ سے، زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔"

"صبح کر لینا اب ٹائم تو دیکھو۔"

"مجھے نیند نہیں آئے گی دادی جان! میں شام سے بہت پریشان ہوں۔" اس کے وجیہہ چہرے پر یاسیت ابھر آئی تھی۔

"خیریت ہے نا؟ میں دیکھ رہی ہوں شام سے تمہارا منہ اترا ہوا ہے، جبھی کہہ رہی ہوں کوئی نہ کوئی بات ضرور تم کو پریشان کر رہی ہے۔ یہاں بیٹھو میرے پاس اور بتاؤ کیا معاملہ ہے کسی سے جھگڑا ہوا ہے؟" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"جھگڑا نہیں ہوا، وہ میری ایک غلطی سے میرا ایک دوست ناراض ہو گیا ہے مجھ سے، رئیلی دادی جان! مجھ سے غلطی [illegible] میں نے خود سے نہیں کی تھی۔" وہ دانستہ پری کو دوست کہہ رہا تھا تاکہ وہ اس کی نیت پر شک نہ کرے۔

"ہاں ہاں! غلطی تو غلطی سے ہی ہوتی ہے خود سے کون کرتا ہے، تم نے اپنے دوست کو بتایا نہیں جو ہوا وہ محض اتفاق تھا؟"

[illegible] سے سنتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"وہ موقع ہی نہیں دے رہا میں تو اس سے معافی مانگنے کو تیار ہوں حالانکہ میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔"

"ہونہہ یہ تو اعلیٰ ظرف لوگوں کا وطیرہ ہے جو اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی تم معافی مانگنے کو تیار ہو، خیر فکر مت کرو۔ مان جائے گا وہ بھی جب اسے تم بے خطا دکھائی دو گے۔" ان کی گہری نظریں اس کا جائزہ اس طرح لے رہی تھیں جیسے کوئی ماہر تیراک سمندر کی تہ سے قیمتی موتی تلاش کر رہا ہو۔

"اوکے دادی جان! آپ دعا کیجیے گا، شب بخیر!" وہ ان کا گال چوم کر وہاں سے تیزی سے نکل گیا۔ اماں اس کے جانے کے بعد کئی لمحوں تک اسی طرح سوچوں میں گم رہیں پھر ہاتھ بڑھا کر انہوں نے پری کے چہرے سے رضائی ہٹاتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے تم جاگ رہی ہو اٹھ جاؤ۔"

"کس طرح سو سکتی ہوں میں، آپ کی اور آپ کے اس پرنس کی میٹنگ کی آوازیں کان میں آ رہی ہوں تو خاک نیند آئے گی۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھی۔

"شرم نہیں آتی ان کو اس ٹائم روم میں آتے ہوئے، یہ معلوم ہے ان کو میں بھی یہاں سوتی ہوں، یہ کوئی شرافت ہے ان کی بھلا؟"

"پہلی بار تو وہ آیا ہے یہاں اس ٹائم ورنہ وہ تمہاری موجودگی میں گریز کرتا ہے وہ بھی بے حد پریشانی میں..." ان کی نگاہ اس کے سرخ متورم چہرے پر پڑی تو چونک کر بولیں۔

"کیا ہوا تم روئی ہو پری! آنکھیں سوجی ہوئی ہیں تمہاری۔"

"بس ایسے ہی دادی جان! سر میں درد ہو رہا تھا۔"

"جھوٹ مت بولو طغرل سے کوئی جھگڑا ہوا ہے تمہارا! کیا ہوا ہے شام سے تم بھی کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گئی ہو اور وہ بھی شام سے ہی پریشان پریشان پھر رہا ہے، ابھی جو وہ سب بول کر گیا ہے میں سمجھ گئی ہوں وہ تمہیں ہی درحقیقت سنا کر گیا ہے۔" ان کی بات پر اس کا دل بری طرح دھڑکا وہ جانتی تھی وہ سب اس کو ہی سنا رہا تھا لیکن اسے یقین تھا وہ اپنی حرکت پر پشیمان نہیں ہے وہ اس بات سے خوف زدہ ہے اس کی سگریٹ نوشی کا دادی کو معلوم نہ ہو جائے اسی وجہ سے وہ بے چین ہے۔

"مجھے کیوں سنا کر جائیں گے، میرا کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔"

"پری! میرا تجربہ تمہاری عمر سے بھی دگنا ہے، تمہاری سوچوں تک رسائی حاصل ہے مجھے، تم کو اور طغرل کو اچھی طرح جانتی ہوں، بچپن سے آج تک تم دونوں نے ایک دوسرے سے بیر رکھا ہے۔"

"پلیز دادی جان! میں کہہ رہی ہوں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"میری دعا ہے ایسا ہی ہو۔" وہ سنجیدگی سے بولیں۔

❁ ❁ ❁

[illegible] پاپا کے سمجھانے پر فیاض نے صباحت سے سمجھوتہ کر لیا تھا وہ ان کو اجازت دے چکے تھے اور وہ اب شادی کی تیاریوں میں پیش پیش تھیں۔

[illegible] عارف [illegible] مٹھائی کے ٹوکروں کے ہمراہ بہت خوش خوش آئی تھیں، پہلی بار وہ بہت پرتپاک طریقے سے سب سے ملیں، [illegible] کی پیشانی طنز و نخروں کی شکنوں سے مبرا تھی، بہت محبت سے عائزہ کو گلے سے لگایا، اپنے ہاتھ سے مٹھائی کھلاتے ہوئے [illegible] لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ماشاء اللہ! میری بہو اتنی نصیب والی ہوگی، مجھے معلوم نہ تھا، ابھی اس کے قدم میرے گھر کی دہلیز پر پڑے بھی نہیں اور میرے [illegible] خوشیاں آنے لگی ہیں۔"

"[illegible] نظر بد سے محفوظ رکھے، [illegible] بالکل درست کہہ رہی ہیں، ہمارے [illegible] کا ایک عرصے سے مسئلہ حل نہیں ہو رہا [illegible] فیاض نے شادی کی بات کی اور دوسرے دن ہی ہمارے ویزے مل گئے۔" عارف عائزہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت سے بولے۔

"ہی خیر کی کمپنی نے اچانک ہی اس کی پروموشن کردی اور ساتھ ہی اسلام آباد پوسٹنگ ہوگئی ہے اسی ہفتے نئی فرم کا چارج سنبھالنا ہے اسے نئی فرم کا کرتا دھرتا وہ ہی ہوگا۔"

"ہمیں بھی حج کے لیے ان چند دنوں میں ہی روانہ ہونا ہے ہمیں اپنی روانگی کی تیاریاں بھی کرنی ہیں اور شادی کی بھی تیاریاں ہیں۔ آپس کی بات ہے خالہ جان! آپ کوئی جہیز وغیرہ کی تیاری نہ کریں ہمارا جو کچھ ہے وہ عائزہ بیٹی کے لیے ہے، ابھی آپ نکاح اور رخصتی کی تاریخ دے دیں، ابھی میں کوئی دھوم دھڑکا نہیں چاہتا۔ شادی سادگی سے ہوگی ان شاء اللہ ولیمہ حج سے واپسی پر ہم شاندار طریقے سے کریں گے۔ فاخر عائزہ کے ساتھ اسلام آباد میں شفٹ ہوجائے گا نئی جگہ نیا ماحول ہوگا وہ تنہا وہاں ایڈجسٹ نہ ہوسکے گا۔"

کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا پھر فیاض تو سادگی سے اس کو اس گھر سے وداع کرنا چاہتے تھے کہ وہ ہمیشہ اپنی گمراہیوں پر پشیماں رہے۔

"پری! عائزہ کو سروس کے لیے پارلر لے جاؤ میں نے پاپا کے آفس سے ان کے شوفر کو بلوایا ہے اپنے شوفر کے ساتھ میں جارہی ہوں شاپنگ کے لیے شاپنگ کے بعد مجھے بھی پارلر جانا ہے۔" عادلہ نے بال برش کرتی پری سے کہا۔

"اوکے عائزہ سے کہو وہ تیار رہو میں آتی ہوں۔"

"تم آجاؤ وہ تیار ہے اس کو کون سا سولہ سنگھار کرنے ہیں۔" وہ کہہ کر چلی گئی پری نے تیزی سے بالوں کو کیچر میں جکڑ اور پرفیوم چھڑک کر پرس اٹھا کر دادی سے کہتی عائزہ کے روم میں آئی۔

"چلو عائزہ! میں تمہیں پارلر چھوڑ کر ٹیلر کے پاس جاؤں گی واپسی میں تم کو لے لوں گی۔" اس کے لہجے میں ذمہ داری بھری عجلت تھی۔

"عادلہ نے یہ کام بھی تم پر ڈال دیا تم تو پہلے ہی اتنی بزی ہو۔"

"ڈونٹ وری! یہ کوئی کام نہیں ہے میں تم کو وہاں ڈراپ کرکے کوئی احسان نہیں کروں گی ویسے بھی پارلر کے قریب سے مجھے گزرنا ہی ہے اچھا ہے اس طرح تمہاری سروس بھی ہوجائے گی۔"

"پری!" وہ اچانک ہی آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئی۔

"تم کتنی اچھی ہو میں نے تمہارا بہت دل دکھایا ہے بے حد تنگ کیا ہے تم کو اور تم تو آج بھی ویسی ہی ہو محبت کرنے والی عادت سے زیادہ تم کو میری فکر ہے رات دن تم میرے لیے خوار ہو رہی ہو۔" وہ اس سے لپٹ کر اپنے آنسوؤں پر اختیار نہ رکھ سکی تھی۔

"مجھے معاف کردو پری! میں نے تمہیں کبھی اپنی بہن نہیں سمجھا۔"

"اب تو سمجھتی ہونا چلو دیر ہو رہی ہے مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتی ہوئی ہاتھ پکڑ کر باہر لے آئی گیٹ کے پاس عابدی صاحب کا ڈرائیور کار کے قریب کھڑا تھا۔

سارے راستے عائزہ اس سے محبت بھری باتیں کرتی رہی تھی اپنے گزشتہ رویوں کی معافی مانگتی رہی تھی۔ کار ایک معروف پارلر کے قریب آکر رکی تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر چلی آئی۔ عائزہ کو پارلر چھوڑ کر وہ باہر آئی تو کار کے پاس اطمینان سے کھڑے شیری کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"آپ یہاں... شوفر کہاں چلا گیا؟" وہ قریب جا کر گویا ہوئی۔

"جی میں آپ کا خادم! شوفر کے ساتھ ڈیڈ کو جانا تھا اس کو بھیج کر میں یہاں رک گیا ہوں آپ کی خدمت کے لیے پلیز۔" اس نے معنی خیزی سے کہہ کر فرنٹ ڈور وا کیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ)

"اذیت دینے میں زیادہ مزا ہے یا اذیت سہنے میں؟" حسام نے ... ہوگی پہ رکھتے ہوئے اپنے گروپ سے چاروں سے پوچھا۔

"اذیت سہنے میں" زوناب جھٹ سے بولی۔ "قطرہ قطرہ پگھلنے میں جو مزہ ہے وہ پگھلانے میں کہاں۔"

"اذیت میں جو بڑی مزا ہے سہنے میں ہی ... دینے میں" ... انگڑائی لیتے ہوئے بولا۔

"زندگی کچھ نہیں سوائے اذیت کے!" ... اپنے جذباتی ... ہوئی۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" حسام نے چپ چاپ بیٹھے مبین سے پوچھا۔

"اس کا جواب ... کا ہے۔" مبین ان کے گروپ میں سب سے ...

"خود تڑپنا یا کسی دوسرے کو تڑپتے ہوئے دیکھنا؟" حسام نے نکتہ اٹھایا۔

"دشمن کو تڑپتے دیکھنے میں مزا آتا ہے اور دوست کے تڑپنے میں بہت زیادہ مزا۔" شہروز بولا۔

"یہ تو دوست یا دشمن پہ انحصار کرتا ہے نا!" اس نے پاکٹ میں سے ایک تصویر نکال کر ... سب دوستوں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"دیکھنا ہے کہ تڑپانے میں مزا آتا ہے تڑپنے میں یا تڑپ ہی مزا ہے۔" وہ چیلنج کرتی نگاہوں سے سب کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

وہ پانچوں ... یونیورسٹی کے طالب علم تھے۔ ان کے ... میں کوئی بھی کچھ زیادہ نہ جانتا تھا۔ شہروز ... الدین امریکا ... ہوتے تھے خود وہ بھی پچھلے سال ہی پاکستان آیا تھا مگر کیوں ... وہ کسی کو نہ بتاتا تھا۔ ... آسٹریلیا سے ... کے لیے آئی تھی۔ اس

کے والدین کی وفات ہو چکی تھی وہ اکلوتی تھی اور پاکستان اپنے ننھیال سے ملنے آئی تھی۔ جب ملنے آئی تھی تو یہاں رہ کیوں رہی تھی دو سال گزارنے کے بعد چلی کیوں نہ گئی یہ اسے ہی پتا تھا۔ حسام کا تعلق اپر کلاس سے تھا جہاں سب کچھ ملاوٹ شدہ تھا حتی کہ ایمان بھی..... زوناب بھی بگڑی رئیس زادی تھی۔ بینش سب سے کم گو لیکن سب سے شاطر ایک طوائف کا بیٹا تھا اور گھر سے فرار کے بعد ہاسٹل میں مقیم تھا۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کے مصداق۔ صرف شکلیں ہی بدلی تھیں حیثیتاب بھی وہ ویسے ہی ماحول میں رہ رہا تھا جس سے فرار ہوا تھا۔ یہ پانچ نوجوان جن کی اور کسی سے سلام دعا نہ تھی آپس میں متحد تھے۔ ایک بات جو ان سب میں مشترک تھی کہ ان کی آنکھوں سے وحشت ٹپکتی تھی۔ زندگی کا دوسرا نام تجسس ہے ان سب میں تجسس نام کا مادہ بالکل بھی نہ تھا کہ یہ وقت سے پہلے ہر حد پھلانگ چکے تھے۔ زندگی بے حس اور اذیت پسند بنا دیتی ہے انسان کو جب اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو یا سب ہی کچھ ہو۔ ان پانچوں کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ تھا۔ وہ بے حس تھے اور اذیت پسند بھی۔

❀...❀...❀

اس نے ٹائپ کیے ہوئے میسج کو تین چار مرتبہ پڑھا۔

ہمیں پتا بھی نہیں ہوتا اور
ہم کسی کی حیات ہوتے ہیں!

ذہن میں نمبر دوہراتے ہوئے اس نے ایس ایم ایس سینڈ کیا۔ دونوں ہاتھوں میں موبائل چھپائے اس نے چہرا گھٹنوں میں دے لیا۔ سیل کی مہین سی ٹون بجی۔ کچھ ڈرتے ہوئے مسکرا کے اس نے ایس ایم ایس پڑھا۔

"آپ کون ہیں؟" اس نے کچھ جھینپتے ہوئے پڑھا۔

وہ پل بھر سوچتی رہی..... "محبت" عنائے لکھ کے مسکرائی تھی۔

"محبت کا کوئی نام بھی تو ہوگا؟"

"محبت کا نام محبت ہے فقط۔"

"رہتی کہاں ہے یہ محبت؟"

"آپ کے پاس۔ آپ سے دور..... ہر جگہ۔"

"کام کیا ہے محبت کا؟"

"تھوڑی محبت چاہیے۔"

"آپ کے....."

"ہمیں بھجوا دیں نا!"

"ایڈریس دے دو۔"

"ہوا کو راز داں بنا کے بھجوا دیں۔" سینڈ کر کے عنائے نے موبائل فون آف کیا اور دھڑکتے دل پہ قابو پانے لگی۔

❀...❀...❀

"بیٹا! تم نے بتایا نہیں پھر.....؟" درخان نے چونک کے بلقیس بیگم کی جانب دیکھا۔

"کس بارے میں.....؟"

"میزاب کے بارے میں..... میں چاہتی ہوں جلد از جلد تمہاری منگنی ہو جائے۔"

"اتنی بھی کیا جلدی ہے مما!" وہ کچھ بیزاری سے بولا۔

"دیکھو بیٹا! ایک تو تم ماشاء اللہ ہو بہت ہینڈسم اور دوسرا اللہ کا شکر ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے ہمارے پاس..... کئی بیٹیوں والیوں کی نگاہیں ہماری جانب ہیں۔ تمہاری کم از کم منگنی ہو جائے تو ان کی آس ختم ہو۔ اس خاندان کی لڑکیاں ہیں ہی کیسی..... بمشکل میٹرک ایف اے پاس۔ نہ سلیقہ نہ تہذیب اس لیے میں نے تمہارے لیے میزاب کو پسند کیا ہے۔ تعلیم یافتہ تو ہے ہی خوب صورت بھی بے تحاشا ہے۔ تمہارے پاپا کو کر لیا ہے میں نے راضی تم نے دیکھا تھا نا میزاب کو مسز راشد کے بیٹے کی شادی پہ.....؟"

"ہوں!" درخان کو مبہم سا یاد آیا۔

"پھر کیا کہتے ہو کیا تاریخ رکھیں منگنی کی؟" بلقیس بیگم نے پوچھا۔

"دیکھ لیں مما آپ خود ہی....."

"درخان ادھر دیکھو میری طرف۔" بلقیس بیگم نے اس کے سامنے سے اخبار ہٹایا۔

"بیٹا! زندگی تمہیں گزارنی ہے میزاب کے ساتھ اس لیے جو مسئلہ یا الجھن ہے بلا جھجک میرے ساتھ شیئر کرو۔" بلقیس بیگم سال سے پوچھ رہی تھیں۔

"مما! ہاں سب تو ٹھیک ہے۔ میزاب خوب صورت بھی ہے پڑھی لکھی بھی سب کچھ ہے اس میں..... مگر مما اسے دیکھ کے مجھے کچھ اسپیشل فیل نہیں ہوا۔ میں چاہتا ہوں میری شادی اس سے ہو جسے دیکھتے ہی مجھے نارمل فیل نہ ہو۔ ہمارے درمیان غضب کی انڈر اسٹینڈنگ ہو جتنی میری بات دل میں ہو اور وہ منہ سے نکلے تو میری بہت عزت کرے۔" بلقیس بیگم بے ساختہ ہنس دیں۔

"آپ نے خود کہا تھا بلا جھجک کہہ دوں۔" وہ تھوڑا.....

"بیٹا! میں ہنس اس لیے رہی ہوں کہ ابھی تم دونوں نے ایک دوسرے کو فقط دیکھا ہی ہے۔ ملاقات ہوگی بات چیت کرو گے ایک دوسرے کو جانو پرکھو گے تبھی تو انڈر اسٹینڈنگ ڈیولپ ہوگی۔" اور تمہیں اسپیشل "بھی فیل ہوگا۔"

"اوکے مما!" وہ نیم رضامندی سے بولا۔

"پھر منگنی کی کیا تاریخ رکھیں؟"

"جو آپ کی مرضی.....!" اس نے کندھے اچکائے۔

❀...❀...❀

علی اور فاطمہ کی دو ہی بیٹیاں تھیں۔ متاع علی اور عنائے فاطمہ۔ متاع علی ان کی شادی کے پندرہ سال بعد پیدا ہوئی تھی۔ اس سے پانچ سال چھوٹی عنائے فاطمہ تھی۔ علی سکندر یونی کے پروفیسر تھے۔ متاع کی شادی انہوں نے انیس سال کی عمر میں اپنے کزن کے بیٹے فرہاد سے کر دی تھی۔ عنائے ابھی چھوٹی تھی اور پڑھ ہی رہی تھی شادی کے پانچ روز بعد عین اس دن جس دن وہ سروس سے ریٹائر ہوئے تھے ان کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا۔ اچھی خاصی جائیداد انہوں نے چھوڑی تھی سو فاطمہ اور عنائے کو معاشی طور پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ عنائے بے حد خوب صورت تھی اور ذہین بھی۔ اس کی کوئی بھی خواہش آج تک ادھوری نہ رہی تھی۔ اپنے حسن کی بدولت جو چیز وہ نہ پا سکتی اسے وہ اپنی ذہانت سے جیت لیتی یہ بھی نہ ہوتا تو پھر دولت تو تھی ناں۔ فاطمہ بوڑھی ہو چکی تھی۔ متاع اپنے گھر میں مصروف سو اس پہ کوئی نظر رکھنے والا بھی نہ تھا۔ خاندان بھر اور دوستوں میں وہ اپنے اچھے اطوار کے سبب مقبول تھی۔ ہاں ایک حادثہ جو کچھ ہی روز پہلے اس کے ساتھ ہوا..... جس اس کے چاچو کے بیٹے کے ساتھ اس کی منگنی..... اس کے فیصلے ..... سے رائے لینے والی ماں اور عزیز از جان بہن متاع نے اس ..... میں اس کی ایک بھی نہ مانی تھی۔ ادھر اپنے والدین کا اکلوتا تھا ..... ذہنی مائل جسم اور ہر وقت کتابوں میں غرق۔ چھبیس برس ..... میں قدم رکھ چکا تھا اور پی ایچ ڈی مکمل ہونے کو تھی۔ خوش شکل تھا اور ..... کا بھی..... عنائے کو نجانے کیوں اس سے چڑ سی تھی۔ وہ ..... کے گھر آ جاتا تو بالکل سامنے نہ آتی سب اس کی اس حرکت ..... پر محمول کرتے جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ وہ اصل میں کسی ..... کی تمنائی تھی بہت عرصہ پہلے سے..... شاید بچپن سے ..... اور اس منزل کا نام تھا..... درخان خاور علوی اس کے ..... کا بیٹا..... خاور علوی کے ہاں ان کا آنا جانا نہ تھا اصل میں خاور ..... کی بیوی بلقیس کے بھائی عالم فاطمہ سے شادی کرنا چاہتے تھے ..... کے والد وٹہ سٹہ کے تحت خلاف تھے۔ بلقیس کی شادی خاور ..... سے ہوئی اور فاطمہ کی علی سے تو عالم نے اس بات کو دل پہ ..... لیا اور ملک ہی چھوڑ گیا بدلے میں بلقیس بیگم نے خاور پہ بہن ..... پابندی عائد کر دی۔ دونوں گھرانوں کا آپس میں آنا جانا نہ تھا مگر خاندان میں تقریبات پہ ایک دوسرے سے ملاقات ہو ہی جاتی تھی اور نجانے کب سے عنائے نے درخان کو اپنی منزل سمجھ لیا تھا۔ اسے ہر چیز بن مانگے ملی تھی سو درخان کو پانے کے لیے بھی اسے تقدیر پہ یقین تھا نہ تدبیر پہ..... اسے یقین تھا کہ وہ اسی کا ہے۔ وہ جب چاہے اسے پا سکتی ہے۔ اس کا خیال غلط جب ثابت ہوا جب درخان کی میزاب کے ساتھ منگنی کی خبریں گردش کرنے لگیں۔ یہ کوئی ایسا زندگی موت کا مسئلہ نہ تھا نہ ہی درخان نے کبھی کوئی امید کا جگنو اسے تھمایا تھا بس کہیں ملاقات ہوتی تو وہ عنائے پہ گاہے بگاہے نظریں ڈالتا رہتا اور یہی حال عنائے کا تھا مگر اب درخان کی میزاب کے ساتھ منگنی سے اسے سخت اہانت کا احساس ہوا۔ بلقیس بیگم کی فطرت کا اسے اچھی طرح علم تھا مگر وہ خود نظر انداز کیے جانے کے قابل نہ تھی اس کا بھی اسے احساس تھا۔

درخان صاحب! پوری زندگی کے لیے نہ سہی کچھ دنوں کے لیے ہی سہی..... مگر میں تمہیں پاؤں گی ضرور۔ اگر یہ بندہ میری قسمت میں نہیں لکھا تب بھی میں اسے حاصل کر کے رہوں گی چند دن کے لیے ہی سہی.....

وہ گویا تقدیر سے لڑنے پہ آمادہ تھی۔

❀...❀...❀

آنکھوں میں بس گیا کبھی دل میں اتر گیا!
اے دوست یار تیرے ٹھکانے عجیب ہیں

شعر Send کر کے ابھی اس نے سیل رکھا ہی تھا کہ میسج ٹون بجی۔ اس نے ایس ایم ایس پڑھا۔

آج تو تیری یاد میں ایسے کھوئے ہیں دوست!
جیسے تنہا کشتی کو سمندر میں شام ہو جائے

"فقط ہانی!" عنائے زیر لب بولی۔

"سنو! پلیز بتا دو آپ کون ہو؟" عنائے ایس ایم ایس پڑھ کے زیر لب مسکرائی۔

"میں نے بتایا تو تھا....." عنائے نے مبہم سا انداز اپنایا۔

"تو کچھ تو بتا دو میرے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

عنائے نے پل بھر کو سوچا اور ٹائپ کرنے لگی۔

نام..... درخان خاور علوی..... تعلیم..... ماسٹرز ان ماس کمیونیکیشن..... اکلوتے بھائی ہیں تین بہنوں کے..... دو میرڈ ہیں۔ ایک شارجہ میں ہوتی ہیں دوسری امریکا میں۔ تیسری کا بھی چند دن پہلے ہی نکاح ہوا ہے۔ والد صاحب کی یادداشت کمزور ہے والدہ ..... واقف ہیں۔ اور تمام گھر کے سیاہ و سفید کی مالک بھی۔

"ہوں ... لیا راب تم جلدی سے اپنا نام بتاؤ تم میرے دوست ہو نہیں سکتے کہ دوستوں کو میری نجی زندگی کے بارے میں اتنی معلومات نہیں... لڑکی تم ہو نہیں کہ کوئی میرے بارے میں اتنا نہیں جانتی اور لڑکیوں سے میں بہت زیادہ دوستی رکھتا بھی نہیں۔"

"میں آپ کا کزن نہیں..... اور لڑکا بھی نہیں۔"

"پھر آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟" عنائے نے اس کی جھنجلاہٹ کو زیادہ ہی محسوس کیا۔

"کچھ نہیں..... او کے اب آپ کو تنگ نہیں کروں گی۔" اس نے سیل ایک طرف رکھ دیا۔ تبھی سیل بجنے لگا...... عنائے نے چھوٹی سی اسکرین پہ نام دیکھا۔ illusion۔ اس نے اپنے سیل میں نمبرز کے ساتھ نام بھی ایسے ہی لکھے تھے۔ wish-dreamlife- سب نمبرز کے اوپر ایسا ہی کچھ لکھا ہوا تھا۔ موبائل فون بج بج کے خاموش ہو گیا۔ وہ کچھ سوچ ہی رہی تھی کہ دوبارہ سے کال آنے لگی۔ اس نے مسکراتے ہوئے سیل آن کیا۔ اماں اپنے کمرے میں دوا کھا کے سو رہی تھیں۔

"پلیز! اپنا نام بتادیں۔" دوسری جانب سے درخان کا اصرار ہنوز تھا۔

"آپ مجھے جس مرضی نام سے پکار لیں۔ سمجھ لیں میرا کوئی نام نہیں۔"

"تو یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ ویسے میں تمہیں بہت جلد ڈھونڈ لوں گا کہ تم کون ہو؟"

"میری خوش بختی ہوگی۔" عنائے زیرلب مسکرائی۔

"اتنا میں تمہیں بتادوں تم ہماری کوئی بہت ہی قریبی رشتہ دار ہو کیونکہ ودیہ (درخان کی چھوٹی بہن) کے نکاح کی خبر صرف چند ایک لوگوں کو جو ہمارے بہت ہی قریب ہیں کو ہے۔"

"او! میں تو آپ کو ودیہ کے جلد اور خاموشی سے نکاح کی وجہ بھی بتا سکتی ہوں۔"

دوسری طرف لحظہ بھر کو خاموشی ہوئی۔

"اک بات بتاؤں تمہیں! تم بہت ذہین ہو۔" درخان نے ٹون بدلی۔

"اچھا......!" عنائے نے شرارت بھری حیرانی سے کہا۔

"میں بڑا متاثر ہوا ہوں تم سے..... تم ہمیشہ میرے موڈ کے مطابق بات کرتی ہو۔"

چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد عنائے نے فون رکھا ہی تھا ابھی وہ اس کی آواز کے سحر میں ہی تھی کہ سیل پھر بجنے لگا۔ عنائے نے لیٹے لیٹے اسکرین کو دیکھا۔ dark-night سیل آف کرتے کرتے اس نے آن کر لیا۔ احمر خوشگوار انداز میں اس کی خیریت دریافت کر رہا تھا۔

"سنو تمہارے میرے بارے میں کیا خیالات ہیں؟" اس کے پھاڑ کھانے والے لہجے کو قطعی نظر انداز کرتے ہوئے احمر نے پوچھا۔

"میرے تمہارے بارے میں کوئی خیالات نہیں ہیں نہ ہی کوئی دلچسپی ہے تم سے..."

"دلچسپی ہو بھی...... اب تو آغاز ہو جانا چاہیے۔ خیر میں نے کال اس لیے کی ہے کہ کل دعوت ہے ہماری طرف..... آپ کی اور تائی کی شرکت کے منتظر ہیں ہم اور پلیز تم ذرا سویرے آجانا۔ خوشگواریت کا احساس ہوگا۔" وہ آخر میں شرارتی ہوا۔

"میری طرف سے تو کوئی امید نہ ہی رکھیں آپ..... ہاں اماں سے کہہ دوں گی۔" وہ جان چھڑانے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تم کیوں نہیں آؤ گی؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ وہ خاموش رہی۔ "او کے... میں انتظار کروں گا تمہارا بھی۔" اس نے عنائے کی خاموشی سے اکتا کے کہا اور سیل بند کر دیا۔ عنائے نے سیل سائیڈ ٹیبل پہ پھینکا اور لیمپ آف کر دیا۔ چھم سے درخان کی صورت آنکھوں کے سامنے آ گئی۔

اے کاش درخان...!

"کیا یہ میں ٹھیک کر رہی ہوں؟" آگہی کا کوئی لمحہ ہاتھ آن لگا تھا۔

"یہ صرف مذاق ہے اور بس..... جب تقدیر میری اولین خواہش کے سلسلے میں مجھ سے مذاق کر سکتی ہے تو میں کیوں نہیں...؟ بس چند اچھے دن تو جی رہی ہوں میں اور بس.....!" وہ بودی کمزور سی دلیلوں کی تھپکیاں دے کر ضمیر کو سلانے لگی۔

❀ ❀ ❀

"ایسا فرمانبردار بچہ ہے احمر کہ دیکھ کے ہی خوش ہو..." دعوت سے آنے کے بعد مسلسل اس کی تعریف کیے جا رہی تھیں۔

"ہونہہ...! اسے "فرمانبردار جانور" پتا گیا۔ "اور دیکھ کے ہی خوش ہونے والی شکل ہے تو نحوست ہیں اس کی۔" وہ زیرلب بڑبڑائی۔

"تو بھی چلی چلتی عنائے! تمہاری چاچی نے تو بہت پوچھا تمہارے نہ آنے کے بارے میں۔ تیرے لیے کہنا بھی [illegible]" انہوں نے ڈبوں کی جانب اشارہ کیا۔ عنائے نے آنکھ تک نہ [illegible] دیکھا۔ احمر بھی کہہ رہا تھا تائی عنائے کو لے آتیں۔ [illegible] میں [illegible] مہربانی کے مزاج ہی نہیں ملتے۔ چل اٹھ کھانا برتنوں میں ڈال دے اور کچھ کھا لے۔" وہ عنائے کی مسلسل چپ سے بیزار ہو کر بولیں۔ [illegible] کی جانب چل دیں۔

"بی بی! اللہ آپ کو حج کروائے کھانا دے دیں۔ اللہ آپ کو چار پہیوں والی گاڑی دے۔" معصوم سی آواز پہ عنائے مسکرائی اماں سے نظر بچا کے کھانے کے ڈبے اٹھائے اور باہر چل دی۔

"عنائے...!" وہ چائے بنا رہی تھی جب اماں نے آواز دی۔ وہ ان کے کمرے میں چلی آئی۔ "کھانا کھایا تو نے...؟" عنائے کچھ نہ بولی۔ "خاور بھائی نے ہوٹل کھولا ہے وہیں سے منگوایا تھا احمر نے کھانا۔"

"اوہ..." عنائے کو بے ساختہ حیرت کے ساتھ افسوس بھی ہوا۔ کاش وہ چکھ ہی لیتی...... مگر اب سوائے افسوس کے کچھ نہ ہو سکتا تھا۔

رات کو اس نے درخان سے پوچھا۔

"آپ لوگوں نے کوئی ہوٹل کھولا ہے؟"

"ہاں! کے ایف سی ہمارا ہی ہے۔"

"ارے! وہ تو میں نے ابھی چکھا ہی نہیں۔" خاور کی شریر آواز پہ وہ برجستہ بولی۔

"ہاہاہا! اوہ سوری ہمارا تو پی سی ہے۔" وہ کہاں چوکنے والوں میں تھا۔

"ارے! وہ تو میں نے کل ہی خریدا ہے۔" وہ کہاں بخشنے والوں میں سے تھی۔ "بتائیں نا پلیز!"

"ہاں چند روز پہلے کھولا ہے اپنے ہمسائے شہر میں۔ اب میں [illegible] پوچھوں گا کہ تمہیں کیسے پتا چلا۔ جس لڑکی کو میری اتنی پرسنل باتوں کا علم ہے اس بات کا پتا نہ ہونے کی توقع رکھنا تو عبث ہے۔"

"میراب کیسی ہے؟" عنائے نے موضوع بدلا۔

"ٹھیک ہی ہوگی۔"

"مطلب...؟"

"[illegible] اس سے رابطہ نہیں ہے۔" عنائے نے محسوس کیا [illegible] رہی تھی۔

"[illegible]؟"

"[illegible] ویسے ہی... تم چھوڑو ویسے بھی میں اپنے دل کے قریب [illegible] سے ہی رابطہ رکھنا پسند کرتا ہوں۔" عنائے کے دل [illegible] مگر اس نے مسحور کن لمحوں کی زد میں آتے ہی سیل [illegible]

❀ ❀ ❀

"[illegible] اس کا [illegible]؟" ان پانچوں کا گروپ آج مبین [illegible] میں جمع تھا۔ حسام نے پوچھا۔

"ہاں سب کچھ مکمل ہے بس ایکٹ شروع کرنا ہے۔" شہروز نے اطمینان سے جواب دیا۔

"لوکیشن سمجھ نہیں آ رہی۔" حسام تھوڑا غیر مطمئن تھا۔

"یہ اپارٹمنٹ ٹھیک تو ہے۔"

"ٹھیک تو ہے لیکن مجھے ٹھیک نہیں زبردست چاہیے۔"

"زرناب کا بنگلہ کیسا رہے گا؟" شہروز اچانک بولا۔

"اعلیٰ..... اگر زونی اجازت دے دے تو۔"

"کم آن یار! مجھ سے اجازت مانگو گے؟" زرناب جو کچھ دور ایک ہی پہ نگاہیں جمائے بیٹھی تھی پاس آ کر بیٹھتے ہوئے کچھ برا ماننے والے لہجے میں بولی۔ "ویسے تم لوگ کیا کرنے لگے ہو؟"

"بتاتے ہیں ذرا یہ فریحہ اور مبین بھی آ لیں۔" حسام نے جواب دیتے ہوئے کچن میں جھانکا۔ "کتنی دیر ہے؟"

"آ گئے دو منٹ..... صبر نہیں ہوتا؟" مبین کچھ جھلایا ہوا تھا۔ فریحہ نے ٹرے درمیان میں رکھی اور وہ پانچوں مگن ہو کے کھانے لگے۔

"ہوں! کیا پلان بن رہے تھے؟" فریحہ آتے ہی صوفے پہ چڑھ بیٹھی۔

"یہ دونوں گھنے میسنے نجانے کیا سوچے بیٹھے ہیں۔" زونی نے جواب دیا۔ شہروز نے خالی ٹرے مبین سے کچھ بچا کے صوفے کے نیچے سرکائی اور حسام کو بتانے کے لیے کہا۔ مبین خالی پلیٹیں لے کر کچن میں رکھنے گیا۔ حسام نے شیشے کی میز کو ترچھا کیا اور جیب سے تصویر نکال کے میز پہ رکھی۔ فریحہ آگے کو جھکی اور بدمزہ ہو کے بولی۔

"یہ تصویر تم نے پہلے بھی دکھائی تھی۔ منہ سے کچھ پھوٹو۔"

"جانتی ہو اس لڑکی کو...؟" اس نے بہ یک وقت زونی اور فریحہ کو دیکھا۔

"نہیں......!" ان کے جواب پہ حسام نے تصویر الٹی پیچھے لکھا ہوا تھا عنائے فاطمہ۔

"کچھ یاد آیا...؟" حسام دوبارہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں!"

"یہ وہ لڑکی ہے جو [illegible] سے "ترقی معاشرہ میں [illegible] کا کردار" میں حزب موافقت میں تھی۔"

"وہ مباحثہ جو تم ہار گئے تھے؟" مبین نے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے یاد دلایا۔

"ہوں [illegible] کی وجہ سے۔"

"اب تم کیا چاہتے ہو اس لڑکی سے [illegible] کیا کرنے والے ہو؟" زونی [illegible]

"تمہیں پتا ہے کیا چاہتا ہوں؟" زونی کو جواب دیتے ہوئے بے

ساختہ اسے پھر وہ لڑکی اور اس کے تیور یاد آئے۔ مباحثے میں جیتنے والے کو بیرون ملک اسٹڈی اسکالرشپ ملنا تھا۔ حسام نے اس مباحثے کو جیتنے کے لیے بہت محنت کی تھی۔ حسام کی آج کل اپنے ماں باپ سے ان بن چل رہی تھی۔ وہ صرف گھر سونے کے لیے جاتا تھا۔ نہ کھاتا تھا گھر سے، نہ پاکٹ منی لیتا تھا۔ اس اسکالرشپ کو جیت کر وہ اپنے ماں باپ کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ ان کا محتاج نہیں ہے۔ بار بار بجتی تالیاں اور ستائشی نگاہیں باور کروا رہی تھیں کہ وہ جیتنے کے قریب ہی ہے۔ جوش میں آ کر اس نے سوچے ہوئے دلائل میں ایک دو کا اور اضافہ کر دیا اور یہی اس سے غلطی ہوئی تھی۔

"ایسے لوگ موجود تو ہیں مگر آٹے میں نمک کے برابر....."

"معزز سامعین! میرے حزب اختلاف نے کہا کہ ایسے لوگ موجود تو ہیں مگر آٹے میں نمک کے برابر.. آپ گواہ ہیں ایک چٹکی بھر نمک کتنے ہی آٹے کا ذائقہ بدل دیتا ہے۔" عنائے کے جواب پہ بھرپور تالیاں بجی تھیں اور اس طرح پانسہ الٹ گیا۔ کچھ دیر اور بولنے کے بعد عنائے نے یہ مباحثہ جیت لیا تھا۔ حسام کچھ دیر ساکت رہنے کے بعد عنائے کے پاس گیا۔

"دیکھیں مس! مجھے اس اسکالرشپ کی اشد ضرورت ہے آپ پلیز یہ مجھے دے دیں۔ ونر کے طور پہ آپ کا ہی نام رہے گا۔ اخبارات ٹی وی ہر جگہ..... میں خود سب ٹھیک کر لوں گا آپ بس مجھے یہ اسکالرشپ دے دیں۔ میں اس کے لیے آپ کو پے کرنے کو تیار ہوں۔" وہ نہایت عاجزی سے درخواست کر رہا تھا۔

"پیسہ مجھے متاثر نہیں کرتا۔" وہ بے نیازی سے کہتے ہوئے رخ موڑ کے کھڑی ہو گئی۔ حسام نے لحظہ بھر کو اسے دیکھا۔ بلیک اور وائٹ پرنٹڈ اسکارف چہرے کے گرد نفاست سے لپٹا تھا۔ بلیک گاؤن نے پیر تک ڈھک رکھے تھے۔ خوب صورت سپید ہاتھ قابل دید تھے۔

"ویسے اک بات تو بتائیں؟" وہ حسام کی جانب مڑی تھی۔

"جیت کے ہارنا کیسا لگتا ہے؟" وہ آنکھیں سکوڑے پوچھ رہی تھی۔

"بہت.... بہت برا....!" دل میں گالیوں کو سنوں کے درمیان کہا۔ وہ کوئی جسمہ پُر اسرار سا سوچ ہی رہا تھا کہ وہ آگے کی جانب بڑھ گئی۔

"یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا جیت کے ہارنا کیسا لگتا ہے؟ وعدہ رہا پھر پتہ چلے گا پیسے میں کشش ہے یا نہیں؟" حسام نے جیسے خود سے عہد کیا تھا۔

❁ ❁ ❁

احمر کے ماموں زاد کی شادی بلقیس کی بھانجی کے ساتھ تھی۔ بارات کے ساتھ عنائے بھی اماں کے ساتھ چاچی کے بے حد اصرار پہ گئی تھی۔ ان کی قریبی میز پہ بلقیس بیگم رخ موڑے بیٹھی تھیں۔

"بلقیس! سنا ہے تم نے بھی اپنے بیٹے کی منگنی کر دی ہے؟" اماں کے ساتھ باتوں میں مگن ایک رشتہ دار آنٹی نے اچانک مڑ کر بلقیس بیگم سے پوچھا۔

"ہاں بھئی کر دی ہے پچھلے مہینے.... کافی لوگوں کی نگاہیں تھیں میرے بیٹے پہ اگرچہ ہم نے تو کبھی لفٹ بھی نہیں کروائی۔ بہت ہی فرمانبردار ہے میرا ادر خان، جہاں کہا میں نے منگنی کروالی۔" وہ کن انکھیوں سے اماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"اوں ہوں فرمانبردار بیٹا! میں آج ابھی کہوں تو وہ یہ منگنی توڑ دے..... عنائے دل ہی دل میں کہتے ہوئے مسکرائی.... ابھی کل ہی تو ادر خان کہہ رہا تھا۔

"عینی! (عنائے کا بنایا فرضی نام) میں حیران ہوتا ہوں ہماری اتنی انڈراسٹینڈنگ پہ.... مجھے تم جیسی ہی لڑکی چاہیے تھی جو میرے دل کی بات بنا کہے جان لے۔ تم میری کس نیکی کا ثمر ہو کون سے اچھے کام کا اجر ہو.... جو مجھے بن ریاضت مل رہی ہو؟"

"مل رہی ہوں.... ؟ محترم ابھی کچھ دن پہلے آپ نے میزاب کے ہاتھ میں انگوٹھی ڈالی ہے۔" عنائے مضطرب لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"انگوٹھی اتر بھی سکتی ہے۔" وہ سنجیدہ ہوا۔ "عینی! میں نہیں جانتا تم کون ہو.... کیسی ہو؟ مجھے اتنا زیادہ کیسے جانتی ہو اور مجھے یہ بھی علم ہے تم نے مجھے اپنا نام بھی ٹھیک نہیں بتا رکھا؟" عنائے اس کے گہرے مشاہدے سے حیران ہوئی۔ "خیر نام سے مجھے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ عینی! میں دل کی ماننے والا بندہ ہوں اور دل کی سننے والے سوچتے اور دل سے فیصلہ کرنے والے کبھی بھی پچھتاتے نہیں، کتنا ہی خسارہ ہو جائے۔ وہ سود و زیاں کا حساب نہیں کرتے۔ میزاب میرے دل کا فیصلہ نہیں.... میں نے ہمیشہ دل کی مانی ہے.... میزاب والے سوال پہ میرا دل خاموش رہتا ہے۔ جبکہ تمہارے بارے میں دل سے ایک دفعہ پوچھوں تو وہ سو دفعہ ہاں کہتا ہے۔ رابطہ بے شک تم نے خود کیا ہے۔ میں تم سے کوئی .... نہیں کر رہا۔ تم مجھے ...... ان شاء اللہ بہت جلد میزاب والا قصہ ختم کر کے میں اپنی .... ہوں۔ اپنی سچائی کی میں اس سے بڑی گواہی اور نہیں دے سکتا۔" عنائے لحظہ بھر کو خاموش رہی پھر بولی۔ "یہ ناممکن سا نہیں لگتا؟" اس کے لہجے میں بے یقینی نمایاں تھی۔

"ناممکن کچھ نہیں عینی! تم نہیں جانتیں تم مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں.... ویسے بھی یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے۔ پھر تعلیم کے بعد وہ ماں ...... ہی کیں گی مجھے یقین ہے۔" وہ بھرپور تسلی دے رہا تھا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے؟"

"اتنی دیر بھی کیوں کریں؟" وہ برجستہ بولا۔

"میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔" عنائے نے سیل آف کر دیا۔

"ارے عنائے!" اماں نے ٹہوکا دیا تو وہ ایک دم جیسے حال میں آئی۔ عنائے نے گردن موڑ کے بلقیس بیگم کی طرف دیکھا، وہ خوش گپیوں میں مگن تھیں۔ نفرت کی ایک تیز لہر عنائے کے دل میں اٹھی تھی۔ عجیب تھی وہ بھی، جتنا ان کے بیٹے کو پسند کرتی تھی، ماں سے اتنی ہی شدید نفرت تھی۔ ایک منٹ کے لیے عنائے اس عورت کو برداشت نہ کر سکتی تھی نجانے کیوں.... ؟ اس نے کبھی بھی کسی سے نفرت نہ کی تھی لیکن بلقیس بیگم سے ہمیشہ کی تھی بلکہ شاید کی ہی بلقیس بیگم سے تھی۔ ان کے رویوں سے، عادات و اطوار سے، چال ڈھال، بول چال، ہر ہر شے سے کی تھی۔

❁ .. ❁ .... ❁

دو دن ہو گئے تھے عنائے کو سیل آف کیے ہوئے اک بے چینی سی تھی جس نے اس کے سارے وجود کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔

"اف! یہ کیا مصیبت مول لے لی میں نے؟" سیل آن کرتے ہوئے اس نے سوچا۔ کچھ پل ہی گزرے تھے، وہ آنکھیں موندے لیٹی تھی کہ سیل کی ٹون بجنے لگی۔ "ہیلو....!" اس نے کان سے لگایا۔

"عنائے فاطمہ بول رہی ہیں؟" دوسری جانب کسی نے بے تکلفی سے پوچھا۔

"جی.... آپ کون.... ؟" اسے حیرت ہوئی۔

"میں زرناب بول رہی ہوں۔"

"جی.... سوری میں نے پہچانا نہیں۔"

"پہچانیں گی کیسے؟ ہم تو ایک دوسرے سے مخاطب ہی پہلی بار ہیں۔" وہ ...... سے کہہ رہی تھی۔

"کیا کام ہے آپ کو مجھ سے....؟" عنائے الجھی ہوئی تھی۔

"کام تو ہے.... فی الحال تو میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں.... آپ اسلام آباد گئی تھیں نا مباحثے میں شرکت کرنے۔ میں بھی وہیں موجود تھی.... آپ مجھے بہت اچھی لگی تھیں۔ میں نے بے حد کوشش سے بعد آپ کا نمبر اور ایڈریس معلوم کیا ہے۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟" وہ بہت بے یقینی بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"دیکھیں! میں آپ کو بالکل نہیں جانتی....." عنائے مناسب الفاظ سوچ رہی تھی جب اس نے بات کاٹی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ دوستی ہوگی تو جان جائیں گی اور ویسے بھی اس اتوار کو میں اپنی دادی کے ساتھ آپ کے گھر آؤں گی۔" وہ خود سے ہی جیسے سارے پروگرام ترتیب دیے بیٹھی تھی۔

"دراصل میرے والدین کا انتقال ہو چکا ہے، ایک دادی، بھائی اور میں ہی ہوتے ہیں۔ بھیا کے لیے دلہن ڈھونڈنے کا اختیار کلی طور پہ میرے پاس ہے اور مجھے اس سلسلے میں ایک لڑکی پسند بھی آ چکی ہے بہت زیادہ.... میں اتوار کو آؤں گی نا آپ کے گھر.... پھر تفصیلاً بتاؤں گی۔" عنائے کی خاموشی پر وہ خود ہی بولتی رہی تھی۔ عنائے پھر بھی چپ رہی۔ "آپ کا نام بہت خوب صورت ہے، عنائے فاطمہ! کیا مطلب ہے اس کا.... ؟"

"پتا نہیں، میں نے کبھی پوچھا نہیں۔ ویسے بھی میرا خیال ہے نام کا مطلب جاننے کا انہیں شوق ہوتا ہے جنہیں اپنا نام پسند نہ ہو۔ دوسری صورت میں وہ "معنی" مطلب پہ گزارا کر لیتے ہیں۔ مجھے اپنا نام بے حد پسند ہے، سو کبھی مطلب نہیں پوچھا۔" زرناب اس کی انوکھی منطق پر بے ساختہ مسکرائی تھی۔

"تو کے عنائے! پھر اتوار کو بات ہوگی۔" وہ الوداعی کلمات کہنے لگی۔ سیل رکھ کر عنائے نے ہاتھ بڑھا کر اپنی فائل اٹھالی۔ سرٹیفکیٹ ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے وہ لڑکا بے طرح یاد آیا جو بے حد عاجزی سے اس سے اس کا اسکالرشپ مانگ رہا تھا۔ عنائے کو بعد میں کتنا ہی پچھتاوا ہوا تھا جب اسے باہر جانے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ اماں تو سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئی تھیں۔ عنائے نے متاع آپی کو بھی اپنا ہمنوا بنانا چاہا مگر انہوں نے بھی صاف انکار کر دیا۔

"میں نے تمہیں اسلام آباد جانے دیا یہی بہت ہے۔" ماں اٹھتے بیٹھتے کہتیں۔

"ہاں! قسمت سے ملا کرتے ہیں ایسے چانس۔"

"تو زیادہ سترلطانہ نہ بن.... پڑھ لیا جتنا پڑھنا تھا اب ٹک کے گھر بیٹھو.... آج کل کی اولاد تو گھر کے اندر تالے لگا کے رکھو تو قابو میں رہتی ہے۔"

"لگائیں تالے! میں آپ کو دکھاؤں گی گھر بیٹھ کے کیا کیا ہو سکتا ہے۔" عنائے نے بے حد غصے سے دل میں سوچا۔

❁ ❁ ❁

ذہین اور تخلیقی ذہن رکھنے والوں کو کبھی بھی فارغ نہیں رہنا چاہیے ورنہ بہت بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ عنائے کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا جیسی وہ پاکیزہ اور معصوم تھی آج کل اتنی ہی شیطان کے نرغے میں تھی۔ خالی دماغ تو ویسے بھی شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ اس اتوار زرناب اپنی دادی کے ہمراہ آئی۔ سرخ و سپید رنگت کی بے حد خوب صورت اور

ماڈرن لڑکی تھی۔ عنائے کو حیرت ہوئی اس کی دادی بالکل ہی پینڈو اور دیہی عورت تھیں ہر بات سے پہلے زوناب کا منہ دیکھتیں حالانکہ بقول زوناب وہ بچپن سے ان کے ساتھ رہ رہی تھی کہ اس کے ماں باپ فوت ہو چکے تھے۔ پرتکلف چائے کے بعد زوناب ہاتھ دھونے کی غرض سے اٹھی تو اس کی گود سے کچھ نیچے گرا۔ عنائے نے آگے جھک کر اٹھایا وہ اس کا آئی ڈی کارڈ تھا۔ جو ویسے ہی خاموشی سے اس کے پرس کے پاس اس نے رکھ دیا۔

"آپ نے اپنی بیٹی کا کہیں رشتہ وغیرہ کیا؟" زوناب کی دادی پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں۔ نہیں آنٹی ایسی کوئی بات فی الحال نہیں۔" اس سے پہلے کہ اماں کچھ کہتیں عنائے جھٹ سے بولی۔ اماں نے تیز نظروں سے اسے گھورا۔

"ماشاء اللہ! بہت خوب صورت بیٹی ہے آپ کی۔ میرا پوتا ہے شہروز....." دادی کچھ کہنے لگی تھیں کہ زوناب آ گئی۔ عنائے اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"عنائے! مجھے نہیں پتا ایسی باتیں کن الفاظ میں اور کس طرح سے کی جاتی ہیں لیکن شہروز میرا اکلوتا بھائی ہے ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا ہے عرصہ ہوا ہم اس کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہے ہیں لیکن کوئی نگاہوں میں جچ ہی نہیں رہی تھی۔ جب اسلام آباد میں میں نے آپ کو دیکھا تو مجھے لگا میری تلاش ختم ہوگئی ہے۔ مجھے آپ جیسی ہی بھابی چاہیے ہر لحاظ سے پرفیکٹ.... شہروز بھائی نے بھی آپ کو وہاں دیکھا تھا وہ بھی مجھ سے سو فیصد متفق ہیں۔ اپنا گھر ہے ہمارا کمرشل ایریا میں اور کوئی لمبا چوڑا خاندان بھی نہیں.... ایک آدھ سال تک میری بھی شادی ہو جائے گی تو میں لندن چلی جاؤں گی۔ جو کچھ ہے سبھی آپ کا ہے۔" زوناب نپے تلے انداز میں رٹے رٹائے فقرے کہہ رہی تھی۔

"میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔ اماں سے بات کریں۔"

"وہ تو میں کروں گی بلکہ اس وقت تک کرتی رہوں گی جب تک وہ ماں نہ جائیں گی مگر آپ بھی اپنا ووٹ ہمارے حق میں دیجیے گا نا، یہ شہروز بھائی کی تصویر ہے۔" عنائے نے ہاتھ نہیں بڑھایا بس ایک نظر دیکھا۔ کلوز اپ تھا اچھا خاصا لگ رہا تھا۔

"آپ آئیں گی نا ہمارے گھر؟ میں انتظار کروں گی۔" وہ جاتے ہوئے بار بار کہہ رہی تھی۔

"عنائے! تمہیں پتا ہے یہ کس سلسلے میں آئی تھیں؟" رات سوتے ہوئے اماں نے نہایت سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں......" عنائے نے کچھ پل سوچ کے نفی میں سر ہلایا۔

"میں احمر پہ کسی کو فوقیت نہیں دوں گی۔" اماں کی سرد سی آواز آئی۔

"زندگی تو مجھے گزارنی ہے نا!"

"اسی لیے تو تیری اونچ نیچ سن اور برداشت کر رہی ہوں۔ آخر برائی کیا ہے احمر میں؟ بتانا اور سمجھانا میرا فرض ہے آگے تیری مرضی۔ میں کوئی زبردستی نہیں کروں گی لیکن بعد میں مجھ سے کوئی شکوہ مت کرنا۔"

عنائے نے کوئی جواب نہ دیا کروٹ بدل کے آنکھیں موند لیں۔ ایک چہرہ تصور میں نمایاں ہوا۔

تخلیق کائنات کی یہ ریت بڑی نرالی ہے ساغر
جو ہو نہ سکے اپنا اچھا بھی وہی لگتا ہے.....!

"آہ کاش! درخان خاور علوی.... !" اس نے سرد آہ بھری۔ آنسو بے آواز بہنے لگے۔

درخان خاور علوی عنائے فاطمہ کی پہلی ناکامی تھا۔ ہوتا ہے ناں کبھی کبھار ایسا کہ ساحل پہ بیٹھا انسان بھی تشنہ لب رہتا ہے۔ سامنے اس کی پیاس بجھانے کا سامان ہوتا ہے ہاتھ بڑھائے اور خواہش پوری کرے مگر پیروں میں لپٹی بیڑیوں کا کیا کرے....؟ بے بسی سی بے بسی تھی۔ ایک دفعہ کہنے کی دیر تھی ہمت کرنے کی دیر تھی وہ اس کا ہو جاتا مگر اس کی ماں.... عنائے میں نفرت برداشت کرنے کا حوصلہ تھا نہ ہی مسلسل نفرت کیے جانے کا..... اور سب سے بڑی بات کہ بلقیس بیگم نے ایسا ہونے ہی نہ دینا تھا۔

"تو یہ ہتی تھی اے تقدیر کہ درخان خاور کبھی بھی میرا نہیں ہو سکتا۔ دیکھو! میں تم سے جیت گئی۔ پوری زندگی کے لیے نہ سہی کچھ دنوں کے لیے تو پا لیا نا اسے اور یہی دن میری زندگی کا حاصل ہیں۔ کتنے بے جان دنوں میں نے ساری زندگی جی لی.... [illegible] راہ میں اور احمر.... کیوں پسند کروں میں اسے؟ [illegible] رہی تو احمر ہی کیوں....؟" وہ اپنے تئیں تقدیر کو مات دے رہی تھی۔ وہ ہمیشہ جیتی تھی۔ مگر تقدیر مسکرا دی۔ عنائے کو نہیں پتا تھا کہ اسے الفاظ کا خراج دینا پڑے گا۔

زوناب کے پرزور اصرار پر وہ اماں کے ساتھ اس کے گھر گئی تھی۔ پوش ایریا میں بنا وہ بے حد خوب صورت بنگلہ دور سے ہی نمایاں تھا۔ سرخ اینٹوں کی روش دائیں بائیں لان بے حد [illegible] میں یہ پہلی نظر کا کام.... عنائے نے اپنی زندگی میں [illegible] خوب صورت گھر نہ دیکھا تھا اماں بھی مرعوب تھیں۔ زوناب بہت خوشی خوشی ان کی آؤ بھگت میں مصروف تھی۔ شہروز گھر پہ نہیں تھا۔

پی۔ دادی بھی انہیں آئے پانچ منٹ ہوئے تھے کہ کہیں چلی گئیں۔ کچھ منٹ بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئیں زوناب دروازے تک چھوڑنے آئی۔

"زوناب بے بی! بیگم صاحبہ کا فون تھا وہ شام چھ بجے تک آئیں گی۔" وہ گیٹ سے نکلنے کو تھی جب ملازمہ نے زوناب کو پکارا۔ اماں نے الجھی نظروں سے دیکھا۔

"بیگم صاحبہ....!"

"دادی اماں کا کہہ رہی ہیں۔" زوناب نے بغیر پریشان ہوئے سہولت سے جواب دیا۔

گھر آ کے اماں خاموش خاموش سی تھیں۔

"لوگ امیر تو ہیں لیکن اپنے تو اپنے ہوتے ہیں نا کوئی فراڈ نہ ہو۔"

"فراڈ نہیں ہے میں نے آئی ڈی کارڈ دیکھا تھا زوناب کا وہاں گھر کا پتا وغیرہ سب ٹھیک تھا۔" متاع آپی اور ماں کو عنائے نے جیسے تیسے منا تو لیا تھا مگر اماں ابھی بھی تذبذب کا شکار تھیں۔

عنائے سیل لے کر کمرے میں آ گئی۔ آج آخری دفعہ اسے درخان سے بات کر کے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کرنا تھا۔ اپنی اس بات کو اس نے ذہنی طور پر قبول کر لیا تھا۔ رہ گیا دل تو وہ خود ہی آہستہ آہستہ سنبھل جاتا۔

"کہتے ہیں آپ کو سب کچھ سچ بتانا ہے۔" عنائے نے ایس ایم ایس کیا ہی تھا کہ درخان کی کال آ گئی۔

"میں سچ جھوٹ بعد میں ہوتا رہے گا آپ پلیز مجھے ایڈریس دیں۔" وہ التجائیہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ عنائے کا دل ڈوبنے لگا۔ "ممی! میری شادی کی ذمے داری قبول کر رہی ہیں۔ پلیز عنائے۔"

"بس منٹ مسٹر درخان میں نے کہا نا مجھے آج سب کچھ سچ سچ.... مس [illegible] ہوں ایک سروے کر رہے تھے ہم کہ منگنی شدہ [illegible] لڑکیاں جنہیں پتا ہوتا ہے کہ یہ ان کی منزل ہے یہاں پڑاؤ [illegible] دوسرے لڑکے لڑکیوں میں کیوں انوالو ہو جاتے ہیں۔ آخر ایسی [illegible] کون سی چیز ہے جو انہیں دوسرے لوگوں کی ذات میں دلچسپی [illegible] رکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ آئی ایم سوری تو سے کہ مجھے تو ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی سوائے کمزور کردار کے...." عنائے کے ان سخت الفاظ پہ درخان ایک لمحے کو خاموش رہا پھر کمزور سی آواز میں بولا۔

"آپ [illegible] جھوٹ بول رہی ہیں.... میرے جذبات کا مذاق نہ اڑائیں۔"

"آپ کو کوئی حق نہیں کہ اتنے خوب صورت تھیں دوسروں [illegible] اپنے بس میں کریں۔" وہ محض سوچ کر رہ گئی۔ عنائے کی [illegible]

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے آپ کی اس ساری بات کا بالکل یقین نہیں آپ جتنا گہرائی سے مجھے جانتی ہیں وہ کوئی غیر نہیں جان سکتا۔ نا ہی کوئی اتنے تھوڑے عرصے میں جان سکتا ہے۔ اگر بالفرض آپ کی بات ٹھیک بھی ہے تو بھی میں سنجیدہ ہوں آپ مجھے اپنا ایڈریس دیں میں اپنے دل کی پسند چھوڑا نہیں کرتا۔"

"عجیب دل ہے آپ کا..... اور کتنی احمقانہ بات ہے دو تین مہینے آپ کا فون پہ مجھ سے رابطہ رہا اور آپ کے دل صاحب نے پسند کر لیا مجھے۔ آپ نے مجھے دیکھا ہے....؟ میں چاہے تیس پینتیس سال کی ہوں کیا پتا شادی شدہ یا کئی بچوں کی ماں ہوں۔ بیوہ ہوں۔ آپ کو پتا ہے میرے بارے میں کچھ....!" عنائے اس کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی ڈپٹ رہی تھی۔

"میرے دل نے مجھے آپ کے بارے میں جو کہا میں فقط وہ مانتا ہوں۔ اور دل کبھی جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔"

"اوہ! پھر وہی دل! سنبھال کے رکھیں اپنے سر پھرے دل کو.... امیزاب بہت اچھی ہے۔ بہت خوش رہیں گے آپ اس کے ساتھ.... میں آج آپ سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر رہی ہوں۔ خدا حافظ!"

"پلیز آپ.... وہ کچھ کہہ رہا تھا مگر عنائے نے کال کاٹ دی۔ آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے سم نکال کے توڑ دی اور سیل بھی وہیں پھینک دیا۔

بہت جدا ہے اوروں سے میرے درد کا سلسلہ
زخم کا کوئی نشاں نہیں اور درد کی انتہا نہیں

"ہوتا ہے ایسے بھی.... جو کام اوروں کو بالکل آسان اور ممکن لگ رہا ہوتا ہے وہ ہمارے لیے بے حد مشکل ورنہ ناممکن ہوتا ہے۔"

"اے کاش درخان....!" سسکیاں روکتے اس نے سوچا تھا۔ درخان کا اسے ملنا بھی ناممکن تھا اور وہ یہ بات جانتی تھی۔ آج آخری دفعہ وہ اس کو رو رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

شہروز اگلے مہینے کمپنی کی طرف سے دبئی جا رہا تھا۔ جانے سے پہلے وہ نکاح کرنا چاہ رہا تھا۔ اماں بھی رضا مند تھیں۔ شادی چھ ماہ بعد زوناب کی شادی کے ساتھ ہی ہونا قرار پائی تھی۔ پانچ دن بعد نکاح تھا اس کا.... شاپنگ کی غرض سے گئی تھیں وہ لوگ، وہ گھر میں اکیلی تھی جب ڈور بیل بجی۔ سستی سے بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کے اس نے دروازہ کھولا تو سامنے احمر کھڑا تھا۔

"تائی جی ہیں گھر پہ؟"

"نہیں... !" عنایہ نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا۔
"یہ کارڈ دینا تھا۔" اس نے کارڈ عنایہ کی طرف بڑھایا۔ عنایہ نے دیکھا، وہ اس کی شادی کا کارڈ تھا۔ اپنی خالہ زاد سے اس کی شادی ہو رہی تھی۔ "میں چلتا ہوں۔" وہ جانے کو مڑا۔
"احمر! سنو" عنایہ نے پکارا، وہ پلٹا۔
"سدا خوش رہیں۔" عنایہ نے تہہ دل سے کہا۔
"شکریہ" ایک بے بس سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آ رکی۔
عنایہ نے اندر آ کے کارڈ ایک جانب رکھا اور احمر سے اپنی نفرت کی وجہ سوچنے لگی۔ وہ اسے برا نہیں لگتا تھا۔ وہ اس سے چڑتی تھی یا نہیں وہ اس سے چڑتی تھی یا کسی اور سے! خیر وہ سب سوچوں کو جھٹک کے ایک بار پھر ٹی وی کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔

❁ ❁ ❁

کل اس کے نکاح کی رسم تھی۔ پارلر والی نے اس کے دونوں ہاتھوں پہ مہندی سے خوب صورت نقش و نگار بنائے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں اندھیرا کیے لیٹی تھی۔ اماں اور متاع آپی کی شاپنگ ختم ہونے میں نہ آ رہی تھی۔ دفعتاً فون کی بیل بجی۔ اسے کوفت ہوئی۔ یقیناً زرتاب کا ہی فون ہوگا۔ کل سے وہ اس کی جان عذاب کیے دیے رہی تھی فون کر کر کے۔ عنایہ حیران تھی۔ اماں اور متاع آپی کے پاس تو بالکل بھی ٹائم نہیں تھا۔ ...زرتاب نے شاپنگ وغیرہ نہیں کرنی۔ ہر وقت فون۔ ! وہ اٹھی اور ریسیور کان سے لگایا۔
"عنایہ فاطمہ سے بات ہو سکتی ہے؟" اجنبی آواز تھی۔
"جی بول رہی ہوں آپ کون؟" عنایہ نے الجھ کے پوچھا۔
"حسام بات کر رہا ہوں۔ میں اسلام آباد میں مباحثے میں آپ کے حزب مخالف میں تھا۔"
"اوہ! ہاں" عنایہ کو بے ساختہ وہ اسکالر شپ مانگتا لڑکا یاد آیا۔
"کچھ حساب برابر کرنا تھا میم اس لیے کال کی۔" عنایہ کا دل زور سے دھڑکا۔
"جیسا آپ کو متاثر نہیں کرتا ہے نا... اچھا آپ نے احمر پہ شہروز کو فوقیت کیوں دی؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"دیکھیں مسٹر یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"
"درحقیقت کچھ بھی نہیں۔ شہروز میرا دوست ہے اور زرتاب بھی۔ آپ نے کہا تھا پیسہ آپ کو متاثر نہیں کرتا ٹھیک۔ جب بندہ اپنے منہ سے الفاظ نکالے تو اس کو ذہن میں محفوظ ضرور رکھے آزمائش ہو سکتی ہے۔ احمر سے... آپ کے کزن سے آپ کا رشتہ طے تھا نا! پھر اسے رد کر کے شہروز کا پرپوزل قبول کر لیا۔ کیوں...؟ پیسے کی وجہ سے نا... ان کا بنگلہ دیکھ کے؟ چ چ چ... خیر بتانا یہ تھا کہ ہم آپ کے الفاظ کی آزمائش کر رہے تھے۔ شہروز اور زرتاب میرے دوست ہیں۔ محض ڈراما کر رہے تھے ہم۔ آپ نے سچ سمجھ لیا...؟" عنایہ کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ سہارے کے لیے کسی چیز کو نہ پا کے وہ نیچے بیٹھ گئی۔
"شہروز کی آج رات لندن کی فلائیٹ ہے ابھی ہم اسی سے پارٹی لے رہے ہیں آواز تو آ رہی ہوگی جشن کی... ؟ کل انتظار مت کیجیے گا۔"
ہم تو آپ کو آزما رہے تھے فقط... ریسرچ کر رہے تھے بس۔
"پیسے میں اٹریکشن ہے یا نہیں... ! میں تو فقط ریسرچ کر رہی تھی۔" الفاظ اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔
منزل کے ہوتے ہوئے کوئی کیسے بھٹکتا ہے؟
کمزور کردار... ! کمزور کردار... ! کمزور کردار ... !
تقدیر... ! جب تو مجھے میری پسند نہیں دیتی تو میں تیری پسند کیوں لوں... ؟
اور اب تقدیر اس پہ ہنس رہی تھی۔
"مس عنایہ فاطمہ صاحبہ! وزآف ایوری تھنگ!" اس کی طویل خاموشی کے بعد وہ پوچھ رہا تھا۔
"ایک بات بتاؤ گی... ؟" وہ اس کے الفاظ دہرا رہا تھا۔
"جیت کے قریب پہنچ کر ہارنا کیسا لگتا ہے؟" وہ اس کے الفاظ دہرا رہا تھا۔
"بہت برا... بے حد برا۔" عنایہ کے ہاتھوں سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔ کتنی عجیب بات تھی نا! وہ تقدیر سے مقابلہ کر رہی تھی۔ تقدیر کو مات دینا چاہتی تھی۔ وہ ہمیشہ جیتی تھی۔ لیکن ضروری تو نہیں کہ وہ ہمیشہ جیتتی ہی رہتی۔ شاید وہ ہمیشہ جیتتی رہتی اگر وہ ... پہ قانع اور تقدیر لکھنے والے پہ بھروسا کرتی۔ لیکن اس نے تو تقدیر سے مقابلہ شروع کر دیا تھا۔ تقدیر نے احمر کی صورت اسے ... چاہا تھا مگر اس نے خود اپنے حصے میں مات لکھوائی تھی۔ تقدیر کو ... کے چکر میں اور تقدیر بھی شاید ریسرچ کر رہی تھی کہ یہ مجھ پہ قانع رہتی ہے یا نہیں۔

کوئی پھول جیسی تتلی نہ ستارے جیسا جگنو
تیرے بعد بس اندھیرے مرے ساتھ ہم قدم ہیں
وہ تو خود ہے کرچی کرچی مرے رنج کیا سمیٹے
میرے دکھ کو کیسے سمجھے اسے اپنے لاکھ غم ہیں

نورین باجی اس سنڈے بھی اس کے لیے بیسیوں رشتے لائی تھیں۔ کنوارے، رنڈوے، چار بچوں والے، کوئی ادھیڑ عمر فیکٹری مالک۔
"خدا کو مانو نورین! اب میری بچی مجھ پر اتنی بھی بھاری نہیں ہے۔" اماں تو سن کے خفا ہو گئی تھیں۔
"اماں! اب اس عمر میں ایسے ہی رشتے آئیں گے، اپنی شیریں خیر سے ستائیس کراس کر چکی ہے۔" نورین بے حد صاف گوئی سے بولی۔ اسے ماں کا یوں برافروختہ ہونا اچھا نہ لگا۔
"ایک تو خود رشتے ڈھونڈنے کا کہتی ہیں، اگر بے حد چھان بین کے بعد ایک دو رشتے لاؤں تو بغیر تفصیل جانے جھٹ سے ناں کر دیتی ہیں۔"
"وہ تو ٹھیک ہے پر یہ چار بال بچوں والا، یہ پچاس سال کا بڈھا، میرا دل نہیں مانتا۔" اماں تذبذب کا شکار ہوئیں۔
"ارے اماں! کوئی بھیک تھوڑی پڑی ہے، دو برسوں تو نہیں جمانی آنے جانے والے، ایک دوسرے کو دیکھنے بھالنے میں بھی کافی وقت لگتا ہے لیکن تاخیر بھی ٹھیک نہیں میری شادی پہ ... بچی تھی، اب خیر سے میری بیٹی 9th میں ... سے اب آپ خود اندازہ لگا لیں۔" نورین بے حد ... سے بولی۔
... بیٹھی ماں بہن کی گفتگو کچن کی کھڑکی سے صاف ... رہی تھی لیکن کسی قسم کے جذبات کا اظہار کیے بغیر وہ ... کے ساتھ ... رہی۔ کبھی نورین باجی کے ... ان رشتوں پہ وہ خفا ہو کر چیخ پڑتی تھی، اپنی سوتیلی ... نقاب سے پکارتی رہتی ... ۔
ماں بھی اس کے شدید ردعمل کو دیکھ کر نورین پہ چڑھ جاتیں۔ وقت گزرتا گیا، نورین بغیر برا مانے اس کے لیے چن چن کر رشتے لاتی رہتی۔ وہ نہ تو اب ان سے خفا ہوتی نہ ان کے لائے رشتوں میں کیڑے نکالتی، بس اماں ابھی تک اپنی پرانی روش پر قائم تھیں۔
وہ بھی کیا کرتیں، ماں تھیں انہیں ہر ماں کی طرح اپنی چھوٹی اولاد نسبتاً باقی بچوں سے زیادہ پیاری تھی پھر شیریں تو تھی ہی ان کی ہو بہو تصویر۔ اونچا لمبا قد، چوڑے ڈیل ڈول، پکی سانولی رنگت، معمولی نین نقش جب کہ نورین اپنے ابا کا پرتو تھی، بالکل ویسی ہی خوب گوری چٹی، لمبا سرو قد، گہری آنکھیں، ابھی تو سولہواں سن بمشکل لگا تھا کہ بیری پہ وہ پتھر برسے تھے کہ گھبرا کر اماں ابا نے جاوید احمد کے ساتھ بہت نوعمری میں رخصت کر دیا۔

❁ ❁ ❁

ہر اتوار کی طرح اس نے آج بھی نورین باجی کے لیے لنچ پہ خاصا اہتمام کر لیا تھا۔ قورمہ، بریانی، کھیر ملائی، آئس کریم نجانے کیا کیا۔ ان کے بچوں کے آنے سے گھر میں رونق تو ہو جاتی لیکن ہر چیز تلپٹ ہو کر رہ جاتی تھی۔ اماں خفا ہو کر ان پر چلاتی رہتیں لیکن شیریں کو یہ ہنگامہ بہت اچھا لگتا۔
اس نے ایک پلیٹ میں بریانی نکالی، باؤل کو قورمے سے بھرا، باؤل کے اوپر پلیٹ رکھ کر وہ باہر نکل آئی۔
"یہ کیا میں آٹھویں دن ماں کے گھر آئی ہوں اور تمہیں کہیں اور کا سیر سپاٹا سوجھ رہا ہے۔" نورین اسے چادر اوڑھتے دیکھ کر جتا کر بولی۔
"ارے باجی! آپ شام تک تو یہیں ہیں، واپس آ کر آپ سے گپ شپ لگاتی ہوں، زیادہ دور نہیں جا رہی بس یہ آنٹی خاندہ کو بریانی دے کر آتی ہوں۔" شیریں نے ... وضاحت دی۔
"ہاں ہاں بھئی جانتی ہوں پہلے معدہ خوش ہوگا تبھی تو دل

تک رسائی ہوگی۔ معدہ کا رستہ بخوبی پار ہوگا پھر کہیں جا کے جاگیر دل میں کوئی کونا نصیب ہوگا۔" نورین معنی خیزی سے نظریں گھما کے شرارتی انداز میں بولی تھی اور ثمرین محض مسکراتے ہوئے باہر نکل آئی۔

خالدہ آنٹی اسے لان میں ہی مل گئی تھیں' فوارے سے گملوں کو پانی دیتے ہوئے۔ ان کا واحد مشغلہ باغبانی تھا' ڈیڑھ کنال کے گھر کا بیشتر حصہ ہمہ قسم کے پھلوں اور پھولوں پہ مشتمل تھا۔

نورین کو ان کا گھر جنت کا ایک ٹکڑا لگتا' چار سو پھولوں کی قطاریں' رنگوں کی بہار' موسمی پھولوں کا ایک وسیع ذخیرہ ان کے پاس اکٹھا تھا' صرف گلاب ہی بیس رنگوں سے زیادہ تھے۔

"ارے ثمرین بیٹا! تم کب آئیں؟" اس پہ نظر پڑی تو خوش دلی سے پوچھا۔

"بس آنٹی ابھی ابھی' آپ اپنے پودوں کے چاؤ اٹھانے میں اتنی مصروف تھیں کہ آپ کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے برتن لان میں رکھی ٹیبل پہ رکھ دیئے اور خود چیئر پر بیٹھ گئی۔

خالدہ آنٹی بھی فوارہ رکھ کر اس کے پاس ایک چیئر پر آ بیٹھیں۔

"ثمرین! تم نے زینیا کو دیکھا ہے کیسے اپنا رنگ دکھا رہا ہے؟" انہوں نے بچوں کے سے اشتیاق سے اس سے پوچھا۔

"جی آنٹی! زینیا تو زینیا' ڈیلیا نے بھی پورے ماحول کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔" اس نے تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے نظریں پھولوں پر مرتکز کیں۔

"پتا ہے یہ چیزیں مجھے بھی بکی کی طرح لگتا ہے تو کبھی کسی ماؤس کی طرح اور کبھی تو جیسے بھالو ہو بالکل۔" خالدہ آنٹی مخاطب تو اس سے تھیں لیکن محبت بھری نظروں سے اپنے پھولوں کی بلائیں لے رہی تھیں۔

"تمہاری کو بھی کے پھولوں نے گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے ہیں۔" وہ بے ساختہ ہنستے ہوئے بولیں تو وہ قصداً ہنس پڑی۔

وہ جتنی دیر ان کے ساتھ بیٹھی رہی بس اسی قسم کی باتیں کرتی رہیں۔

"پٹونیا' پکوٹی اور اسٹاک اگرچہ دیر سے نکلے ہیں' مگر خوب نکلے ہیں۔ مسبری سے تو موسم بہار کا رنگ شرماتا ہے۔ موتیا' رات کی رانی اور دن کا راجہ اگر نہ ہوتے تو میرا آنگن خوشبو سے خالی ہوتا۔" ثمرین کو ان پھولوں کے نام تو کیا یاد ہوتے فی الحال تو ان کی پہچان بھی صحیح طور سے نہ ہو پائی تھی۔ خالدہ آنٹی کہتیں

"ثمرین! تم نے میرے گل نسترن تو دیکھے ہی نہیں۔" اور وہ انتہائی شوق و دلچسپی سے گل انجبار کو ہاتھ لگا کر ان کی خوب صورتی اور لطافت کو سراہنے لگتی۔ خالدہ آنٹی اس کی باغبانی کے متعلق کم علمی پہ خوب ہنستیں اور وہ پشیمانی سے ہاتھ ملتے ہوئے اشوکا اور ایروکیریا کے پودوں میں دل ہی دل میں فرق ڈھونڈنے لگتی۔

خالدہ آنٹی کے اس شوق سے سبھی واقف تھے' ان کے شوہر اور اکلوتا بیٹا ملک یا ملک سے باہر جہاں بھی جاتے ان کے لیے نایاب اور مہنگے پودے لے کر آتے تھے اس کے علاوہ انہیں کوئی اور گفٹ پسند ہی نہ آتا۔ ان کے عزیز رشتہ دار بھی ان کے شوق کی تسکین کی خاطر بیج' نرسری اور قلمیں لے کر آتے۔

ثمرین جب بھی ان کے گھر آتی وہ انہیں اپنے باغ کی تن دہی سے نگہداشت کرتی ہوئی پاتی۔ کبھی کھرپی تو کبھی کسی' کہیں کھاد تو کہیں اسپرے اسے خالدہ آنٹی کی کمپنی مزہ دیتی تھی۔ درحقیقت اسے یہ پھولوں میں گھرا دو منزلہ ماربل کا گھر بہت اچھا لگتا تھا' بہت اپنا اپنا اور اس گھر کے مکین بھی۔

❀ ❀ ❀

دسمبر کی نرم گرم دھوپ اعصاب کو سکون بخشتی تو سرد اور خشک ہوائیں جسم میں دراڑیں سی ڈال دیتیں۔ دن اتنے چھوٹے کہ دن ختم ہو جاتا لیکن کام ختم نہ ہوتے۔

وہ ماں کی ٹانگوں پر سرسوں کے تیل کی مالش کر رہی تھی کہ محلے کے بچے نے آ کر پیغام سنایا۔

"ثمرین باجی! آپ کو خالدہ آنٹی بلا رہی ہیں۔" ... [illegible] کی شیشی ڈھکن سے بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اماں سے جانے کی اجازت طلب کی اور وہ بھلا کیوں منع کرتیں۔

پورے گھر میں تنہائی کی ماری' پھولوں سے باتیں کرتی ایک خوش اخلاق عورت' جو اُن کی بے حد عزت کرتی تھی۔ وہ ڈھائی سال قبل وہ لوگ ان کے محلے میں آ کر مقیم ہوئے تھے۔ ایک دو گھر چھوڑ کر ان کا گھر تھا۔ میاں روزی کے سلسلے میں کہیں ایک شہر میں تھے تو اکلوتا بیٹا حصولِ تعلیم کے سبب

دوسرے شہر۔

اس لیے انہوں نے ثمرین کے خالدہ کے گھر وقت بے وقت جانے پر کبھی پابندی نہیں لگائی تھی۔ خالدہ آنٹی اسے ہمیشہ کی طرح دیکھ کر خوش ہوئی تھیں۔

"میں نے پیالے میں مہندی گھول رکھی ہے' آج تیز دھوپ نکلی ہے سردی معمول سے ذرا کم لگ رہی ہے سوچا تم سے مہندی لگوا لوں۔ سامنے سے تو میں اچھے سے لگا لیتی ہوں مگر پیچھے بالوں میں مجھ سے نہیں لگ پاتی۔" انہوں نے بلاوے کی وجہ اس کے گوش گزار کی۔

وہ تاول لپیٹ کر کرسی پہ بیٹھ گئیں اور وہ برش کی مدد سے بے حد توجہ سے ان کے بالوں میں مہندی لگانے لگی۔

وہ اکثر و بیشتر ان کے ایسے کام بخوشی نمٹا دیا کرتی جیسے سردیوں کی آمد پر اسٹور سے رضائیاں' کمبل اور کھیس نکال کر دھوپ میں پھیلانا' کنستر کی صفائی' نئے پرانے کپڑوں کی چھانٹ' پردوں کی دھلائی۔ اس دن بھی انہوں نے سویرے سویرے اسے بلا بھیجا۔

"میری ممانی زاد شگفتہ کئی سالوں بعد میرے گھر کا آج چکر لگا رہی ہے' میں چاہتی ہوں معمول کے سادہ مینو سے ہٹ کر کوئی چیز پکاؤں' مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔" اور ثمرین نے انہیں آرام سے کرسی پر بٹھا کر کچن کا سارا کام خود سنبھال لیا۔

خالدہ آنٹی اسے ہدایت دیتی گئیں اور وہ بے حد مستعدی سے کئی ڈشز بہت کم وقت میں تیار کر کے فارغ ہو چکی تھی۔

شگفتہ خالدہ آنٹی کی طرح بہت خوش اخلاق اور ملنسار تھیں' انہوں نے ایک ایک چیز کی کھلے دل سے تعریف کی۔

"بھئی! تمہیں تو کوئی پروفیشنل شیف ہونا چاہیے۔" سب بے حد رغبت سے کھاتے ہوئے انہوں نے اسے سراہا۔

اپنی تعریف سن کے اس کا سانولا چہرہ چمک اٹھا۔

"ارے شگی! تم کھانے پر حیران ہو رہی ہو' ثمرین کے ہاتھوں میں جادو ہے جادو' کیا کھانا پکانا' سلائی' کڑھائی' بنائی' کون سا ہنر ہے جو اسے نہیں آتا۔ دسوں انگلیاں دسوں چراغ' یہ سمجھو نیت سے ہر جوہر سے آراستہ......" وہ خالدہ آنٹی کی تعریف پر جھینپ گئی۔

"آنٹی! اتنا مبالغہ بھی نہ کریں۔"

"ارے تم تو کسرِ نفسی سے کام لے رہی ہو' بھلا آج کل کی لڑکیوں کو سوائے چہرے کی لیپا پوتی کے آتا ہی کیا ہے۔ گھر کے کاموں سے تو کوسوں دور بھاگتی ہیں' میں سچ کہہ رہی ہوں شگفتہ! یہ بخت آور جہاں بھی جائے گی اس گھر کو اجالوں سے بھر دے گی۔" خالدہ اب شگفتہ سے مخاطب تھیں۔

"وہ گھر یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔" بے حد قیمتی ساز و سامان سے آراستہ وسیع ڈرائنگ روم پر نظر دوڑاتے ہوئے اس نے

خدایا رحم کر ہم پر

نہ ہے تفریق خیر و شر نہ فکر عقبیٰ و محشر
کہیں جھگڑوں میں کٹتے سر کہیں جینا ہوا دوبھر
ستم یہ ختم کر ہم پر خدایا رحم کر ہم پر
کہیں قرآن سے بیزاری نہ سنت سے رہی یاری
زنا و سود و میخواری فقط باقی ہے خودداری
قبائے امن کر ہم پر خدایا رحم کر ہم پر
کہیں چوری چکاری ہے کہیں سرمایہ داری ہے
فساد و قتل جاری ہے فضائے خوف طاری ہے
نہ ہو خوف و خطر ہم پر خدایا رحم کر ہم پر
ہر اک دولت پہ ہے مرتا ہے بھائی بھائی سے لڑتا
نہ فکر آخرت کرتا ہے نہیں تجھ سے کوئی ڈرتا
فقط تیرا ہو ڈر ہم پر خدایا رحم کر ہم پر
بدی کا پھیلتا سایا جہاں کو ڈوبتا پایا
قیامت کا سماں چھایا تھا حضرت نے فرمایا
ہو عفو و درگزر ہم پر خدایا رحم کر ہم پر
مسلمانوں کو گرما دے انہیں ایمان لوٹا دے
اس آتش کو بھڑکا دے دل مسلم کو تڑپا دے
ہو رحمت کی نظر ہم پر خدایا رحم کر ہم پر
ستم کی شام ہو جائے یہ شر ناکام ہو جائے
شریعت عام ہو جائے تیرا انعام ہو جائے
کھلے ایمان کا در ہم پر خدایا رحم کر ہم پر

سمیرا ادریس ... کوٹ رادھا کشن

چپکے سے سوچا۔

"میں جب بھی بلاؤں دوڑی دوڑی آتی ہے مجال ہے جو کبھی کسی کام سے انکار کیا ہو۔ لڑکی شریف سنجیدہ اور ہر کام میں حاذق۔ خدا نے مجھے بیٹی نہیں دی اگر دی ہوتی تو وہ بالکل ثمرین جیسی ہوتی۔"

"تو بہو بھی تو بیٹی ہی ہوتی ہے ناں۔" اس کا دل بول پڑا۔

"ماشاء اللہ... ماشاء اللہ۔" شگفتہ ساری گفتگو کے دوران تائیدی انداز میں سر ہلاتی رہیں۔

اتنی زیادہ تعریفوں نے اس کے پیمانۂ دل کو خوشی سے بھر دیا تھا وہ بہت مطمئن سی آنٹی خالدہ کے گھر سے لوٹی تھی۔

❁......❁......❁

نورین اس سنڈے آئی تو ثمرین کو دیکھ کر دھک رہ گئی۔ بے حد سانولی رنگت سیاہ پڑ چکی تھی، آنکھوں میں پیلاہٹ، پھٹے ہوئے خشک ہونٹ، بے حد کمزور جسم۔

"ثمر! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے پگلی یوں خود کو گھولنا کہاں کی عقل مندی ہے۔" نورین تاسف سے بولی، اسے حقیقتاً اپنی بہن کی خستہ حالی نے دکھ پہنچایا تھا۔

"تمہیں کتنا سمجھایا تھا، ہم مڈل کلاس لڑکیاں اتنے مہنگے خواب دیکھنا افورڈ کر ہی نہیں سکتیں، اب دیکھ لیا ناں اپنی نادانی کا نتیجہ۔" نورین تاسف سے بولی۔

"سچ باجی! میں نے اس رشتے کے لیے کتنے پاپڑ بیلے تھے آپ اندازہ نہیں کر سکتیں۔" ثمرین رندھے ہوئے لہجے میں بولی، آنکھیں آنسوؤں سے جھلملا اٹھی تھیں۔ "ایک دن کہا کہ پودوں کے لیے مجھے قدرتی کھاد یعنی گوبر چاہیے اور میں عقل سے پیدل پورا شاپر بھر کر گوبر لے گئی تھی، اتنا غلیظ کام بھی!"

"ہاہاہا" باوجود گمبھیر صورتِ حال کے نورین ہنستی چلی گئی۔

"ہائے عشق! ہم نے تیرے واسطے کیا کیا نہ کیا۔" نورین نے ایک مصنوعی ٹھنڈی سانس بھری۔

"آپ یقین مانیں میں نے جتنے کام اس گھر کے کیے ہیں اتنے تو اپنے گھر کے بھی نہیں کیے۔" شدتِ جذبات سے ثمرین کی آواز بلند ہوگئی۔

"اس مکار، فریبی بڑھیا کے پاؤں تک دبائے، سر کی مالش کی، کسی نوکرانی کی طرح کپڑے دھوئے، کھانے بنائے مگر مجال ہے جو اس بڑھی کھوسٹ نے احسان مانا ہو۔" ثمرین بے حد غصے سے بولتے ہوئے اپنے جلے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔

"ویسے تو اوپری دل سے ہر وقت ثمرین ثمرین کی مالا جپتی رہتیں، ثمرین میری بیٹی ہے یہ تو ہیرا ہے ہیرا۔ جس گھر جائے گی اجالا بکھیر دے گی، ہونہہ منافق!" ثمرین نے تنفر سے خالدہ آنٹی کی نقل اتاری تھی اور کمرے سے باہر کھڑی بغور ان دونوں کی گفتگو سنتی خالدہ صدمے اور حیرت سے اپنی جگہ جم گئی تھیں۔

"مکار... فریبی بڑھیا۔"

ان کے کانوں میں مسلسل انہی الفاظ کی بازگشت ہو رہی تھی۔

تقریباً مہینہ ہونے کو آرہا تھا ثمرین نے ان کے گھر آنا چھوڑ دیا تھا، آخری بار جب انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے بابر کی اپنی بھتیجی ماہا کے ساتھ بات پکی ہونے کی خوش خبری سناتے ہوئے مٹھائی اس کے سامنے رکھی تھی پھر اس دن کے بعد ثمرین نے ان کے گھر قدم نہیں رکھا۔ پہلے پہل وہ سمجھیں کسی مصروفیت میں گھری ہوگی پھر خیال آیا وہ بیمار بھی تو ہو سکتی ہے۔ یہی خیال انہیں آج اس کی مزاج پرسی کے لیے اس گھر کی دہلیز پر لے آیا تھا، گھر میں داخل ہوتے ہی انہیں کوئی ذی روح دکھائی نہ دی۔

ایک کمرے سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں وہ ادھر چل پڑیں، مگر اندر سے نفرت بھری ثمرین کی آواز سن کر باہر ہی رک گئیں۔ ثمرین انہی کی بات کر رہی تھی مگر اس گستاخی اور بدتمیزی کے ساتھ وہ تو ہلنے جلنے کے قابل نہ [illegible]

"خوامخواہ اس چالاک عورت کے پاس اپنا [illegible] بے تکی اور فضول باتیں سنیں، گل نسترن، گل نرگس، گل [illegible] گل انجبار، گل داؤدی۔ میرا تو [illegible] سنا کر۔" اندر پھر ثمرین ان کی ذات سے پرخچے اڑا رہی تھی، خالدہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے، ان کا دل زار و زار سے رونے کو چاہا، اپنی اس تذلیل پر نہیں بلکہ بن بیاہی لڑکی کے دکھ پر۔

❁

"محترمہ میں وقت پر ہی لینے آیا تھا آپ ہی لیٹ کالج سے باہر نکلی اور آج دوپہر میں ہی بولتی آ گئی ہیں۔" شہوار نے ایک دم سر ہلا دیا وہ یہ فراموش کر گئی کہ وہ اس سے کس قدر خفا ہے۔

"رات بوا جی سے اس کی بات ہوئی تھی مگر تب انہوں نے کچھ نہیں بتایا تھا اس کا مطلب تھا کہ اس سے بات کرنے کے بعد انہوں نے آنے کا پروگرام بنایا تھا مگر وہ آئی کیوں ہیں؟ وہ تو انتہائی ضرورت کے باوجود بہت کم شہر آتی تھیں حتیٰ کہ شادیوں میں بھی وہ نہیں آتی تھیں اس بار کیونکر انہوں نے چکر لگایا تھا وہ ایک دم الجھ گئی تھی۔

"امی کس کے ساتھ آئی ہیں؟" کچھ توقف کے بعد اس نے مصطفیٰ کو دیکھا جو اب کے انداز پر سوچ تھا۔

"صبا نے کال کی تھی بقول اس کے بخشو اور ملازمہ تاج کے ہمراہ۔" مصطفیٰ کے جواب پر اس نے سر ہلا دیا مگر اندر سے جیسے پکڑ دھکڑ سی شروع ہو گئی تھی۔ جی چاہ رہا تھا کہ فوراً اڑ کر ان کے پاس پہنچ جائے۔

"پرسوں جو ہمارے درمیان بات چیت ہوئی تھی تم نے اس کا تذکرہ کہیں بوا جی سے تو نہیں کر دیا؟" مصطفیٰ کو جو بات کھٹک رہی تھی اس نے آخر کار پوچھ ہی لی شہوار براہ راست اس سوال پر ایک لمحے کو پٹپٹائی۔

"اگر کر بھی دیا ہو تو؟" چند پل خاموش رہنے کے بعد اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں تمہیں اتنا کم عقل نہیں سمجھتا تھا۔" مصطفیٰ کا تاسف سے آ ٹھہرا۔

"وہ میری ماں ہیں اور میری ان سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔" مصطفیٰ کے انداز نے اسے پھر سلگا دیا تھا۔ ایک دم بے مروتی سے بولا۔

"یہ تو اور بھی شدید افسوس کی بات ہے کہ تم ان کی بیٹی ہو کر انہیں اذیت دینے سے باز نہیں آ رہی۔" مصطفیٰ کا لہجہ نہ صرف سلگتا ہوا تھا بلکہ اچھا خاصا طنزیہ بھی تھا وہ تو جیسے ایک دم آگ بگولا ہو گئی۔

"میں آپ کو صاف اور واضح الفاظ میں کہہ چکی ہوں کہ مجھے آپ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنی۔" مصطفیٰ کے طنز نے اسے مزید دل گرفتہ کر دیا تھا بغیر کسی لحاظ و مروت کے اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا تھا۔

مصطفیٰ نے اسے چند پل دیکھا اور پھر مزید کچھ کہے بغیر گاڑی کی رفتار ایک دم تیز کر دی وہ خود بھی اس سے براہ راست اس سلسلے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ چند منٹ بعد ہی گھر کے گیٹ پر تھے۔ شہوار نے بڑی بے تابی سے گیٹ کھلنے، گاڑی اندر جانے کا انتظار کیا جیسے ہی گاڑی رکی وہ مصطفیٰ کے باہر نکلنے کا انتظار کیے بغیر ایک دم دروازہ کھول کر تیز تیز قدم اٹھاتے اندر کی طرف بھاگی۔

"کیا ہوا تمہارے پیچھے کون لگا ہوا ہے جو محترمہ یوں بھاگی آ رہی ہیں؟" عائشہ نے اسے دروازے میں ہی روک لیا وہ ایک دم جھینپ سی گئی۔ بھاگنے سے سانس اتھل پتھل ہو رہی تھی۔

"بکو نہیں۔"

"کس کے ساتھ آ رہی ہو ڈرائیور تو گھر پر ہی ہے؟" عائشہ نے اسے بغور دیکھا اس کا سانس تیز تیز چلنے سے پھولا ہوا تھا اور چہرہ سرخ انگارہ ہو رہا تھا۔

"مصطفیٰ لینے آیا تھا۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"ہیں۔" عائشہ چونکی۔

"تو...... ہو.....!" عائشہ نے ایک دم شرارت سے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

"تبھی کہوں یہ سانس کیوں چڑھی ہوئی ہے اور محترمہ یوں بھاگی کیوں آ رہی ہیں؟" عائشہ کی شرارت پر وہ ایک دم بلش ہو گئی۔

"شٹ اپ۔"

"ہمیں شٹ اپ کروانے سے کیا ہوگا؟ ہمارے سامنے تو محترمہ شرم کی پوٹلی بنی پھرتی ہیں اور پیچھے یہ عیش ہو رہے ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق آج کل محترمہ جی بھی میرے خوبرو ڈیسنٹ بھائی کے ساتھ رہی ہیں کہیں یہ ایک دم 'پانچ سال سے پہلے شادی نہیں کروں گا' کا نعرہ لگانے والے میرے مصطفیٰ بھائی یہ ڈائریکٹ نکاح تک کیسے آ گئے ہیں۔ میں تو سمجھی تھی کہ یہ صرف دال میں کچھ کالا ہے مگر یہاں تو مجھے ساری ہانڈی ہی کالی نظر آ رہی ہے۔" عائشہ کو موقع ہاتھ لگا اور یہ شہوار کی بدقسمتی تھی کہ اس کا پہلا سامنا ہی اس سے ہوا تھا بری پھنسی تھی خاصی بے چارگی سے اسے دیکھا۔

"تمہارا بس دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔"

"ایسی کیا کھلبلی؟ مصطفیٰ بھائی نے گاڑی میں چھوڑ دی کہ محترمہ سرپٹ بندوق سے نکلی گولی کی طرح بھاگی آ رہی تھیں۔ خیر تھی نا کہیں میرے سڑیل مزاج برادر نے کوئی رومینٹک قسم کا ڈائیلاگ تو نہیں مار دیا؟" ادھر بھی عائشہ تھی شہوار کا چہرہ شرم و خجالت سے ایک دم سرخ ہوا۔

"تم اگر چپ نہیں ہوئی تو میں یہ کتاب تمہارے سر پر ماروں گی۔" اس نے عائشہ کے یوں نان اسٹاپ بولنے پر کتاب اٹھا کر دھمکی دی۔

"ہاں ہاں ہم کون سا ایسی دھمکیوں سے ڈرنے والے ہیں۔" عائشہ پر خاک اثر ہوا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" مصطفیٰ بھی پیچھے آ گیا اور جس طرح شہوار موٹی سی میڈیکل کی کتاب ہاتھ میں پکڑے عائشہ کو مارنے کی دھمکی دے رہی تھی تاثر یہی تھا کہ وہ مارنے کو بالکل تیار کھڑی ہے۔ مصطفیٰ کی آواز پر شہوار نے جھینپ کر ہاتھ نیچے کیا۔

"آپ کی یہ ہونے والی نصف بہتر ابھی سے روایتی بھابی کا کردار ادا کرنے کی پریکٹس کر رہی ہیں اور میں مظلوم نند دیکھ نہیں رہے کتاب مار رہی ہیں محترمہ مجھے۔" عائشہ بھائی کو دیکھ کر فوراً روہانسی بولی انداز بہت شرارتی تھا مصطفیٰ بھی پزل ہو گیا تھا۔

"کوئی نہیں..... خوامخواہ..... میں کب مار رہی ہوں؟" مصطفیٰ اس کے عقب سے ہٹا اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔ عائشہ کے الفاظ پر جھنجلا کر اس نے تردید کی۔

"ہاں پریکٹس تو کر رہی ہو نا؟" شہوار بری طرح پھنسی تھی ایک دم لب بھینچ لیے مصطفیٰ کے سامنے غصہ آنے لگا۔

"کیوں بے چاری کو تنگ کر رہی ہو۔" مصطفیٰ نے اس کے تاثرات کو سمجھتے بہن کو ٹوکا۔

"ہوئے ہوئے ابھی سے ہونے والی نصف بہتر کی فیور؟" اس نے آنکھیں مٹکائیں۔

"بکواس۔" عائشہ کے الفاظ پر وہ بھی شپٹا گیا جبکہ عائشہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ویسے یہ خوب صورت جوڑی آج اس وقت ایک ساتھ اکٹھی گھر پر کیسے نظر آ رہی ہے۔" وہ شرارت کرنے سے بھلا کہاں باز آنے والی تھی اور بدقسمتی سے اس وقت دونوں ایک ساتھ اس کے ہاتھ لگے تھے۔

"اس کا دماغ خراب ہے تم جاؤ۔" بہن کو جواب دینے کے بجائے مصطفیٰ نے اسے کہا تو وہ ایک پل بھی وہاں رکے بغیر فوراً اندر کی طرف بھاگی۔

"دیکھیں یہ آپ زیادتی کر رہے ہیں اسے بھگا رہے ہیں۔" پیچھے عائشہ دہائی دے رہی تھی۔

"امی کہاں ہیں؟" رستے میں درخشندہ ملی تو اسے اپنی کتابیں فائل اور بیگ تھماتے پوچھا۔

"ٹی وی والے کمرے میں سبھی بیٹھے ہیں جی۔" وہ فوراً ادھر آئی تھی امی وہاں بھابی صبا اور ماں کے ہمراہ بیٹھی ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم!" سب کو مشترکہ سلام کر کے وہ امی کی طرف بڑھی اور وہ بھی اسے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں وہ ایک دم بڑی گرم جوشی سے ان سے بغلگیر ہوئی۔ انہوں نے بھی بڑی محبت اور شفقت سے خود سے لپٹایا۔ چند پل اسے سینے سے لگائے اس کے وجود کو محسوس کرتی رہیں اور پھر خود سے جدا کر کے چہرہ ہاتھوں میں تھام کر پیشانی چومی تو شہوار کی اس قدر محبت پر آنکھیں نم ہو گئیں۔

"کیسی ہیں آپ اور اس طرح بغیر اطلاع کے اچانک کیسے آ گئیں؟" جس سوال نے دل میں کھلبلی مچا رکھی تھی فوراً لبوں پر آیا۔

"سکون سے آرام سے بیٹھ کر بات کرو۔" مہر النساء بیگم نے اس کی اس قدر بے صبری پر ہنس کر کہا تو وہ جھینپتے ہوئے تابندہ بوا کے ساتھ ہی مسند پر بیٹھ گئی۔

"بس اچانک پروگرام بنا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو سوچا تمہیں دیکھ آؤں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا مگر شہوار کی تسلی نہ ہوئی تاہم مزید کوئی سوال نہ کیا وہ علیحدگی میں ماں سے پوچھنے کا ارادہ باندھ کر ریلیکس ہو گئی۔ تبھی مصطفیٰ بھی عائشہ کے ہمراہ ادھر ہی چلا آیا۔

"السلام علیکم بوا جی کیسی ہیں آپ؟" قریب آ کر سلام کرتے وہ جھکا تو بوا جی نے نہایت شفقت و محبت سے اس کے سر اور کندھے پر ہاتھ پھیرا۔

"وعلیکم السلام ماشاء اللہ جیتے رہو۔ میں ٹھیک ہوں تم سناؤ خیریت سے ہو نا؟"

"جی بالکل ٹھیک ٹھاک بس آپ کی دعائیں ہیں۔" مسکرا کر کہتے وہ ماں جی کے پاس آ بیٹھا۔

"آج تم جلدی آ گئے خیر تھی نا؟" ماں جی نے بیٹے کو دیکھا جس نے سر ہلا دیا۔

"اور شہوار بیٹا تم کس کے ساتھ آئی ہو؟ ڈرائیور تو ابھی تک گھر میں ہی ہے کیا اکیلی آئی ہو بیٹا؟" بیٹے کے بعد انہوں نے شہوار سے پوچھا۔

"شہوار میرے ساتھ آئی ہے۔ مجھے میڈیکل کالج کی طرف کسی کام سے جانا تھا واپسی پر وہاں سے گزرا تو آف ٹائم ہو گیا تھا سو میں نے اسے پک کر لیا۔" شہوار کے بولنے سے پہلے ہی مصطفیٰ نے جواب دیا تو شہوار اسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ سچ کہہ رہا تھا یا ماں کو ٹال رہا تھا،

"دوپہر میں آپ نے کہا تھا کہ آپ میرے لیے شہر آئی ہیں مگر آپ تو ایک منٹ کے لیے بھی مجھ سے نہیں ملیں غصہ نہ آئے تو کیا کروں؟"
اس نے سنجیدگی سے کہا تو تابندہ بی نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر اسے خود سے قریب کرلیا اور بڑی محبت اور نرمی سے پیشانی چومی۔
"چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہونے لگی ہو تم ایسی تو کبھی بھی نہ تھیں۔ تم تو بہت صابر شاکر اور کم صم سی رہنے والی تھی۔ غصہ اور ناراضی کے الفاظ کبھی تمہاری ذات کا حصہ ہی نہ تھے اب کیا ہوتا جارہا ہے تمہیں میری جان؟ تمہارے اندر روز بروز اس قدر رنجیدگی اور تلخی بھرتی جارہی ہے کہ کبھی کبھی میں سوچنے لگتی ہوں کہ تم وہی پرانی شہوار ہو یا پھر بدل گئی ہو۔" ماں کے الفاظ پر شہوار ایک دم شرمندہ سی ہوگئی۔
"ایسی بات نہیں بس کبھی کبھار اپ سیٹ ہونے لگتی ہوں مگر میں بدلی تو نہیں۔" تابندہ بی نے بغور بیٹی کو دیکھا۔
شکل وصورت، ناک نقشہ، ہر چیز اتنی پیاری تھی کہ انہیں ایک دم شدت سے کسی کی یاد آئی تو بے اختیار اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر چوم لیا۔ شہوار اس والہانہ پن پر پست کررہ گئی۔
"اس قدر ہنگامی دورے کی کوئی خاص وجہ؟ رات ہی آپ سے کافی دیر بات ہوئی تھی تب تو آپ نے اپنے آنے کا قطعی ذکر نہ کیا تھا؟"
کچھ دیر بعد شہوار نے پوچھا تو انہوں نے بغور شہوار کو دیکھا۔
"رات تمہاری گفتگو نے مجھے بہت پریشان کردیا تھا، بہت سوچا تو یہی حل نکلا کہ تم سے یہاں آکر روبرو بات کروں سچ کہوں شہوار مجھے قطعی امید نہ تھی کہ تم یوں شدت سے اس رشتے سے انکار کرکے بدگمانی کی حد کردو گی۔ میں تمہاری ماں ہوں تمہاری پرورش کی ہے تمہارے ہر رنگ سے باخبر ہوں تمہارے اندر جو بھی تبدیلیاں رونما ہوئی میرے سامنے تھیں مگر رات جس طرح دھمکی آمیز انداز میں بات کرکے تم نے کہا کہ اگر میں نے اس رشتے پر نظرثانی نہ کی تو تم اپنی تعلیم کو خیرباد کہتے گاؤں آجاؤ گی تو مجھے تمہارے اس طرز گفتگو اور انداز نے ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور پھر سوچا کہ پہلی فرصت میں ہی تم سے ملوں تم کیونکر انکاری ہو تمام وجوہات کا خود یہاں آکر جائزہ لوں۔" تابندہ بی نے سنجیدگی سے ساری صورت حال واضح کرڈالی تو وہ لب بھینچ کررہ گئی۔
"میں نے جان بوجھ کر انکار نہیں کیا وجوہات بہت ٹھوس اور مضبوط ہیں میں اب بھی وہی سب کہوں گی جو رات یا اس سے پہلے انکار کرتے وقت کہہ چکی ہوں۔ یہ ایک بے جوڑ اور قطعی ان سوٹ ایبل تعلق ہے۔ ہمارا اور ان لوگوں کا کہیں بھی اور کوئی جوڑ نہیں بنتا۔ امی یہ حقیقت روز اول سے روشن ہے کہ ہم ان لوگوں سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق خونی یا نسبی نہیں رکھتے تو یہ لوگ ہم سے کسی قسم کی تعلق داری بھی نہیں رکھ سکتے۔"
"مگر بابا صاحب بھابی جان بھائی صاحب اور دیگر لوگوں میں سے کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں۔" تابندہ بی نے کہا۔
"مگر مجھے اعتراض ہے اور رہے گا۔" شہوار نے تلخی سے کہا۔
"میں ان اعتراضات کو نہیں مانتی۔"
"تو پھر امی جی یہ طے ہے کہ میں ادھر نہیں رہوں گی۔" شہوار کا انداز دوٹوک تھا۔
"مصطفیٰ بہت پیارا، اچھا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے بیٹا۔" انہوں نے محبت سے کہا۔
"میں ان موصوف کی اچھائی، سلجھاؤ اور پیارے پن سے انکاری نہیں ہوں مگر میرا "انکار" ہنوز ہے۔"
"وجہ جانے بغیر تو میں بھی انکار نہیں کروں گی۔" شہوار کے انداز پر انہیں بھی غصہ آ گیا۔
"آپ عادلہ بھابی کی فیملی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتیں مگر میں سب کچھ سہہ کر بیٹی اذیت نہیں جھیل سکتی۔ آپ کو نہیں [illegible] اس گھر میں رہ کر کن کن انداز میں اس عورت اور اس کے متعلقین کو برداشت کررہی ہوں۔" تابندہ بی نے بغور دیکھا۔ شہوار کے چہرے پر کربناک سے تاثرات رقم تھے۔
"میں چند بار ہی عادلہ سے ملی ہوں مگر بھابی اکثر فون کرکے اس کے متعلق بتاتی رہی ہیں اب آج کل کوئی نئی بات ہوئی ہے تو [illegible] تو مجھے پتا ہے کہ عادلہ نے اپنی بہن کا رشتہ دیا تھا مگر ادھر سے انکار ہونے پر وہ ناراض تھی آج کل وہ علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ کررہی ہے۔ [illegible] بات کو بتنگڑ بنا رہی ہے کہ مصطفیٰ اور تمہارا رشتہ طے ہو رہا ہے۔" انہوں نے رسانیت سے کہا تو شہوار نے لب بھینچ لیے۔
"آپ کے لیے شاید تنی سی بات ہو مگر میرے لیے بہت اہم ہے۔ عادلہ بھابی اسی حد تک رہتیں تو میں برداشت کرلیتی کہ میں ان کے [illegible] ہر جو آپ سے ناراضی کا اظہار کرکے خاموش تھی کہ شاید آپ لوگوں کا فیصلہ درست ہو مگر اب نہیں کل عادلہ بھابی اپنی والدہ سے [illegible] بھابی کا رشتہ کررہی تھیں۔" انہیں نے اصل بات بتائی تو تابندہ بی حیرت سے گم صم رہ گئیں۔
"پھر؟" کچھ توقف کے بعد انہوں نے پوچھا۔
"امی جی! یہ صورتحال میرے لیے بہت اذیت ناک ہے۔ میری برداشت سے بہت بڑھ کر ہے انہوں نے جس طرح اپنے بھائی کو

تیرے کردار اور میرے حسب نسب پر کیچڑ اچھالا کوئی اور لڑکی ہوتی تو شرم سے مرجاتی۔ امی میرے باپ میرے خون تک کو پوائنٹ آؤٹ کیا گیا۔ کیا میں واقعی نسبی لحاظ سے اس قدر حقیر ہوں کہ آپ کو حقیقت بتاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے؟ کیا لوگ جو میری ذات اور آپ کے حوالے سے مشکوک ہیں تو کیا وہ سب سچ ہے بولیں نا جواب دیں نا؟" اس نے اذیت و تکلیف سے کہتے ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے تو تابندہ بی حیرت سے گنگ، بے حس و حرکت اپنی جگہ ساکت رہ گئیں۔
"بتائیں نا میرے وجود کی حقیقت؟ مجھے بس اپنی نظروں میں سرخرو ہونے کا جواز دیں۔ میں نہ ضدی ہوں نہ بے حیا، بے شرم اور نہ ہی گستاخ، بے ادب۔ بس میں لوگوں کے سوالوں کے سامنے اب مزید نہیں ٹھہر سکتی۔ ان لوگوں کی محبت وخلوص پر کوئی شک نہیں۔ مصطفیٰ کے اخلاق و کردار، اچھائی سے میں انکاری نہیں مگر جب میں اپنی ذات سے خود ہی بے خبر ہوں تو کیونکر لوگوں کے سوالوں کا سامنا کرسکتی ہوں۔ میں آپ کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی اس لیے ہمیشہ چپ کی بکل مارے رہی اب بھی میں چپ چاپ سب کچھ سہہ لوں گی۔ یا آپ مجھے حقیقت بتادیں اگر یہ ممکن نہیں تو پھر اس رشتے سے انکار کرڈالیں پلیز۔ پھر میں کبھی آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گی۔ مگر یہ طے ہے کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔" آنکھوں میں نمی لیے اس نے ماں کو دیکھا وہ گم صم سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھیں۔
"امی جی۔" اس نے ان کو متوجہ کرنے کو ان کے ہاتھ تھامے تو وہ چونک گئیں۔ تابندہ بی کے ہاتھ خطرناک حد تک سرد ہورہے تھے ان کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ وہ بہت نڈھال اور خستہ حال دکھائی دینے لگی تھیں۔ صرف ایک پل میں۔
"امی جان....!" اس نے ایک دم گھبرا کر ان کے ہاتھوں کو ہلایا تو انہوں نے بے دم ہوتے بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگالی۔
"امی آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟" انہیں آنکھیں بند کرتے دیکھ کر چیخی وہ ایک دم متوحش ہوگئی تھی۔
"اپنی ماں کو اس امتحان میں مت ڈالو مجھ سے وہ مت پوچھو جس میں خسارہ ہی خسارہ اور نقصان ہی نقصان ہے تمہاری ماں کے پاس تمہارے ہر سوال کا جواب ہے مگر ابھی کوئی رستہ نہیں، واپسی کا ابھی کوئی نشان کوئی منزل نہیں مل رہی۔ تم اپنے فیصلوں میں آزاد ہو تمہیں اب بھی شادی کے لیے مجبور نہیں کروں گی میں اگر اعتبار کرسکتی ہو تو سن لو تم بے نام ونشان نہیں ہو۔ سکندر علی کون تھا اور کہاں سے تعلق رکھتا تھا؟ ایک بڑی لمبی کہانی ہے اور ابھی اس کہانی سے پردہ اٹھانے کا وقت نہیں آیا۔ ابھی تو بہت کچھ سہنا باقی ہے۔ جھیلنا باقی ہے کیسے بتادوں کہ تم کون ہو؟" بہت دھیمے الفاظ میں وہ کہہ رہی تھیں۔ ان کی آنکھیں بند تھیں اور گرم سیال مادہ ان کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔ شہوار کے اندر پشیمانی کا گہرا احساس ابھرا۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی اپنے سوال وجواب کے سلسلے میں ان کی حالت ناقابل برداشت تھی۔
"آئی ایم سوری امی جان! مجھے معاف کردیں میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔" اس نے ان کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر چوما تو بھی انہوں نے پلکیں وا نہ کیں۔
"امی جان آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟" نبض چیک کرتے پیشانی چھوتے اس کا تشویش سے برا حال تھا۔
"ہاں اب ٹھیک ہوں بس آرام کروں گی۔" وہ نیم دراز ہوگئیں تو شہوار نے فوراً تکیہ درست کرکے ان کو کمبل اوڑھا دیا۔
"آپ تو میری زندگی کا اثاثہ ہیں زندہ رہنے کی بنیاد مگر تجسس تو انسانی فطرت کا حصہ ہے نا؟ امی جان۔" ماں کی آنکھوں سے ابھی بھی خاموشی سے آنسو بہہ رہے تھے شہوار کے اندر احساس جرم نے کروٹ بدلی۔
"ایم سوری۔" ان کے کندھے پر پیشانی ٹکائے وہ خود بھی سسک اٹھی۔
"میرے اندر ابھرتے تجسس پر پل نہ باندھے گئے تو کسی دن میرے دماغ کی کوئی شریان پھٹ جائے گی۔"
"سوچ و شہوار تمہارا مسئلہ میں سمجھ رہی ہوں۔ تم پر کوئی دباؤ کوئی زبردستی نہیں۔ تمہاری ماں بڑی بدنصیب عورت ہے بڑے پیارے اور خوب صورت رشتے تھے جن کو چھوڑ دیا صبر کرلیا۔ قسمت نے سب کچھ دے کر چھین لیا میں نے صبر وشکر کیا اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا۔ تم کہو گی تو ان رشتوں کو بھی چھوڑ دوں گی تمہاری خاطر بہت کچھ چھوڑا ہے اور اب پھر تمہاری خاطر چھوڑ دوں گی۔" وہ رو رہی تھیں۔ ان کا ہر آنسو شہوار کو اپنے سینے پر گرتا محسوس ہوا۔
"امی جان پلیز۔" وہ شدت سے رو دی۔
"اپنی جڑ کی تلاش کا حق تو ہر انسان کو ہے نا؟"
"[illegible] میری زندگی بلکہ [illegible] زندگی ہے تم سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں۔"

پتھر کے خدا پتھر کے صنم پتھر کے ہی انسان پائے ہیں
تم شہر محبت کہتے ہو ہم جان بچا کر آئے ہیں

جیسا اکیڈمک ریکارڈ ہے۔ مس ہادیہ کی اب تک کی پرفارمنس بہت زبردست ہے یہ مس بھی انہی کے ریفرنس سے آئی ہیں۔" فاروقی صاحب نے تفصیلی اور تعریفی بیان جاری کیا تو عباس نے اکتا کر فائل ایک طرف کردی۔

"باباجان مطمئن ہیں ان خاتون سے؟" اس نے پوچھا۔

"یس سر۔" عباس کی سنجیدگی پر فاروقی صاحب نے فوراً سر ہلایا۔

"تو کے بلوائیں ان خاتون کو۔ سلیکشن تو آپ لوگ کر ہی چکے ہیں اب بھی آپ ہی بات کیجیے گا میں بس چیک کروں گا۔" عباس نے انٹرکام فاروقی صاحب کی طرف بڑھایا تو انہوں نے فوراً متعلقہ لائن پر کال ملادی۔

"عباس صاحب کے سیکشن کے لیے جو خاتون سلیکٹ ہوئی ہیں ان کو اندر بھیج دیں۔" فاروقی صاحب نے پیغام منتقل کر کے انٹرکام رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی ساتھ ہی نسوانی آواز آئی۔

"مے آئی کم ان سر۔" براؤن چادر سلیقے سے اوڑھے وہ لڑکی دہلیز پر کھڑی تھی۔ عباس نے بیزاری سے دیکھا ایسی ڈرپوک سی لڑکی کئی گز چادر اردگرد پھیلائے اس کے ڈیپارٹمنٹ کے لیے سلیکٹ ہوئی تھی لڑکی کو دیکھ کر عباس کا کوفت سے برا حال ہوا۔

"کم ان۔" اس نے رکھائی سے کہا تو لڑکی اندر بڑھ آئی۔

"تشریف رکھیے۔" فاروقی صاحب نے عباس صاحب کے تیور دیکھتے خود ہی لڑکی کو سیٹ کی آفر کی وہ دائیں طرف رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔

"تھینکس۔"

"کیا نام ہے آپ کا؟" عباس نے سابقہ موڈ میں ہی پوچھا۔

"رابعہ نواز۔ بٹ سر میری سی وی میں میرے متعلق تمام معلومات درج ہیں۔" نام بتا کر اس نے بڑے سلیقے اور اعتماد سے عباس کے سامنے رکھی اپنی فائل کی طرف نگاہ کرتے ہوئے کہا تو عباس کی بھنویں تن گئیں۔

"جی دیکھ چکا ہوں آپ کی سی وی میں آپ کے متعلق آپ کی زبانی کوائف سننا چاہتا ہوں۔" عباس نے اب کے ناراضی سے کہا۔

"ایم بی اے کیا ہے حال ہی میں میں نے یہاں نوکری مس نادیہ کے ریفرنس سے آئی ہوں میٹرک ایف اے میں [illegible] رہی ہوں۔ بی بی ایس میں کارکردگی اکیڈمک لحاظ سے بظاہر شاندار ہے۔ ہاں ایکسپیرینس کے لحاظ سے فی الحال میں زیرو ہوں۔ یہ میرا کسی بھی فرم کے لیے جاب کا فرسٹ ایکسپیرینس ہوگا۔" وہ بہت ہی اعتماد و وقار سے وہ بول رہی تھی۔ عباس بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ بظاہر وہ خاصی خوب صورت لڑکی تھی۔ پہلی نگاہ کا تاثر جو بھی تھا مگر لڑکی دقیانوسی نہیں تھی اور نا ہی آؤٹ آف فیشن تھی ہاں بڑی سی چادر اردگرد ضرور لپیٹے ہوئے تھی۔

"آپ خود ہی بتا رہی ہیں کہ آپ کا یہ جاب کا فرسٹ ایکسپیرینس ہے جبکہ ہماری فرسٹ ریکوائرمنٹ ایکسپیرینسڈ پرسن ہی تھا جبکہ آپ بالکل فریش ایم بی اے ہیں۔ کیا خیال ہے آپ ہماری فرم کی ریکوائرمنٹ پر پورا اتر سکیں گی؟" عباس نے براہ راست لڑکی کی آنکھوں میں جھانکا وہ دھیرے سے مسکرادی۔

"سر میں دعویٰ نہیں کرتی وقت و حالات انسان کی قابلیت کا فیصلہ کرتے ہیں آپ آزما کر دیکھ لیں۔" وہی پر اعتماد لہجہ تھا وہ دراصل [illegible] ہوئی تھی براہ راست عباس صاحب کو دیکھ کر گویا ہوئی تھی۔

"میں اکیڈمک ریکارڈ سے متاثر نہیں ہوتا مجھے انسان کی صلاحیتیں متاثر کرتی ہیں۔ جبکہ آپ میں ہماری [illegible] کوالیفیکیشن ہے تجربہ نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کی سلیکشن کمیٹی میں بھی بڑے دماغ [illegible] موجود تھے [illegible] کوالیفیکیشن کو مدنظر رکھ کر ہی کیا گیا ہوگا۔" عباس کے سوالوں پر اس نے [illegible] کہا تو فاروقی صاحب نے اس جواب پر ایک دم [illegible] صاحب کو دیکھا جس کے چہرے کے عضلات کھنچ گئے تھے۔

"کافی اسمارٹ فارورڈ لڑکی ہے۔"

[illegible]

"[illegible]؟" اس لڑکی کا اعتماد جوں کا توں تھا۔

اب کے فاروقی صاحب نے اپنی بے ساختہ لبوں پر آنے والی مسکراہٹ کو بمشکل روکا جبکہ عباس اس لڑکی سے ایسے جواب کی توقع نہیں کررہا تھا یہ حیرت زدہ رہ گیا۔ کتنی بدتمیز ہے یہ لڑکی۔

"آپ اوور کانفیڈنٹ ہی نہیں بلکہ اچھی خاصی گستاخ بھی ہیں۔" فاروقی صاحب کو مسکراہٹ دبتے عباس نے دیکھ لیا تھا اس کا ٹمپرامنٹ ایک دم ہائی ہوا۔ اپنے ایمپلائر کے سامنے ایسی بے عزتی؟ عباس جھنجلا ہی گیا تھا۔

"تھینکس فار یور کمپلیمنٹس فاروقی [illegible] بٹ میرے لیے اب کیا حکم ہے؟ میں جاؤں کیونکہ آپ کی توقعات پر میری سی وی پورا نہیں اتر رہی سو پلیز مجھے میری فائل واپس کردیں تاکہ میں جاسکوں۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں کہ میں سلیکٹ ہونے کے بعد دوبارہ انٹرویو کے پراسس سے گزروں۔" عباس کے الفاظ پر وہ لڑکی فوراً کھڑی ہوگئی تھی اور بغیر کسی لحاظ مروت کے اس نے کہا تو دونوں حضرات حیرت زدہ رہ گئے۔

باباجان کو اس میں ایسا کیا نظر آگیا جو سلیکٹ کرلیا۔ کیونکہ کسی بھی شعبے سے متعلق سلیکشن وہ خود کرتے تھے اب کے اگر وہ اس لڑکی کو جانے دیتا تو یقیناً باباجان سے سخت ناراضی کا سامنا بھی ہوسکتا تھا جبکہ یہ لڑکی اسے انتہائی بدتمیز لگی تھی۔

"فاروقی صاحب آپ ان محترمہ کو باباجان کے پاس لے جائیں ان کا سلیکشن انہی کے آرڈر پر ہوا ہے یہاں جو کارروائی وقوع پذیر ہوئی وہ بھی بتادیں۔ میرے پاس آپ آئندہ ایسے پاگل لوگوں کے کیس لے کر مت آئیے گا۔ اب یہ بابا کا ہیڈک ہے وہ رکھتے ہیں یا ریفیوز کرتے ہیں میری بلا سے۔" عباس نے غصے سے دونوں فائلز اٹھا کر فاروقی صاحب کو تھمادیں اور ساتھ ایک سخت غصیلی نگاہ رابعہ پر بھی ڈالی۔ اس ایک نگاہ سے وہ جیسے جل بھن ہی گئی تھی۔

"آپ ہیں کس خوش فہمی میں؟ مجھے بھی کوئی شوق نہیں ادھر جاب کرنے کا۔ ایسے بدتمیز پاگل اور مینرلیس لوگوں کے ساتھ میں کام کروں گی۔ مائی فٹ بھلے جاب میرا شوق ہے مگر مجبوری نہیں ایک چھوڑ ایسی دس جابز تیار ہیں میرے لیے سنبھال کر رکھیں اپنی جاب۔" فاروقی صاحب کے ہاتھ سے اپنی فائل کھینچ کر تن فن کرتی وہ وہاں سے نکل گئی۔

"ارے میم سنیے تو پلیز رکیے۔" بے چارے ساٹھ سالہ فاروقی صاحب اس کے پیچھے بھاگے جو طوفانی رفتار سے آفس کا دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی۔

❁ ❁ ❁

مہرالنساء بیگم کو بتا کر کے وہ آج پہلی بار بازار آئی تھیں۔ عرصہ بعد باہر کی دنیا دیکھی تو دل میں بہت سی بھولی بسری یادیں تازہ ہونے لگیں۔

"محبت اور وفا کی دولت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہوتی۔ احساس زندہ ہوں تو کائنات حسین تر ہوجاتی ہے اور اگر احساس مرجائے تو محبت بھی اس مردہ زمین کو پھر سے شاداب نہیں کرسکتی۔ وفا تو انسانی خصوصیت ہے نا جیسے مردہ زمین کو پھر سے آباد کرنے کے لیے محنت کے ساتھ ساتھ کھاد، بیج وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔" برسوں قبل کسی کے کہے الفاظ انہیں اپنے دل و دماغ میں گونجتے محسوس ہوئے تو [illegible]

"کاش [illegible]" دل سے اک ہوک اٹھی تو دل انجانی راہوں پر چلنے کو اکسانے لگا۔ تابندہ بی نے بڑی بے دلی سے کچھ اشیاء خریدیں اور [illegible] کرجانے کا کہا تو وہ حیران ہوا۔

"مگر آپ اس طرح اکیلی کیسے جائیں گی۔" تابندہ بی یہاں کے راستوں سے انجان بازاروں سے بے خبر خاتون تھیں ڈرائیور کی پریشانی بجا تھی۔

[illegible]

رویے سے پریشان تھی سو بھابی کو دیکھ کر کہنے لگی۔

"پڑھے لکھوں کو پڑھانا شاید اسی لیے کہا جاتا ہے۔ ماشاء اللہ یہ خود سمجھدار ہیں۔ ڈاکٹر بن رہی ہیں حفظانِ صحت کے اصولوں سے باخبر ہیں ہی، انا اپنی بیماری میں کیا کرنا چاہیے بے خبر تو نہیں ہے خواہ مخواہ تم اس کے ساتھ الجھ رہی ہو۔ ٹھیک ہو جائے گی۔" انا کے رویے پر کچھ بولو کر خاصی تلخی سے کہا تو انا نے بس ایک پل کو نگاہ ڈالی۔ ولید آنکھوں میں تاسف و ملال لیے دیکھ رہا تھا۔ انا پھر بھی مہر بہ لب رہی۔

"انا کیا پرابلم ہے یار کچھ تو بولو جب سے تمہارے کمرے میں آئی ہوں ایسے ہی بیٹھی ہوئی ہو بخار ہے وہ تو پتا چل رہا ہے ڈاکٹر کے پاس نہیں چلنا تو نہ سہی کچھ کھا پی تو لو۔" اب کے روشی نے بھی کچھ بگڑ کر کہا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ بخار بھی اتر چکا ہے۔ ڈونٹ وری بھوک نہیں جب بھوک ہو گی میرا گھر ہے خود ہی کچن میں چلی جاؤں گی۔" روشنے کے جواب میں بہت سکون سے کہا تو ولید اٹھ کھڑا ہوا۔ روشی بھی اس کے صاف الفاظ پر خاموش ہو گئی تھی۔

"آپ کھانا کھائیں گے؟" روشی اسے کھڑا ہو دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"ہوں بھوک لگی ہے۔ تم بابا کو بھی بلواؤ اور کھانا لگواؤ میں چینج کر کے آتا ہوں۔" ایک اچٹتی نظر انا کے سابقہ انداز پر ڈال کر وہ کمرے سے نکل آیا۔

روشی نے کھانا لگوا دیا تھا۔ ولید، بابا اور روشا نے تینوں ہی گھر پر تھے سو مل کر کھانا کھایا۔ کچھ دیر بابا کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا روشی کو کرنے کے سو کام تھے سو وہ اٹھ گئی تھی۔ بابا بھی کبھار ہی آفس جاتے تھے یونہی وقت گزارنے دو تین دن سے ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو رہا تھا تو وہ گھر پر ہی آرام کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ بابا کے پاس سے اٹھا تو ذہن میں ابھی بھی انا کا رویہ تھا۔ اس کا ارادہ اپنے کمرے میں جا کر کچھ دیر لیٹنے کا تھا جب صغراں تیزی سے اسی کی طرف چلی آئی۔

"صاحب جی آپ کو انا بی بی کا پتا ہے وہ کہاں ہیں؟" صغراں کے پوچھنے پر وہ چونکا۔

"کیوں کیا ہوا؟ ابھی کھانا کھانے سے پہلے تو وہ اپنے کمرے میں تھی۔"

"یہ ان کا موبائل ان کے کمرے میں کافی دیر سے بج رہا ہے۔" صغراں نے ہاتھ میں پکڑا موبائل اسے دکھایا تو ولید نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اس سے لے لیا۔

"ادھر ہی کہیں ہو گی پھوپو یا احسن کے کمرے میں یا پھر کہیں باہر لان میں ہو گی۔" اس کا موبائل ایک دفعہ پھر بجنے لگا تو صغراں سے [illegible] موبائل کو دیکھا اسکرین پر "شہوار" کے نام کے حروف جگمگا رہے تھے۔

"تم جاؤ میں خود دیکھتا ہوں۔" اسے جانے کا کہہ کر خود پھوپو کے کمرے کی طرف بڑھتے اس نے ساتھ میں لیس کا بٹن بھی پش کر کے موبائل کان سے لگا لیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" دوسری طرف شہوار مردانہ آواز سن کر چپ ہو گئی تھی۔

"ہیلو۔" خاموشی پر ولید نے کہا۔

"انا سے بات ہو سکتی ہے۔" ولید کے جواب میں اس نے کہا۔

"ان دنوں تو انا بی بی ہمارے ہاتھ نہیں آ رہی ہیں آپ سے کیا بات کروا دیں؟" پھوپو کے کمرے میں داخل ہو کر اطراف میں دیکھ [illegible] دکھائی نہ دی۔

"آپ کون؟" ولید کے جواب میں شہوار نے پوچھا۔

"میں ولید عرض کر رہا ہوں انا کا ماموں زاد۔" پھوپو کے کمرے سے باہر آ کر اب وہ احسن کے کمرے کی طرف بڑھ [illegible]

"وہ کیسے ہیں آپ؟" شہوار نے پوچھا۔

"اللہ کا بڑا کرم ہے۔ [illegible]

[illegible] وہ فون پر تو [illegible] کی طبیعت ٹھیک نہیں وہ کالج نہیں جا [illegible] میری بھی ان کا کوئی [illegible] موبائل [illegible] میں [illegible]

[illegible] وقت ملا تو سوچا [illegible] پوچھ لوں [illegible] خود کیوں بات نہیں کر رہی؟"

"وہ اپنے کمرے میں نہیں تھی سو مجھے کال پک کرنا پڑی ڈھونڈنے میں لگا ہوا ہوں شاید ان کی تلاش میں [illegible] جا [illegible]" کمرے میں داخل ہوتے ولید نے مسکرا کر کہا تو شہوار بھی ہلکا سا ہنس دی۔

"روشی کیسی ہے؟" شہوار نے پوچھا۔

"بالکل اسے دن اپنی شادی کی تیاریوں میں لگی ہوئی ہیں محترمہ۔" احسن کے کمرے میں بھی نہ پا کر ولید کچھ الجھا تھا۔

"انا ملی کہ نہیں؟" شہوار کی کون سی ولید سے بے تکلفی تھی بس انا کی وجہ سے تھوڑا بہت تعارف تھا مجبوراً بات کرنا پڑ رہی تھی اب انا کو غیر حاضر پا کر مروت برت رہی تھی۔

"نہیں ابھی تک تو اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا آپ شہوار سسٹر ایسا کریں کہ کچھ دیر بعد کال کر لیجیے گا تب تک موبائل محترمہ کے پاس پہنچ چکا ہو گا۔"

"نہیں میں نے بس انا کی خیریت پوچھنی تھی کل بھی سارا دن کالج میں بہت ڈل اور سست رہی تھی بخار بھی تھا آج شاید زیادہ ہو گیا ہے ورنہ وہ عام روٹین میں چھٹی کرنے والی لڑکی تو نہیں۔ خیر وہ جب بھی فارغ ہو تو اسے کہیے گا کہ وہ مجھے کال بیک کر لے یا پھر شام کو میں خود کال کروں گی۔"

"جی بہتر اور کوئی حکم...؟" ولید اب دیگر کمروں میں چیک کرنے اور وہاں بھی نہ پا کر باہر آ رہا تھا۔

"نہیں بس یہی کہنا تھا تھینکس ٹو میٹ یو اینڈ اللہ حافظ۔" شہوار نے اخلاق نبھایا۔

"جی اللہ حافظ۔" کال بند کر کے وہ تیزی سے باہر صحن میں آیا۔ اطراف میں دیکھا تو بائیں طرف دیکھ کر رک گیا۔ لان کے ایک گوشے میں درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اندر ہی اندر غصے کا ابال اٹھا مگر وہ پی گیا۔ بہرحال ایک زیادتی وہ کر چکا تھا اب مزید بات بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔

"تم ادھر بیٹھی ہوئی ہو یہاں صغراں اور میں تمہیں سارے گھر میں ڈھونڈتے رہے ہیں۔" ولید نے اس کے قریب آ کر کہا تو انا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا بات ہے کمرے سے اٹھ کر کیوں چلی آئیں؟" وہ اس طرح مخاطب تھا گویا پرسوں رات دونوں کے درمیان کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ انا کے غصے پر سے جوار بھاٹے کا سا سماں پیدا ہونے لگا۔

"تمہاری دوست کا فون تھا۔" اسے اس طرح خاموش پا کر اس کے قریب ہی درخت کے سائے میں گھاس پر بیٹھتے ہوئے ولید نے کہا اور ساتھ ہی موبائل بھی اس کی طرف بڑھا دیا۔ اب کی بار وہ حقیقتاً چونکی۔

"کون شہوار؟" اس کی چپ ایک دم ٹوٹی تھی فوراً موبائل لے کر کال میموری چیک کرتے پوچھا۔

"تم نے کال ریسیو کی تھی؟" میموری چیک کرنے کے بعد سر اٹھا کر ولید کو دیکھا۔

"ہاں وہ تمہاری خیریت دریافت کر رہی تھیں۔"

"کیا؟" اس نے مزید استفسار کیا تھا۔

"تمہیں کال کرنے کا کہہ رہی تھیں ساتھ میں کال بیک کرنے کا بھی پیغام تھا۔"

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" کچھ توقف کے بعد ولید نے پوچھا۔

[illegible] جواب میں کام ہنہ کر کے وہ اٹھنے لگی تو ولید نے ایک دم اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر روکنا چاہا۔

[illegible] انا نے ولید کی اس حرکت پر حد درجہ حیرانگی سے اسے دیکھا تو ولید نے یک دم اپنا ہاتھ واپس ہٹاتے ہوئے وضاحت کی۔

"[illegible] سے معذرت کرنی ہے پرسوں رات نجانے ایک دم میں کیسے ہائپر ہو گیا تھا۔ ایم سوری یار۔ میں یک پل بھی چین سے نہیں بیٹھ [illegible] سب ایک طرف مگر مجھے تم پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا یہ میری غلطی ہے۔ [illegible] دونوں راتیں یک پل بھی نہیں سو [illegible] شدید پشیمان ہوں اور بہت شرمندہ ہوں۔" حیرت سے گنگ وہ گئی تھی ولید اس سے معذرت کرے گا وہ سوچ بھی [illegible] یہ خیال تھا کہ ولید اس سے اس بے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا تا کہ پرسوں رات خراب موڈ کی وجہ جان سکے اسی لیے [illegible] برت رہی تھی مگر اب جس طرح ولید معذرت کر رہا تھا انا کو لگا دل میں موجود سب گلے شکوے ختم ہونے لگے ہوں۔ [illegible] معذرت کے لفظوں [illegible] گئے تھے۔

[illegible] میں [illegible] تمہارا [illegible] تھا۔ میں [illegible] نے پرسوں رات ایسا کیوں ہوا؟ مجھے تم پر غصہ بھی آیا تم گزشتہ دنوں جس طرح کا رویہ اپنائے [illegible] اور [illegible] مجھے تمہارے اس رویے نے بھی ہرٹ کیا تھا۔ بہرحال میں غلطی پر تھا اور [illegible]

ہونے کو ہے کوئی پتا نہیں اور اس کے پاس تو موبائل بھی نہیں ہوتا کہ بندہ کال کر کے ہی پوچھ لے۔" ماں جی نے صبا کو کہا تو وہ فوراً اٹھ گئی۔ ڈرائیور کو کال کر کے تابندہ بی کے متعلق استفسار کیا تو اس نے وہی بتایا جو گھر آ کر کہہ چکا تھا۔ چند مزید باتیں پوچھ کر صبا نے کال بند کر دی۔

"تابندہ بوا نے خود اسے گھر چلے آنے کا کہا تھا۔ ڈرائیور بتا رہا ہے کہ انہوں نے رائبہ بھابی کو ان کے بھائی کے ہاں چھوڑنے کا کہہ کر ڈرائیور کو گھر بھیج دیا تھا اور جو کچھ انہوں نے خریدا تھا ڈرائیور کے ہاتھ گھر بھیج دیا تھا جو اس نے آ کر شہوار کو سامان دے دیا تھا۔ اس کے بعد کی صورت حال وہ کہتا ہے کہ اس کے علم میں نہیں ہے۔"

"تم دونوں بہنیں کھانے وغیرہ کا انتظام دیکھو آج رائبہ بھی نہیں' کچن میں رخشندہ اکیلی لگی ہوگی۔ شہوار بیٹا فکر نہیں کرتے آ جاتی ہے ابھی۔" دونوں بیٹیوں کو کہہ کر اس کو بھی تسلی دی تو وہ محض سر ہلا گئی۔ کچھ دیر گزری تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مصطفیٰ کو فون کرو اب تو بہت دیر ہو رہی ہے اللہ خیر کرے رائبہ بھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ ڈرائیور بھی ایک ہی ہے اب ہر جگہ اسی کو لے کر جانا ہوتا ہے کیا پتا تھا کہ تابندہ لوٹنے میں اتنی دیر کر دے گی۔ اب تو دل میں وہم ستانے لگے ہیں۔" اسے بے قراری سے کھڑے ہوتے دیکھ کر مہرالنساء بیگم نے کہا تو اس نے بھی ان کے مشورے کو فوراً قبول کرنے کا قصد کیا۔

مغرب کی اذانیں ہونے والی تھیں کچھ دیر میں گھر کے مرد آنے والے تھے ایسے میں تابندہ کی غیر موجودگی سب کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی تھی۔ اس نے ایک پل کی بھی تاخیر کیے بغیر فوراً مصطفیٰ کا ذاتی نمبر ملایا۔

"السلام علیکم۔" مصطفیٰ کی آواز سنائی دی۔

"وعلیکم السلام۔ میں شہوار بات کر رہی ہوں۔" اس نے کہا۔ دوسری طرف وہ حیرت سے چونکا تھا۔

"اوہ زہے نصیب آج تو وی آئی پیز قسم کے لوگ ہمیں یاد کر رہے ہیں۔ اللہ خیر کرے یا آج ہماری قسمت کیسے جاگ گئی ہے؟" مصطفیٰ تین چار دن کی لاتعلقی کے بعد شہوار کی کال پر یک دم ایکسائیٹڈ ہوا تھا شہوار نے جھینپ کر گھبرا کر ماں جی کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"یہ ماں جی آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔" اس نے مصطفیٰ کے خوش فہمیوں کے آگے پل باندھے۔

"اوہ' ابھی میں کہوں ہمیں یوں اچانک کیسے یاد کر لیا ہماری ہونے والی نصف بہتر نے۔" مصطفیٰ کا گویا اسے پوری طرح ستانے کا موڈ تھا۔

"شٹ اپ۔" اس کے الفاظ پر سٹپٹا کر کہا تو دوسری طرف مردانہ قہقہہ نہایت جاندار تھا۔

"ہونے والی بیگم کو اردو لغت میں نصف بہتر ہی کہتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟ ویسے اگر تمہاری لغت میں اس کے کوئی اور معنی نکلتے ہیں تو بتا دو ہم وہ کہہ لیا کریں گے۔"

"میں اس وقت بہت پریشان ہوں' کوئی اور وقت ہوتا تو آپ کے اس سوال کا بہت اچھا سا جواب دیتی یہ لیں آنٹی جی سے بات کریں۔" غصے غصے میں بہت پریشانی اور اضطراب سے کہتے اس نے ساتھ ہی ریسیور ماں جی کو تھما دیا۔

مہرالنساء بیگم نے ریسیور تھام کر سلام دعا کے بعد تابندہ بی کی غیر موجودگی کی داستان سنائی۔ دوسری طرف مصطفیٰ بھی پریشان ہو گیا۔

"میں ابھی پتا کرتا ہوں آپ فکر مند نہ ہوں۔ انشاء اللہ وہ آ جاتی ہیں ابھی۔"

"ڈرائیور بھی ابھی تک رائبہ کو لے کر واپس نہیں لوٹا تم خود پتا کرو تابندہ کا' شہوار تو بہت پریشان ہو رہی ہے۔ تمہیں خصوصی طور پر اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ تم دوسروں کی نسبت جلدی پتا چلا لو گے رابطہ میں رہنا اس دوران اگر تابندہ گھر لوٹ آئی تو اطلاع کر دوں گی۔" انہوں نے چند مزید ہدایات کے ساتھ کال بند کر دی تھی۔

اسی دوران مغرب کی اذان ہونے لگی تو شہوار گھبرا کر ماں کی سلامتی کی دعا مانگتے فوراً اٹھ کر وضو کرنے چل دی تھی۔

جلدی جلدی ہونے لگا۔ منگنی کے بجائے مٹھائی کھلا کر شادی کی تاریخ رکھ دی گئی۔ حنا کا ایک چھوٹا بھائی تھا' والد نے دبئی جانا تھا' اس لیے ٹائم کم تھا یوں راشدہ اور نورین کے بازار کے نہ ختم ہونے والے چکر شروع ہوگئے۔

"ایک ہی بیٹا ہے' سارے ارمان نکال لوں گی۔" راشدہ مسرت آمیز لہجے میں بولیں۔

آخر وہ دن بھی آ گیا جب عمیر پورے اعتماد سے حنا کو مہکتی گاڑی میں پہلو میں بٹھائے گھر لے آیا۔ رسمیں تھیں کہ ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھیں۔ آخر کار رشتے کی ایک بزرگ خاتون نے سب کو بھگایا' نورین حنا کو حجلہ عروسی میں لے آئی۔ عمیر کا سادہ سا کمرا آج آرائش وزیبائش سے سجا تھا۔ کمرے کی نئی چمک دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی' خوشبوؤں سے مشکبار حنا کے الوہی روپ نے کمرے کی آرائش میں انتہا سے زیادہ اضافہ کردیا تھا۔ اسے مہکتی دہکتی سیج پر بٹھا کر نورین مسکراتی ہوئی باہر آ گئی اور عمیر کو اس کے دوستوں کے جھگمٹے سے نکال کر دلہن کے پاس بھیجا آج اپنے کمرے میں جاتے ہوئے عمیر کے قدم بہک رہے تھے۔ سرشاری تھی' دھڑکنیں نئے ساز پہ دھڑک رہی تھیں اس نے دروازہ دھیرے سے کھول کر لاک کردیا' کمرے کے عین وسط میں حجلہ عروسی پر وہ پری پیکر براجمان تھی۔ عمیر نے زرتار آنچل کیا اٹھایا گویا مبہوت ہی رہ گیا آسمان کی کوئی حور اس کے سامنے تھی۔ عمیر نے بے اختیار ہوکر اسے بانہوں میں سمیٹ لیا اور رات ان کی مہکتی سرگوشیوں کے سبب دھیرے دھیرے سبک ندی کی مانند بہتی جارہی تھی۔ ماں بہن کا انتخاب جی جان سے پسند آیا تھا۔

❀ ❀ ❀

اگلی صبح شرمیلی مسکان لیے عمیر کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت بھری فاتحانہ چمک دیکھ کر وہ اور زیادہ شرما گئی۔ اس کے اندر اطمینان ہلکورے لینے لگا۔ نورین' راشدہ اور افشین اس کا بے حد خیال رکھتے جب کہ وہ سارا دن بجی سنوری کمرے میں بند رہتی۔ نورین بھی دھیرے دھیرے تیسرے دن آجاتی۔ شام کو عمیر آجاتا گھومنے کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔

[illegible] کے لیے [illegible] چھٹی [illegible] خوش [illegible] وہ شوقین بھی بہت تھی۔

راشدہ سارا دن بور ہوتی رہتیں افشین کالج کے بعد اکیڈمی چلی جاتی' وہ گھر کے کام سمیٹتی رہتیں۔

"بہو! باہر آیا کرو' میرے ساتھ بیٹھا کرو' باتیں کیا کرو۔" حنا جو ابھی تک نئی نویلی دلہن بنی تھی راشدہ کا اتنا کہنا تھا کہ حنا کے اندر آگ بھر گئی اس نے خود کلامی کرتے ہوئے سوچا۔

"بھلا اس بڑھیا کے ساتھ کیا گپ شپ کروں' خوب سمجھتی ہوں ان سسرال والوں کی چالیں' عروج ٹھیک کہتی تھی مجھے ان کے ساتھ زیادہ فری نہیں ہونا چاہیے۔" اسے عروج کی ساری باتیں یاد آنے لگیں اس کے مشورے' ہدایات..... ابھی شادی کو کچھ عرصہ ہوا نہیں تھا کہ وہ شیطانی منصوبے بنانے لگی۔

جیسے ہی دوپہر ہوتی نیچے سے راشدہ کی پیار بھری آواز آتی۔

"بہو بیٹا! آؤ کھانا کھالو۔"

افشین شاید آ چکی تھی حنا کے سر درد ہے' پر وہ کم ہی اوپر آتی تھی یا پھر پڑھائی کا بہانہ کردیتی۔ اتنی بچی نہ تھی کہ حنا کے بگڑے مزاج کو نہ سمجھ سکتی۔ اس نے اوپر جانا کم کردیا تھا' ماں نے شکوہ کرنا سکھایا ہی نہ تھا۔ راشدہ الگ بہو کے مزاج سے خائف تھیں۔

عمیر آتا تو سوئی ہوئی ملتی' صبح جاتا تو بستر سنبھال ہوتا [illegible] کر اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے ناشتا بنا کر دے ایک دن یہی بات عمیر نے ماں سے کی' وہ خائف ہوگئیں۔

"ابھی سے [illegible] بالکل نہیں' ابھی تو وہ دلہن ہے۔ تمہارے گھر گرہستی میں الجھا رہے ہو۔ پہلے کھیر چکھائی کی رسم ہوگی' پھر کام میں ہاتھ ڈلواؤں گی۔ میری کون سی بہوئیں آئی ہیں' ابھی مجھے اس کے ناز اٹھانے دو۔" راشدہ نے قطعی لہجے میں کہا تو عمیر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ چائے کا آخری گھونٹ [illegible] لیتا آفس چلا گیا تاہم ذہن حنا کے بارے میں [illegible] ہوئے تھے حنا کی روزِ اول کی وہی روٹین تھی [illegible] استقبال تو کیا کرے [illegible] جاتے ہوئے مسکرا کر [illegible] دل مسوس کر رہ گیا اس کے خواب بکھر رہے تھے۔

❀ ❀ ❀

جیسے جیسے دن گزر رہے تھے دل پہ اک [illegible] کرنے لگا تھا۔ لیٹے لیٹے اس نے [illegible] آج صبح کا واقعہ نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا [illegible] شب حنا سے کہہ دیا تھا کہ ناشتا وہ بنا کر دے [illegible] پھر [illegible] حسب معمول [illegible] کے ہاتھ سے زبردستی دو نوالے لیتا ہوا [illegible] حنا کو اپنے کیے کا کوئی افسوس نہ تھا۔

ایسا کب تک چلے گا' ہاتھوں کو تکیہ بنائے وہ سوچوں میں گم تھا۔ [illegible] سے اس نے جھوٹ بولا کہ دوبار چائے پی لی حالانکہ آج کسی شے پہ دل مائل ہی نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ آج حنا اس کے لیے اہتمام کرچکی ہوگی' شاید اسے اپنی آج کی غلطی کا احساس ہوگیا ہو مگر یہاں معاملہ الٹ ہی ملا۔ اب سر درد کے مارے پھٹا جارہا تھا۔ اک نظر قریب سوئی حنا پر ڈالی جو نیند کے مزے لے رہی تھی۔

"بعض لوگ دوسروں کو بے سکون کرکے خود کتنے آرام میں رہتے ہیں۔" جانے کب عمیر کی آنکھ لگ گئی۔

حنا نیند پوری کرکے اٹھی' غسل کیا' خوب صورت لباس زیب تن کیا اور بال سلجھانے لگی۔ جب عمیر کی آنکھ کھلی تو وہ سنگھار کے ارادے سے لائٹ آن کرنے لگی' عجب فخر اور غرور نے اس کے وجود کا احاطہ کر رکھا تھا۔ عمیر کو سخت کوفت ہورہی تھی یہاں تک کہ وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ حسن دو آتشہ ہوچکا تھا ایسے میں عمیر کے سامنے ماں اور بہن کا چہرہ آ گیا۔

"اٹھیں ناں' تیار ہوجائیں۔" وہ ادائیں دکھاتی بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی یوں عمیر بنا کوئی بات کیے حالات سنبھالنے کی [illegible] سے تیار ہوکر نیچے آ گیا' افشین اکیڈمی سے آ چکی تھی۔ [illegible] سب سے بھائی اور بھابی کو سلام کیا۔ راشدہ رات کے کھانے کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔

"امی! ہم باہر جارہے ہیں اور کھانا بھی کھالیں گے آپ پلیز [illegible] بیٹھیے گا۔" وہ انتہائی مشکل سے کہتا فوراً باہر آ گیا۔

راشدہ کی آنکھوں میں [illegible] عمیر [illegible] دیکھنے کی [illegible] حنا مزے سے ڈنر پر [illegible] صاف کررہی تھی مگر عمیر [illegible] سے [illegible] نوالے حلق سے نکل رہا تھا' واپسی پر [illegible] عمیر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ تب افشین کے لیے بھی پیک کرالی۔

[illegible] شدہ سونے کی تیاری کررہی تھیں' افشین پڑھ رہی تھی حنا [illegible] اوپر چلی گئی۔

[illegible] "عمیر نے اس کا دروازہ ناک کیا۔

"[illegible]" دوپٹا برابر کرتی وہ تیزی سے دروازہ کھول کر [illegible]

[illegible] تب عمیر نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا اور [illegible]

"جلدی سے کھالو' پگھل رہی ہے۔" افشین کی آنکھیں یکایک نم ہوگئیں وہ اب ماں کے پاس آ گیا۔

"امی!" آواز دیتا وہ کمرے کے اندر آ گیا۔

"آؤ بیٹا!" انہوں نے خوش دلی سے چادر تہہ کرکے اس کے لیے جگہ بنائی۔

"آپ نے کھانا کھالیا ہے ناں؟" وہ نگاہیں جھکائے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟ اتنی رات کو بھی نہ کھاتی' مجھے دوائی لینی ہوتی ہے تو جلدی کھالیتی ہوں۔ اب ذرا مطالعہ کروں گی تو نیند آجائے گی۔ جاؤ تم بھی آرام کرو۔" ازلی محبت سے وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔ عمیر دل پہ بوجھ محسوس کرتے ہوئے باہر آ گیا' گیٹ لاک کیا' لائٹس آف کیں اور دھیرے دھیرے اوپر آ گیا۔

ہلکے گلابی رنگ کی نائٹی میں ملبوس وہ نائٹ کریم کا چہرے پر مساج کرتی عمیر کے دل میں جل تھل کرگئی تھی اس نے ہولے سے اس کانچ کی گڑیا کو بازوؤں میں بھرلیا اور بیڈ پہ آ گیا۔

❀ ❀ ❀

نکھری نکھری صبح کی تمام تر تازگی نے وجود میں سرشاری سی بھردی تھی' نہا کر آیا تو حنا ہنوز بستر پر ہی تھی تب عمیر کی ساری حسیات جاگ اٹھیں۔

آج بھی سب کچھ حسب معمول ہے وہی سب کچھ اک تلخ نگاہ سرد آہ بھر کر اسے دیکھتا وہ دروازہ بند کرکے نیچے آ گیا۔ افشین ناشتا بنا چکی تھی' اخبار کی سرخیاں پڑھتی راشدہ نے [illegible] اٹھا کر دیکھا تو کھڑی ہوگئیں کسی روبوٹ کی طرح اخبار میز پہ رکھا اور کچن کی طرف جاتے ہوئے بولیں۔

"تمہارے انتظار میں تھی' لاؤ تو گرم پراٹھا بنادوں۔" عمیر خاموش تھا رات کی ساری خوب صورتیں صبح کی تلخ حقیقتوں میں گم ہوکر رہ گئی تھیں نہ جانے کب تک ایسا چلے گا؟

"طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" آملیٹ توے پر سے اتارتی وہ ذرا تشویش سے بولیں۔

یہ ماؤں کی آنکھوں میں ایسا کیا فٹ کر رکھا ہے رب نے کہ اندر کا حال جان لیتی ہیں' عمیر نے حیرت سے سوچا۔

"کچھ بھی نہیں امی!" [illegible] بازوؤں کو مسکرا کر بولا اس کا یہی انداز راشدہ کے اندر سکون بھر دیتا تھا۔

"بلڈ پریشر ہائی ہے اور بخار بھی خاصا تیز ہے یہ دوائیاں لے آؤ یار!" شفیق نے اسے پرچی تھمائی۔ "خالہ جان! اب کیسی پریشانی ہے؟ اس کھامنر کی شادی ہو چکی ہے فکر کی کیا بات ہے؟" وہ مسکرا کر شرارتی انداز میں بولا تو عمیر نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور دونوں باہر آ گئے۔ وہ قریبی میڈیکل سٹور سے دوائیاں لے آیا اور انہیں کھلا دیں۔

"امی! آپ آرام کریں میں دروازہ بند کر دیتا ہوں آپ کو نیند آ جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" محبت سے ماں کو کمبل اوڑھا کر وہ دروازہ بند کر کے باہر آ گیا۔

کتنی خاموشی تھی گھر میں، بیرونی گیٹ بند کر کے وہ آفس فون کرنے لگا کہ دو گھنٹے دیر سے آئے گا، مطمئن ہو کر وہ اوپر چلا آیا۔ شہزادیوں کی طرح راج کرتی حنا ابھی تک بیڈ سنبھالے ہوئے تھی۔ عمیر کا غصہ انتہا پر جا پہنچا تھا۔

"اُف!" یک دم وہ سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ ماں بیمار تھی اس وقت وہ کسی بدمزگی کا متحمل نہ ہو سکتا تھا پر کیا کرتا انسان تھا۔ تھوڑی دیر بعد اوں آں کرتی، انگڑائیاں لیتی وہ اٹھ بیٹھی۔ سامنے صوفے پر بیٹھے عمیر کو دیکھا پھر ٹائم۔

"کیا ہوا؟؟ آپ آفس نہیں گئے ابھی تک؟" بالوں کو سمیٹتی خمار آلود لہجے میں بولی تو عمیر اک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

"امی کی طبیعت بہت خراب ہے اور تم ہر بات سے بے خبر۔" عمیر نے جملہ ادھورا چھوڑا اور کھڑا ہو گیا اور حکمیہ انداز میں بولا۔

"ان کے لیے دلیہ بنا دو میں آفس جا رہا ہوں۔" اس کے انداز میں قدرے پریشانی تھی۔

منہ بناتی، بنا کچھ کہے وہ واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

"اونہہ! ڈرامے بازیاں، کسی طرح ملازمہ بن جاؤں۔ دیکھ لوں گی سب کو۔" وہ جان بوجھ کر دیر لگاتی رہی جب کہ عمیر خون کے گھونٹ پی رہا تھا۔ ابھی تک حنا کے مزاج کو نہ سمجھ پایا تھا، مصلحت مگر کب تک، وہ بچہ نہ تھا۔ اتنے میں حنا آ گئی اس کے چہرے پر تنفر واضح تھا۔

"انشین کہاں ہے؟" اک تلخ سوال، عمیر کو اندر تک کھولا گیا، وہ کھڑا ہوا اور حنا کو گھور کر رہ گیا۔

"اسے آج چھٹی کر لینی چاہیے تھی۔" حنا کے الفاظ تھے کہ انگارے۔ عمیر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ مصلحت کی چادر ہاتھوں سے پھسل رہی تھی۔ اندر ہی اندر جو لاوا اب تک پک رہا تھا آج باہر آنے ہی والا تھا۔ اسے ماں کا خیال ہونا چاہیے تھا۔

عمیر کی برداشت کی انتہا آخری حدوں پر آ گئی تو نہ چاہتے ہوئے اس کا ہاتھ حنا کے بائیں گال پر نشان چھوڑ گیا۔ پہلے تو وہ صورت حال کو ہونقوں کی طرح دیکھتی رہی پھر کمرے میں اک طوفان برپا ہو گیا۔ عمیر کے اندر باہر دھماکے ہو رہے تھے۔

"بند کرو اپنی بکواس!" وہ دہاڑا۔

"میں... میں یہاں اک پل نہیں رکوں گی اب۔" چیختی چلاتی وہ بیگ میں کپڑے ٹھونسنے لگی۔

عمیر شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، شور مچاتی دھم دھم کرتی سیڑھیاں اترنے لگی کہ راشدہ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ دھڑکتے دل اور چکراتے سر کو سنبھالتی دروازے تک آئیں، باہر عجب نظارہ تھا، بیگ سنبھالے وہ طوفان کی طرح شور مچا رہی تھی، عمیر پیچھے غصے سے اترا۔

"کیا ہوا؟" وہ آگے بڑھ کر نقاہت و حیرت سے بولیں۔

"جا رہی ہوں میں اپنے گھر، مارا ہے انہوں نے مجھے۔" ایک ہاتھ سے آنکھیں صاف کرتی وہ گیٹ کی جانب تیزی سے جا رہی تھی۔

"عمیر روکو اسے لوگ کیا کہیں گے۔" وہ بے ربط بول رہی تھیں۔

"جانے دیں امی! ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔" عمیر بھی فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

"حنا بیٹی رکو۔" وہ آوازیں دیتی اس کے پیچھے لپکیں مگر حنا دھاڑ سے دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔ راشدہ بہت بری گھڑی تھیں ان کی طبیعت بگڑنے لگی۔

"امی پلیز آپ اندر چل کر لیٹیں۔" عمیر کو ان کی دگرگوں حالت کا اندازہ ہوا۔

"کیا ہوا مجھے بتاتے کیوں نہیں؟ کیوں گئی ہے حنا؟" بیڈ پر بیٹھ کر وہ بولیں اور گہرے گہرے سانس لینے لگیں۔ عمیر دوڑ کر پانی لے آیا اور انہیں ہولے ہولے ساری بات بتا دی۔

"بہت غلط کیا تم نے مجھے اسی دن کا ڈر تھا [illegible] نہیں کرنی تھی میں۔" وہ رونے لگیں تو عمیر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مگر اگلے ہی پل حنا کی خودسری یاد آئی تو احساس ندامت بہت پیچھے چلا گیا۔

"امی پلیز! کچھ نہ سوچیں سب ٹھیک ہو جائے گا [illegible] کو بلواتا ہوں۔" وہ راشدہ کو تسلی دیتا باہر آ کر فون کرنے لگا۔ [illegible] اثر تھا کہ راشدہ کچھ ہی دیر میں گہری نیند سو گئیں۔

پورا گھر بھائیں بھائیں کر رہا تھا، پتا نہیں کیا غلط تھا کیا ٹھیک۔ اب تو جو ہونا تھا ہو چکا، سوچوں میں الجھا بیٹھا تھا آفس بھی نہ گیا۔ بہت دیر گزر گئی کہ انشین آ گئی۔

راشدہ جاگ گئی تھیں ان کے لیے موجودہ صورت حال تکلیف دہ تھی۔ انشین کو پتا چلا تو حیرت زدہ رہ گئی۔ شادی کو عرصہ ہی کتنا ہوا تھا اور وہ ناراض ہو کر چلی گئی۔

"چھوڑو سب باتیں، امی کے لیے کچھ بناؤ۔ میں تمہارے اور اپنے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔ آپی آ جائیں تو مل کر رات کا کھانا بنا لینا۔" عمیر افسردہ لہجے میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ آج ماسی بھی چھٹی پر تھی۔ انشین راشدہ کے لیے پھیکا دلیہ بنانے لگی، شکر تھا کہ اگلے دو دن چھٹی تھی، عصر سے پہلے نورین آ گئی۔ بچے نانی کی محبت میں ان کے پاس جا بیٹھے۔ عمیر بھی نورین اور بچوں کے پاس چلا آیا۔ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو سزا یافتہ محسوس کر رہا تھا۔

"اف امی! یہ تو بہت برا ہوا اب کیا کریں؟" نورین کی آواز کانوں میں آئی جب وہ کمرے میں داخل ہوا۔

"السلام علیکم آپی! اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، جیسے گئی ہے آ جائے گی۔ اتنی نازک ہے تو رہے اپنے گھر میں۔" عمیر [illegible] سے بولا۔

"تمہارا دماغ درست نہیں ہے۔" راشدہ تڑپ کر بولیں۔ "گھر کی عزت ہے وہ، کیوں لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع دے رہے ہو۔ جیسے صورت حال چل رہی تھی، چلنے دیتے، کبھی تو [illegible] ہو جاتا۔"

"بس کریں اس سے زیادہ میں برداشت نہیں کر سکتا [illegible] بجے اٹھتی ہے آپ خود سوچیں آپی! دن بھر امی اور [illegible] تک مجھے ناشتا بنا کر نہیں دیا، کپڑے [illegible] دوپہر کو آؤ تو سوئی ہوئی ہے، شام کو روزانہ سیر [illegible] نہیں چلتے اپنے غرور پر، من مانی پر۔ دوسروں کو [illegible] چاہتی ہے تو رہے اپنے باپ کے گھر، مجھے کوئی [illegible] کی عورت سے جو گھر کو گھر ہی نہ سمجھے۔" [illegible] دھیما بھائی آج کس قدر تلخ ہو رہا تھا۔

"[illegible] جاؤ۔" نورین نے اسے بازو سے تھام کر کرسی پر بٹھایا۔ "[illegible] ٹھیک کہہ رہے ہو مگر ایسے ہوتا نہیں ہے [illegible] کیا جائے آخر [illegible] کو سمجھانا تو [illegible] ہوئی ہے اسے سنوارنا تو ہے نا، امی کی طبیعت خراب ہے ایسا کرو تم اسے جا کر ابھی لے آؤ۔" نورین کی بات پر وہ مزید طیش میں آ گیا۔

"واہ آپی واہ! الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، مجھ سے ایسی امید مت رکھیے گا کہ میں جاؤں گا تاکہ وہ اور شیر ہو جائے، جیسے گئی ہے ویسے آئے گی اور آپ میں سے بھی کوئی نہیں جائے گا ورنہ...!" وہ مٹھیاں بھینچتا بات کو نامکمل چھوڑ کر کمرے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا گھر سے باہر چلا گیا۔

❀ . ❀ . ❀

چار دن ہو گئے تھے نورین نے فون پر حنا کی والدہ ثمرہ بیگم سے بات کی، پہلے تو وہ کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھیں پھر کہا۔

"جب حنا ہی نہیں چاہتی تو میں کیا کروں اور اگر زور دوں گی تو سوتیلے پن والی بات ہو گی پھر عمیر نے اسے مار، زیادتی کی۔ پھولوں کی چھڑی سے بھی کسی نے اسے نہ چھوا تھا۔ بہرحال میں اسے اطلاع دے دوں گی۔"

"آپ اسے سمجھائیے تو سہی نادانی نہ کرے اپنا گھر اپنا ہوتا ہے۔" نورین کو اب حنا سے زیادہ اس کی ماں پر غصہ آ رہا تھا۔ احمقانہ سوچ کی مالک تھیں، آخر اس نے تھک کر فون بند کر دیا۔

راشدہ کی طبیعت ہنوز خراب تھی، عمیر سے بھی کم بات کرتیں۔ ان کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ وہ حنا کو لے آئے مگر وہ بھی اپنی انا اور خودداری کے علم کو اونچا کیے دن گزارے جا رہا تھا۔

"ہیلو! عروج کیسی ہو؟" کئی دنوں سے بند موبائل آن کر کے اس نے عروج کو کال ملائی۔

"جی رہی ہوں۔" عروج کی آواز میں دکھ رچا تھا، حنا کو تجسس ہوا۔

"کیا ہوا اتنی اداس کیوں ہو؟" حنا حیرت سے بولی، یک دم عروج تڑپ کر رونے لگی۔

"میں پچھلے دو ماہ سے میکے میں ہوں حنا! زاہد مجھے لینے نہیں آیا، میری ساس کہتی ہے تین سال میں یہ تمہیں بچہ نہیں دے سکی الٹا فساد مچاتی ہے۔ دفع کرواسے، ہائے کیا راج کے دن تھے حنا! اب تو بھائیوں بھابیوں کے طنز در باتیں ہیں۔"

"مگر تم تو کہتی تھیں کہ اپنا راج ہے تم ملکہ ہو وہ سب کیا تھا؟" حنا کو اس کی باتوں پر دکھ ہوا۔ عروج کے رونے میں اور شدت آ گئی۔

"غلط کہتی تھی، الٹی کھوپڑی تھی میری، اب عقل آئی۔ لڑ جھگڑ کر من مانی کرتی رہی اور آج اس حال میں ہوں۔"

"بس عروج چپ ہو جاؤ۔" حنا کے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے "وہ بھی تو اپنا گھر برباد کرنے پر تلی تھی۔

"تو... تو تم خود چلی جاؤ ناں۔" حنا ہکلاتے ہوئے بولی۔

"خود... آہ... اب کیسے جاؤں؟ زاہد نے مجھے طلاق بھجوا دی ہے۔" عروج اب کے بیا رو دی کہ حنا کانپ کے رہ گئی۔

طلاق... حنا کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ دماغ ماؤف ہونے لگا۔

"اچھا پلیز چپ ہو جاؤ۔" حنا غائب دماغی سے بولی۔

"سنو حنا! مجھے معاف کر دینا میں نے تمہیں بہکایا تھا تم خود سوچو سسرال بھی تو اپنا گھر ہوتا ہے مگر ہم لڑکیاں اپنی راج دھانی کے چکر میں بہت اونچا اڑنے لگتی ہیں ہوش تب آتا ہے جب منہ کے بل زمین پر گرتی ہیں پلیز مجھے معاف کر دینا میری طرح خود کو تباہ مت کرنا۔ خدا تمہیں اپنے گھر میں شاد و آباد رکھے آمین۔" عروج نے روتے روتے فون بند کر دیا اور حنا اس نئی تکلیف دہ صورت حال پر ہکا بکا تھی۔ راشدہ افشین نورین کب اسے اچھے لگتے تھے۔ وہ تو اپنا دامن ان سے چھڑا لائی تھی اور عمیر آج پچیس دن ہو گئے تھے اس نے پلٹ کر خبر نہ لی اُف کس قدر غلطی پر تھی میں اور ماما وہ مجھے زبردستی کیوں نہیں چھوڑ آئیں حنا کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں اپنا بیوٹی پارلر تھا ثمرہ بیگم اسی میں مگن تھیں۔

"ٹھیک کیا تم نے یہ عمیر کی سزا ہے جب تک خود نہ آئے معافی نہ مانگے میں ہرگز تمہیں نہ بھیجوں گی۔" جب وہ آئی تھی تو انہوں نے اسے پیار کرتے ہوئے یہی کہا تھا تب حنا بھی جوش میں تھی سوتیلی ماں کی محبت کا دم بھرنے میں بے خودی دن گزر رہے تھے کہ ایک دن اچانک سلیمان صاحب بغیر اطلاع دیئے آ گئے حنا ان کے گلے لگ کر سسک اٹھی۔ وہ اسے یہاں دیکھ کر خوش تو بہت ہوئے پھر اس کی پیشانی چوم لی۔

"ارے کیا ہوا؟" انتہائی محبت سے اسے گلے لگاتے ہوئے بولے تو حنا نے [illegible] منہ موڑ دیا۔

"بغیر بتائے آ گئے آپ؟" ثمرہ اٹھ کر بولیں۔

"بھئی دل چاہا آ گئے۔" وہ خوش دلی سے بولے اور حنا کے اترے چہرے کو کھوجنے لگے۔

"عمیر کیسا ہے؟ تمہارے سسرال میں سب خیریت سے ہیں ناں؟" ان کی چھٹی حس نے کسی گڑبڑ کا احساس دلایا تھا۔

"حنا جاؤ بیٹا چائے بنواؤ۔" ثمرہ اسے ہٹانے کی غرض سے بولیں تو حنا تھکے تھکے قدموں سے باہر چلی گئی تب ثمرہ نے نمک مرچ لگا کر سارا واقعہ بتایا۔

"یہ تو بہت برا ہوا آج اتنے دن ہو گئے ادھر سے کوئی نہیں آیا؟" وہ حد درجہ پریشان تھے۔ "میاں بیوی میں کئی طرح کے جھگڑے ہوتے ہیں مگر حنا کو اس طرح گھر چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔ عمیر نے بھی کوئی رابطہ نہیں کیا؟" وہ پریشانی سے بولے۔

"نہیں! ہاں مگر اس کی بہن نے ایک دو بار فون کیا۔ آپ خود سوچیں ہماری بچی پر تشدد ہوتا رہا اور ہم بے خبر رہے اب جب کہ وہ خود وہاں نہیں جانا چاہتی تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔" ثمرہ کے انداز میں بے پروائی تھی جو سلیمان صاحب کو خوب کھلی۔

"تم نے سمجھایا ہوتا خود چھوڑ آتیں۔ بیٹیوں کا گھر میکے کے جھکنے سے ہی آباد ہوتا ہے۔" وہ تشویش سے بولے۔

"خیر آپ آتے ہی پریشان ہو گئے اٹھیں فریش ہو جائیں میں چائے لگواتی ہوں پھر کھانا کھا لیجیے گا۔ جواد بھی آنے والا ہوگا۔ کتنے دنوں سے آپ کو یاد کر رہا تھا بہت خوش ہوگا آپ کو دیکھ کر۔" ثمرہ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر محبت سے بولیں تو سلیمان صاحب گہرا سانس لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ حنا کا ستا ہوا چہرہ ان کے کلیجے پر برچھیاں مار رہا تھا۔

"خدایا تو ہی رحم فرما عمیر تو بے حد سلجھا ہوا شریف سا بندہ ہے گھر والے بھی وضع دار مرنجاں مرنج جانے اصل معاملہ کیا ہے۔" وہ مسلسل ایک ہی بات سوچ رہے تھے۔

❀ ❀ ❀

کئی راتوں سے نیند روٹھی ہوئی تھی آج کتنے دن ہو گئے تھے اب دن صدیوں جیسے لگنے لگے تھے۔ عمیر... اس کے لبوں سے محبوب کا نام ابھرا اور آنسو بند توڑ کر بہہ نکلے۔ عروج کو اس کی غلطیوں کی سزا ملی تو کیا مجھے بھی عمیر... نہیں... وہ گھبرا کر بستر سے اٹھی اور کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی آخری راتوں کے چاند کی ہلکی مدھم روشنی میں اس کے دل کی طرح [illegible] نمی سی تھی۔

گھر محبتوں اور قربانیوں سے بستے ہیں گھر تو کب سمجھا تم نے؟ ضمیر کی آواز پر وہ چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی ہر جانب اپنی غلطی اپنا قصور دکھائی دیا۔ پیار [illegible] کرنے والی ساس [illegible] پڑھائی میں جتی بے ضرر [illegible] کبھی بھار رونق بکھیرنے والی نورین اور [illegible] اور سب سے بڑھ کر عمیر کی چاہت محبت جس میں وہ تن من

منہ چڑھی تھی۔ اس سے دوری سوہان روح تھی۔ کتنی ہی دیر وہ اپنا محاسبہ کرتی رہی نجانے کس پہر جا کر نیند آئی۔

نتیجتاً اگلی صبح وہ شدید بخار میں پھنک رہی تھی۔ سلیمان صاحب بچی کے لیے اور زیادہ دکھی ہو گئے اس وقت بھی وہ دوا کے زیر اثر نیند میں تھی۔ رنگ زرد ہو رہا تھا تب وہ کچھ سوچ کر ثمرہ کو ہدایت دے کر ریحان سے ملنے چلے آئے رات کے آٹھ بج رہے تھے ریحان ابھی دکان سے لوٹا تھا۔ ڈور بیل بجنے پر نورین نے آ کر سلیمان صاحب کا بتایا تو وہ ان کا نام سن کر چونکے نورین کو بھی حیرت ہوئی۔ سلیمان صاحب کا سر جھکا ہوا تھا نورین کو بہت دکھ ہوا۔

"بیٹا! میں چند روز قبل آیا ہوں مجھے معلوم نہیں معاملہ کیا ہے تم مجھے کھل کر بتاؤ اگر حنا کا قصور ہوا تو میں اسے خود چھوڑنے آؤں گا۔" تب نورین نے انہیں مختصراً سب کچھ صاف صاف بتا دیا تاکہ وہ بھی حقیقت سے باخبر ہو کر اصل بات سمجھ جائیں اتنے میں ملازمہ چائے اور دیگر لوازمات لے آئی۔

"بخدا تم سب گھر والے سچے اور حق پر ہو حنا نادانی میں بے وقوفیاں کرتی رہی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ثمرہ زیادہ قصوروار ہے جو اسے سمجھا کر گھر چھوڑ آتی۔ بہرحال اب پریشان نہ ہو جیسے ہی اس کی طبیعت ٹھیک ہوئی میں خود اسے لے کر آؤں گا اور راشدہ بہن سے دست بستہ معافی مانگوں گا۔"

"نہیں... نہیں انکل! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔" ریحان ایک دم ان کے پاس جا بیٹھا اور ان کے ہاتھ تھام کر بولا۔ "آپ نے سب سمجھ لیا بس اتنا ہی کافی ہے ہم شریف اور عزت دار لوگ ہیں دوسروں کی بیٹی کو اپنی بیٹی سمجھتے ہیں۔" ریحان نے تسلی سی دی۔

"انکل زیادہ طبیعت خراب ہے تو میں اور ممی حنا سے ملنے آ جائیں۔" نورین بے چین ہو کر بولی۔

"ضرور آؤ بیٹی اگر ابھی نہیں میں خود اسے دو چار روز میں لے آؤں گا اب مجھے اجازت دو۔" وہ خالی کپ پرچ میں رکھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"راشدہ بہن کو میرا سلام کہیے گا۔" وہ جاتے جاتے رک کر نورین کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے تو نورین نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ ریحان انہیں گیٹ تک چھوڑنے آیا۔

❀ ❀ ❀

دو روز کے شدید بخار کے بعد آج وہ بہتر تھی نرم گرم دھوپ میں بیٹھی تھی۔ لان بہار کے پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ حنا کا ثمرہ نے بہت خیال رکھا خود سلیمان صاحب نے بھی مگر دل کی بے چینی کا کیا علاج۔ عروج کا دکھ اسے اندر ہی اندر تڑپا رہا تھا۔ آج موسم بے حد خوش گوار تھا۔ ثمرہ فروٹ باسکٹ لے کر لان میں چلی آئی سلیمان صاحب بھی ہمراہ تھے۔

"کیسا ہے میرا بیٹا؟" وہ اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھ کر محبت سے بولے۔

"ٹھیک ہوں بابا بہت بہتر۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ایسا ہے بیٹا جانی کہ کل شام ہم دونوں آپ کو آپ کے اصلی گھر چھوڑنے جا رہے ہیں جو ہوا سو ہوا بیٹیاں اپنے گھروں میں بستی اچھی لگتی ہیں۔ اپنے شوہر کے ساتھ اونچ نیچ اور چھوٹی موٹی باتیں گھروں میں ہو جایا کرتی ہیں۔ سمجھ دار بیٹیاں وہ ہوتی ہیں جو سسرال کو اپنا گھر سمجھیں ان کے دکھوں کو اپنا دکھ سمجھ کر ان کے ساتھ تعاون کریں۔ انا خودداری من مانی سب بے کار و بے معنی ہیں۔ تمہارے سسرال میں تو بھی محبت کرنے والے ہیں افراد ہی کتنے ہیں؟ راشدہ بہن بہت نیک اور فرشتہ صفت خاتون ہیں اور عمیر بھی بہت سلجھا ہوا اچھی عادات کا انسان ہے۔ کوشش کی جائے بیٹا کہ شوہر کو غصہ نہ دلایا جائے نہ مقابلہ پر اترا جائے۔ ہم دونوں تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔" حنا کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تو ثمرہ نے اسے گلے سے لگا لیا۔

"میں نے تم پر اس لیے بھی زور نہیں دیا تھا کہ تم خود فیصلہ کرو اگر میں زبردستی کرتی تو تم مجھ سے متنفر ہو جاتیں۔" ثمرہ نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"بس ثمرہ! اس موضوع پر اب کوئی بات نہ ہوگی تم لوگ کل شام کو تیار رہنا اور جواد کو بھی اکیڈمی مت جانے دینا وہ بھی ہمارے ساتھ جائے گا۔" انہوں نے ثمرہ سے کہا۔

"چلو اب کچھ شاپنگ کرنی ہے وہ کر آئیں۔" ثمرہ نے اٹھتے ہوئے کہا اور ندامت کے آنسو لیے حنا کمرے میں آ گئی۔

بابا نے میرا بھرم رکھ لیا کچھ بھی تو نہیں کہا مگر عمیر جانے میرے ساتھ اب کیا سلوک کرے۔ اب سب کچھ مجھے برداشت کرنا ہوگا۔ ہمت و حوصلے سے ایک نئی حنا بن کر اپنے آشیانے کو بکھرنے سے بچانا ہے۔ میری محبت چاہت عمیر کو جیت لے گی۔

اس کے لبوں پر ایک شرمیلی مسکان رقصاں تھی اپنے گھر جانے کی سرشاری تھی وہ ابھی سے بیگ میں سامان رکھنے لگی پھر کل

شام سے پہلے ثمرہ نے سے دلفریب کام دار سوٹ دیا، ہلکا پھلکا میک اپ کیا، جیسے کی پہن کر وہ چاند کو شرمانے لگی گویا آج رخصتی ہو رہی ہو۔

سلیمان صاحب مٹھائی اور فروٹ کے ٹوکرے گاڑی میں رکھوا رہے تھے، نیکلس وہ پہلے ہی حنا کو تھما چکے تھے، جو دلہن بھی تیار ہو کر مزے سے رہا تھا۔

دھڑکنوں کو سنبھالتی وہ گاڑی میں ثمرہ کے ہمراہ آ بیٹھی، خاموش جانے اب کیا ہوا تھے رفتہ رفتہ سے گئی گئی سے ندامت نے آ گھیرا۔ گیٹ پہ گاڑی رکی تو جواد نے بیل بجائی۔

چند لمحوں بعد عمیر باہر آیا، ہکا بکا رہ گیا۔ جلدی سے آگے بڑھا اور انتہائی اکرام سے سلیمان صاحب کے گلے جا لگا۔

"آئیے اندر آئیے!" بے حد احترام سے وہ ثمرہ سے مخاطب ہوا اور ساتھ کھڑے مہکتے وجود پر اک نگاہِ غلط بھی نہ ڈالی۔

حنا کا دل کٹ کر رہ گیا۔ سب اپنا کیا دھرا تھا، آنسوؤں کا گولہ حلق میں پھنس گیا۔ نپے تلے قدم اٹھاتی وہ سب کے ہمراہ اندر آ گئی، خاموش تھی، عمیر انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

"بیٹھیے پلیز میں امی کو بلا لاؤں، ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔" عمیر کی آواز میں تشویش تھی۔ وہ کہتا ہوا باہر چلا گیا، حیران حیران تھوڑی دیر بعد وہ راشدہ کو لیے آہستہ آہستہ اندر آ گیا۔ ثمرہ جلدی سے آگے بڑھ کر ملیں۔

"ارے! میری بیٹی آ گئی ہے۔" حنا گویا خواب میں چلتی ان کے گلے جا لگی تو راشدہ کے اندر جیسے توانائیاں بھر گئیں۔

"آداب بہن جی!" سلیمان صاحب نے کھڑے ہو کر تعظیماً کہا تو وہ مسکرا دیں۔

"میں بہت شرمندہ ہوں، بہن جی! یہ آپ کی بہو بھی ہے اور بیٹی بھی اور نادان بھی، جو حماقتیں یہ کرتی رہی اسے معاف کر دیں۔" حنا سر جھکائے سب کچھ دھڑکتے دل سے سن رہی تھی اس کے گرد راشدہ نے بازو پھیلا کر اسے اپنے قریب کر رکھا تھا جیسے دوبارہ کہیں چلی نہ جائے۔

"ارے کیسی باتیں کرتے ہیں آپ، بس اب کوئی بات نہ کریں، میری بیٹی آ گئی ہے میں اور کچھ نہ سنوں گی۔" راشدہ کے لبوں سے شہد ٹپک رہا تھا۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی! ہم تو آپ کی امانت لوٹانے آئے ہیں۔ بیٹا عمیر! وہ گاڑی میں کچھ سامان ہے وہ اتروا لو۔ جاؤ جواد! بھائی کے ساتھ۔" ابھی وہ باہر جا ہی رہے تھے کہ ریحان اور نورین بھی آ گئے۔ بچے خوب چہک رہے تھے انہیں تو معلوم نہ تھا تاہم عمیر کے بتانے پر وہ مصنوعی خوشی اور خوشی خوشی اندر داخل ہو گئے۔ حنا نورین سے گلے جا لگی اور ریحان تو سب سے تھوڑی دیر میں حنا افشین بھی کینڈی لے آئی۔

"آپ سب بیٹھیں میں کھانا لے کر آتا ہوں۔" ریحان اٹھنے لگا تو سلیمان صاحب نے اسے روک دیا۔

"ہم کچھ نہیں کھائیں گے، ہمیں اجازت دیں، خدا آپ سب کو خوش رکھے۔"

"نہیں انکل! چائے تو ضرور چلے گی۔" نورین اور افشین کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

مٹھائی اور چائے سے تواضع ہوئی، یوں سب مسکراتے ہوئے خوش دلی سے چلے گئے۔ ریحان اور نورین بھی جانے لگے، کل بچوں کا پیپر تھا سب اس سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے مگر عمیر ابھی تک دل میں کدورت لیے بیٹھا تھا، راشدہ بھی یوں بیٹھی تھیں گویا بھلی چنگی ہوں، کھانا لگا کر حنا افشین کے ساتھ سامان سمیٹنے لگی۔ برتن صبح ماسی نے دھوئے تھے، عمیر ماں کو کمرے میں لٹا کر دوائی وغیرہ دے کر افشین کو چائے کا کہہ کر کچن میں آ گیا۔ حنا کافی تبدیل نظر آ رہی تھی۔ راشدہ خوش تھیں کہ بیٹے کا گھر پھر سے آباد ہو گیا ہے، عمیر اوپر جا چکا تھا۔

"جاؤ بیٹا آرام کرو۔" اس کا ماتھا چوم کر وہ بولیں۔ تب وہ لرزتے قدموں سے اوپر جانے لگی۔

اب کیسے سامنا ہوگا، اب تک تو سب لوگ تھے اب تنہائی۔ دروازہ ادھ کھلا تھا، عمیر شاید واش روم میں تھا۔ وہ دروازہ بند کر کے اندر آ گئی، ابھی وہ وہیں کھڑی تھی کہ واش روم کا دروازہ کھلا، عمیر باہر آیا، لباس تبدیل ہو چکا تھا۔ چہرے پر سنجیدگی تھی اور ماتھے پر بل جو اس کی اندرونی کیفیت کے غماز تھے۔ ابھی وہ کھڑی کچھ سوچ رہی تھی کہ دروازہ ناک ہوا، افشین چائے لائی تھی دو مگ، گرم گرم بھاپ اڑاتی خوشبو دار چائے۔

"ارے بھابی! آپ بیٹھیں ناں، یہ لیں گرم گرم مزے دار میرے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے۔" افشین نے درمیانی میز پر ٹرے رکھا اور ایک مگ عمیر کی مخصوص جگہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر دوسرا مگ اٹھا کر حنا کو ساتھ لے کر صوفے پر آ بیٹھی، اس کی اتنی محبت پر حنا جزبز ہو رہی تھی کہ اتنے میں حنا خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

"بھابی پلیز دوبارہ مت جائیے گا آپ ہمارے گھر کی رونق ہیں آپ کے دم سے خوب صورتی ہے۔" افشین کی آواز

گلوگیر ہوگئی تو حنا مارے ندامت کے سر جھکا کر گھونٹ گھونٹ چائے پینے لگی۔

"اچھا بھائی! میں چلتی ہوں شب بخیر بھیا۔"

"شب بخیر گڑیا!" عمیر محبت میں اسے گڑیا کہا کرتا تھا۔ وہ دروازہ بند کر کے باہر چلی گئی۔

عمیر نے اک سرسری نگاہ اس پر ڈالی' گہرے فیروزی رنگ کے کامدار سوٹ میں دل میں اتر جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔ نگاہیں نیچی کیے چائے پی رہی تھی۔ سر تا پا بدلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی مگر عمیر کے دل میں جو بال آچکا تھا' اسے نکالنا فی الحال مشکل نظر آرہا تھا۔ چائے کا آخری گھونٹ لے کر اس نے کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

حنا اٹھی اور اپنا شب خوابی کا لباس نکالا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی جو مان اور اعتماد اس کے اندر پہلے تھا اب اس کی جگہ خوف اور ڈر نے لی ہوئی تھی۔ عروج کے ساتھ ہونے والے تلخ واقعے نے اسے اندر تک جھنجوڑ ڈالا تھا پھر عمیر کا یہ رویہ۔

اب وہ اس کی جانب اک نگاہ ڈالنے کا بھی روادار نہ تھا۔ حنا الٹا خود کو اس کے لیے اضافی بوجھ تصور کر رہی تھی۔ واپس بیڈ روم میں آئی تو کروٹ لیے عمیر سوتا بنا رہا۔

"کیا کروں اب؟" اس کے اندر اسی سوال کی گردش تھی۔

لائٹ آف کر کے وہ بیڈ کے دوسرے کنارے پر آ گئی۔ ہمت نہ پڑ رہی تھی کہ اسے مخاطب کرتی' چھو سکتی' کچھ کہہ سکتی۔ معافی ہی طلب کر لیتی مگر وہ تو بالکل ہی اجنبی اور بیگانہ رویہ لیے ہوئے تھا اک بار بھی مخاطب نہ کیا تھا۔

کمرے میں ہلکی نیلگوں روشنی کا راج تھا اور گہری جامد چپ' کچھ سوچ کر وہ آگے بڑھی اور عمیر کے بائیں کندھے پر اپنا نازک ہاتھ رکھا۔ یکدم وہ [illegible]

"ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔" عمیر کی آواز میں نفرتوں کا [illegible] جیسے [illegible] کروٹ [illegible] پیچھے [illegible] نے [illegible] وہ تو کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھا۔

"بند کرو یہ ناٹک ورنہ [illegible] کر کے رکھ دیا [illegible] نفرت [illegible]"

حنا [illegible] سے صاف [illegible] آ بیٹھی پھر جانے کس لمحے [illegible] نیند [illegible] روٹین کی طرح فجر کے وقت اس کی آنکھ کھل گئی۔

سر بھاری تھا اور نیچے سونے کے سبب جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا مگر صبر کی سل اب اس کے سینے پر دھری تھی۔ خدا سے شکوہ نہیں کرتا تھا بلکہ شکر ادا کرتا تھا وہ ہولے سے اٹھی پھر بھی چوڑیاں بج اٹھیں۔ بیڈ پر لیٹے عمیر نے کروٹ بدلی اور دیکھا کہ وہ واش روم میں جا رہی تھی' حیرت زدہ ہی تو رہ گیا کہاں دن چڑھے اٹھنے والی آج دن چڑھنے کے انتظار میں اٹھ بیٹھی تھی۔ وضو کر کے آئی تو عمیر مزید حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوا۔

تپائی پر سے جائے نماز اٹھا کر وہ بکل مارے نماز ادا کرنے لگی۔ کایا پلٹی لگ رہی تھی مگر عمیر کے دل کا معاملہ جوں کا توں تھا۔

ڈرامے باز فریبی ڈھونگ رچا رہی ہے مجھے دکھا رہی ہے کہ میں کتنی نیک ہوگئی ہوں اونہہ.... اس نے نفرت سے سوچا۔

عمیر بھی نماز کے ارادے سے اٹھ بیٹھا' جب واپس آیا تو وہ صوفے پر بیٹھی لبوں سے کچھ ادا کر رہی تھی وہ تو سحر خیزی کا اور نماز کا پابند تھا مگر حنا کو آج پہلی مرتبہ علی الصبح اٹھتے پایا تھا۔ نماز پڑھ کر وہ دوبارہ لیٹ گیا' نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

کمرے کی خاموشی کو حنا کی چوڑیوں کی کھنکھناہٹ تھوڑی تھوڑی دیر بعد توڑ ڈالتی۔ عمیر کچھ دیر لیٹا رہا' ذرا روشنی پھیلی تو وہ ہولے ہولے اٹھی' خالی مگ ٹرے میں رکھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

عمیر اس نئی صورت حال پر انگشت بدنداں ہی تو تھا۔

کتنے دن اس نے اذیت کی بھٹی میں سلگ سلگ کر گزارے تھے۔ ماں کی حالت یاد آئی تو حنا کے لیے غصے اور نفرت کی بھرپور لہر وجود میں سرایت کر گئی۔ [illegible] سکے ہوں' پریشان ہو سول تمہیں کیا [illegible] تڑپایا [illegible] عمیر نہیں۔ تم نے میری محبت اور [illegible] دیکھی ہے [illegible] نفرت نہیں۔ [illegible] دیکھو گی [illegible] اب مجھ پر اثر کرنے والے نہیں' وہ سر جھٹک کر [illegible] جانے کی تیاری کرنے لگا [illegible] ہی ڈھونڈ ڈھانڈ کے ایک شرٹ نکالی' [illegible] بار اشمین سے کہنا اچھا نہ لگتا تھا وہ بھی کالج جاتی پھر اکیڈمی آ کر گھر کے کام' شرٹ پریس کر کے وہ تیار ہونے لگا۔ تیار ہو کر خوشبو بکھیرتا [illegible] راشدہ [illegible] کالج جانے کے لیے تیار ہو رہی [illegible] کچن میں [illegible] کی طرح وہ ناشتہ بنانے میں مگن تھی۔ آہٹ اور خوشبو پر بھی اس نے مڑ کر نہ دیکھا۔ عمیر ماں کے پاس چلا آیا' ان کے چہرے پر خوش گوار مسکراہٹ تھی۔ ایک مکمل' خوب صورت مسکراہٹ۔ عمیر کے اندر اطمینان اتر آیا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے ناں امی! خدا آپ کو ہمیشہ صحت والی لمبی عمر کے ساتھ سلامت رکھے۔" ماں کے گرد بازو پھیلا کر وہ انتہائی محبت سے بولا۔

"میری بہو آ گئی ہے بس اسے کچھ مت کہنا۔" راشدہ نے اسے ایک بار پھر سمجھایا' تو عمیر محض "ہوں" کر کے رہ گیا۔ اتنے میں وہ راشدہ کے لیے چائے اور سلائس لے آئی' راشدہ اسے دل سے دعائیں دینے لگیں۔

"بیٹا! میں کچن میں ہی آرہی تھی تم یہاں کیوں لے آئیں' میں بھی چنگی ہوں۔ چلو آؤ سب وہیں چل کے ناشتہ کرتے ہیں۔" خاموشی سے ٹرے اٹھا کر حنا کچن میں آ گئی اور عمیر کے لیے پراٹھہ بنانے لگی بالکل خاموش' اشمین بھی کالج یونیفارم میں اندر آ گئی۔

"آداب بھیا بھابی!" سلام کر کے وہ دوسرے چولہے پر چائے کا پانی رکھنے لگی۔

"تم بیٹھو ناشتہ کرو' میں بنا دیتی ہوں چائے۔" وہ ہولے سے بولی تو عمیر کو گزشتہ دن یاد آ گئے اس نے کبھی کچن کا رخ کیا نہ تھا اور اب آج یوں کھڑی تھی جیسے برسوں سے یونہی کام کرتی چلی آرہی ہو تب اشمین نے مسکراتے ہوئے اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں' محبت کا یہ رنگ راشدہ کے لیے بے [illegible] کا باعث تھا۔

[illegible] ناشتہ کرنے کے بعد عمیر نے خدا کا شکر ادا کیا۔ [illegible] رنگ کے [illegible] سوٹ پر [illegible] دوپٹہ سر تک لیے [illegible] بہت [illegible] رہی تھی۔ وہ چائے کے گھونٹ بھرتا مسلسل [illegible] رہا تھا وہ بری طرح نظر انداز بھی [illegible] رہا تھا دل کو [illegible] کچھ ہوا اور وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔

[illegible] کالج روانہ ہوگئی' اس نے ناشتے کے نام پر صرف [illegible] لیے تھے جب عمیر ماں سے مخاطب ہوا۔

"[illegible] کیا پکانا ہے کیا لا دیں؟"

"[illegible] مجھ سے کیا پوچھتے ہو' ہماری بیٹی سے پوچھو آج سے [illegible] اس کی مرضی سے ہوگا۔"

[illegible] اتنی عزت اس قابل تو نہ تھی وہ۔ حنا نے [illegible] کی طرف دیکھا۔

"نہیں امی جان! جیسا آپ کہیں۔"

"اچھا تو آج سبزیوں کی بریانی اور چکن کڑھائی بنالو ہر چیز رکھی ہے۔ بیٹا! تم جاؤ خیر سے فکر نہ کرو میں ماسی رحمت سے ضرورت کی چیزیں منگوالوں گی۔" وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔ حنا میز پر سے چیزیں اٹھانے لگی۔

عمیر ٹشو سے ہاتھ صاف کرتا باہر آ گیا حنا کی آنکھیں بھر آئیں۔ کٹھور، سنگ دل، بے حس، بے رحم جانے کیا کیا خطاب اسے دے ڈالے۔ اتنے میں عمیر کی گاڑی کا ہارن بجا، دور تک اس کی بازگشت محسوس کرتی رہی، تھوڑی دیر بعد ماسی آ گئی۔

"سلام بی بی!" درمیانی عمر کی ماسی رحمت کئی برسوں سے آرہی تھی۔ وہ حیران حیران حنا کو دیکھے گئی۔

"آپ ٹھیک ہیں چھوٹی بی بی! باجی تو پریشان تھیں، سارا دن آپ کے واسطے دعائیں کرتی رہتی تھیں، اب تو ٹھیک دکھتی ہیں۔"

"ہاں میں ٹھیک ہوں، تم برتن اور صفائی کے بعد یہ سبزیاں بنا دینا پھر اوپر آجانا میں اوپر ہی ہوں۔" اسے ہدایت دے کر وہ اوپر آ گئی۔ الماری کھولی تو کپڑوں کا ڈھیر نیچے آن گرا، سارے کپڑے نکال کر ترتیب سے رکھے، پانچ چھ شرٹس نکالیں، پریس کیں۔ موزے، ٹائیاں، رومال اور دیگر چیزیں قرینے سے رکھیں۔ بستر پر دھرا کمبل تہہ کیا، شکنیں درست کیں۔

ماسی آ گئی تو سارا کمرا صاف کروایا، جھاڑ پونچھ کے بعد کمرا بہت صاف اور نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ ہر چیز قرینے سے رکھی تو اطمینان ہوا، لان سے تازہ مہکتے پھول گلدان میں سجائے پھر آ کر کچن سنبھالا، ساتھ ساتھ راشدہ سے باتیں بھی کرتی جارہی تھی۔ ماسی کو کچھ ضروری سامان کی لسٹ بنا کر دی پھر دو بجے تک کچن میں رہی۔ راشدہ نے ظہر کی نماز پڑھی تو اسے بھی کپڑے تبدیل کرنے کے لیے کچن سے نکالا۔ بریانی دم پر تھی، چکن کڑھائی تیار تھی اسی دوران افشین آ گئی۔

آج بڑا ہوا ماں دل و جان کو خوش کر رہا تھا، ماں بھابی سے مل کر وہ باتیں کرنا چاہتی تھی کہ راشدہ نے حکم صادر کیا۔

"افشین بیٹا! تم سلاد اور رائتہ بنا دو بھائی آنے والا ہوگا تب مل کر سب کھانا کھائیں گے جاؤ بہو! تم تیار ہو جاؤ۔ شوہر کے آنے سے پہلے اچھی بیویاں بن سنور کے بیٹھتی ہیں۔" راشدہ کے کہنے پر.... وہ چلی آئی۔

[illegible] بن سنور کے [illegible] صاحب کے مزاج نہیں مل رہے میں کس کے لیے تیار ہو کے بیٹھوں، آج سے پہلے یہ سب ہوا تھا وہ تو کھانا کھا کر گہری نیند میں ہوتی تھی اب چونکہ عمیر کے آنے کے اوقات تبدیل ہو گئے تھے۔ آتشی اور فیروزی رنگ کے دلکش لباس میں غضب ڈھا رہی تھی، ہلکا ہلکا میک اپ، مناسب جیولری ظہر کی نماز ادا کر کے وہ بیٹھی ہی تھی عمیر آ گیا۔

"اوہ.... ماشاء اللہ!" طنزیہ انداز میں کہتا بیڈ پر بیٹھ کر اس نے جوتے اتارے اور فریش ہونے چلا گیا۔ فریش ہو کے آیا تو حنا ہنوز کمرے میں بیٹھی تھی۔

تیاریاں...... مہکتا وجود...... سولہ سنگھار۔

عمیر طنز سے دیکھتا اس کے قریب آ گیا مہکتا سراپا، چاہتا تو سب کچھ بھلا کر اسے سینے میں سمو لیتا مگر .

"یہ تیاریاں.... اوچھے ہتھکنڈے مت آزماؤ مجھے دکھانے کے لیے۔" الفاظ تھے کہ زہر میں بجھے تیر، مارے احساسِ توہین کے حنا کا چہرہ سرخ پڑ گیا اور خفت سے پیشانی عرق آلود اور آنکھیں اشکوں سے لبریز۔

"تم جو ہو میں جانتا ہوں، جتنا تم نے مجھے ذلیل کیا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں تمہیں یہاں دیکھنے کے بجائے تین حرف بھجوا دیتا مگر میری ماں کو دعائیں دو جس نے مجھے اس فعل سے باز رکھا اور خبردار جو آئندہ میرے سامنے اس حلیے میں آئیں۔" وہ نفرت سے کہتا اس کا بازو جھٹک کر نیچے آ گیا۔

لبوں پر قفل لگائے، آنسو دل پر گرائے وہ بھی گہرا سانس لیتی نیچے آ گئی۔ افشین اتنے میں اسے آواز دے چکی تھی۔

پھر تو عمیر کی یہ عادت ہی بن گئی اسے ذہنی اذیت دینا، طنز کرنا، گزری باتیں دہرانا اور حنا بس اشک بہاتی رہ جاتی اور عمیر اپنے بھڑکتے غصے کو تسکین پہنچاتا رہا، تپش کم ہو جاتی پھر کچھ دن بعد نئے سرے سے غضب کی آگ بھڑک اٹھتی۔

❁ ❁ ❁

یونہی کتنے دن بیت گئے۔

اس روز چھٹی تھی نورین اور بچے صبح سے آئے ہوئے تھے خوب ہنگامہ تھا، تینوں کچن میں گھس رہی تھیں [illegible] دوپہر کے کھانے تیار کر رہی تھیں۔ حنا پلاؤ، نورین [illegible] افشین سویٹ ڈش بنا رہی تھی۔ کھانا بہت مزے دار بنا [illegible] خاص طور پر [illegible] عمیر کو بہت پسند آیا مگر حسب معمول [illegible] کو معلوم تھا یہ بھی اس کا [illegible] انداز تھا [illegible] سامان وغیرہ سمیٹ کر افشین لیٹ [illegible] بچے [illegible] صحن [illegible]

ٹہل رہے تھے۔

"چلیے بھابی!" افشین اسے لیے ڈرائنگ روم میں آ گئی جہاں نورین، راشدہ اور عمیر موجود تھے۔ عمیر کو دیکھتے ہی وہ ذرا گھبرائی کیونکہ اسے دیکھتے ہی عمیر کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا تھا۔ جسے راشدہ نے بغور نوٹ کیا تاہم چپ رہیں کافی دن سے وہ عمیر کا رویہ نوٹ کر رہی تھیں، اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے انتظار میں تھیں۔

"جی، میں اور آپی پارٹنر، آپ اور بھابی۔" عین حنا کے سامنے عمیر کو اس نے لا بٹھایا تو وہ بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے اٹھ کھڑا ہوا اور ایک سخت نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے بولا۔

"مجھے اپنا پارٹنر پسند نہیں۔" یہ کہتا وہ کمرے سے نکل گیا۔ حنا پر گھڑوں پانی گر گیا، اہانت کا شدید احساس، سب کے سامنے گویا اس نے اک طمانچہ دے مارا تھا۔ حنا مارے ضبط کے آنکھیں سرخ کر بیٹھی، چہرہ احساسِ توہین سے پہلے ہی لال ہوا جا رہا تھا، خفت زدہ روح تک زخمی ہو گئی تھی۔

تب نورین نے ماحول کی سنگینی کو محسوس کیا اور خود عمیر کی جگہ بیٹھ گئی اور راشدہ کو بھی ساتھ ملا لیا۔ انہیں عمیر کی حرکت پر سخت طیش آرہا تھا، فی الحال چاروں کھیل سے حظ اندوز ہونے لگیں۔

عمیر اوپر آ کر اپنی حرکت پر ہنس پڑا کہ یکایک ضمیر کی آواز [illegible] کر رہے ہو؟ کب تک اسے اور خود کو سزا دو گے، اب تو [illegible] تمہاری مرضی کے مطابق ڈھل چکی ہے۔

"نہیں.... نہیں [illegible] اسے ابھی اور ستانا ہے۔" شیطان [illegible] وہ بہک رہا تھا۔

رات کھانے کے بعد راشدہ نے اسے بلا کر خوب [illegible]

"[illegible] میرے ہاتھ میں ہے آخر میری عزت [illegible] کی ہے وہ۔ پلیز مجھے مجبور مت کریں، جب میرا دل [illegible] جائے گا پلٹ آؤں گا ابھی نہیں۔" وہ [illegible] اور واک کے ارادے سے باہر چلا گیا۔

[illegible] ذہن کو کھلا چھوڑ دیا گھنٹے بعد واپس آیا تب [illegible] سا محسوس ہوا راشدہ عشاء کی نماز ادا کر رہی تھیں، وہ [illegible] بند کر کے لائٹس بند کر کے اوپر آ گیا۔

[illegible] خاموشی تھی مگر قالین پر لیٹی حنا سر تک کمبل [illegible] رہی تھی۔ اس کا لرزتا وجود، عمیر نے بھی تو [illegible] اس کی ایسی بے عزتی کی تھی کہ اندر تک زلزلہ آ گیا تھا۔ جانے کتنی سزا اور باقی ہے اچانک ہی اس کے رونے میں شدت آ گئی۔

عمیر جانے کیا سوچ کر دوزانو بیٹھ گیا اور اس کے منہ پر سے کمبل ہٹایا، شدت گریہ سے سرخ آنکھیں، لمبی بھیگی پلکیں، لرزتا وجود یکدم وہ اٹھ بیٹھی اور پیچھے کو کھسکی۔

"کتنی سزا اور دیں گے مجھے، ایک ہی بار میرا گلا گھونٹ دیں۔ روز روز کے مرنے سے بہتر ہے کہ مجھے ایک ہی دفعہ ختم کر دیں، نہیں برداشت ہوتی مجھ سے آپ کی نفرت۔ نہیں سہہ سکتی یہ اذیت۔" وہ بازوؤں میں سر دے کر تڑپ کے رو دی۔

"اوہ! تو احساس ہو گیا تمہیں ابھی سے تھک گئیں، ابھی تو تم نے بہت کچھ اور بھی برداشت کرنا ہے۔ چچ.... چچ چچ۔" وہ کاری وار کرتا طنز کے تیر برساتا اٹھ گیا اور بیڈ پر جا لیٹا۔ سسک سسک کر روتی حنا جانے کب نیند کی مہربان پری کے سینے پر سر رکھ کر سو گئی۔

❁ ❁ ❁

دن اسی آس پر گزر رہے تھے کہ کب عمیر کی نفرت ختم ہو گی۔ اس روز شام سے ذرا پہلے سلیمان صاحب اور ثمرہ آ گئے، وہ واپس جا رہے تھے حنا باپ کے گلے لگ کر سسک اٹھی۔ راشدہ کو حد درجہ شرمندگی ہوئی کہیں کچھ بول نہ دے، پیمانہ بھر جائے تو چھلک جاتا ہے مگر ایسا کچھ نہ ہوا، عمیر کے اندر کہیں شرمساری نے سر اٹھایا، جس پر اگلے ہی پل شیطان قابض ہو گیا۔

ان کی خاطر مدارت کی گئی، وہ بے حد خوش تھے۔

"میں اب مستقل پاکستان آ جاؤں گا، تھکنے لگا ہوں گھر سے دور اب نہیں رہا جاتا۔" وہ عمیر سے بے تکلفانہ بولے۔

"اپنی بیٹی کو روز فون کروں گا فکر نہ کرنا۔" وہ اسے چمکارتے ہوئے بولے تو سوں سوں کرتی حنا سر ہلا کر رہ گئی۔

ثمرہ نے بھی اسے گھر آنے کو کہا، یوں اس کی پیشانی چوم کر وہ سب [illegible] چلے گئے۔ حنا خاموشی سے برتن سمیٹنے لگی۔

عمیر کے کولیگ نے اپنے بھائی کے لیے عمیر سے افشین کی بات کی۔ عمیر نے انہیں گھر آنے کی دعوت دی، دو روز بعد وہ لوگ آ گئے۔ افشین کا مارے شرم کے برا حال تھا، نورین کو بھی بلا لیا گیا۔

لڑکا اچھی جاب پر تھا، خاندان بھی اچھا تھا، وہ افشین کو پسند کر گئے، جاتے جاتے اپنے گھر آنے کو کہا۔

"آپ کی بہو ماشاءاللہ بہت سلجھی ہوئی اور پیاری ہے۔" لڑکے کی بھابی نے راشدہ سے کہا تو وہ مسکرادیں۔ حنا کا ملنسار رویہ اور رکھ رکھاؤ فیضان کے گھر والوں کو بہت بھایا۔

چند روز بعد وہ فیضان کو دیکھ آئے' ضروری معاملات بھی طے کرلیے گئے۔

"بھئی میری بہو کے قدم مبارک ہیں اور سلجھاؤ کی وجہ سے سب کام بہتر ہو رہے ہیں۔" بہت تعریف کی انہوں نے حنا کی۔

حنا اور افشین کچن میں تھیں' نورین' راشدہ اور عمیر باتیں کر رہے تھے' ساری باتیں بخوبی سمجھ آرہی تھیں۔

"اونہہ! جسے میں اچھی لگنا چاہتی ہوں وہ تو دھتکار رہا ہے۔" اس نے سوچا۔

رات کا کھانا کھا کر نورین اور ریحان چلے گئے۔ حنا کا دل عجیب ہو رہا تھا۔ راشدہ سب کام حنا کے مشورے سے کر رہی تھیں' سبھی کھلے دل سے اس کے معترف تھے۔ عمیر کو اس سے اب کیا شکایت باقی تھی؟

ہر چیز صاف ستھری' قرینے سے پڑی ملتی۔ بہترین مزے دار کھانا' ماں کی خدمت' بہنوں سے اس کی محبت' اک وہی ماش کے آٹے کی طرح اکڑا جا رہا تھا۔

رات کے سناٹے میں تنہائی سے گھبرا کر اس کا جی بار بار اکساتا کہ قالین پر لیٹے ریشمی وجود کو بانہوں میں سمیٹ لے مگر انا آڑے آجاتی۔ دن اسی نہج پر گزر رہے تھے۔ حنا لبوں کو سیے اس کی زیادتی کو برداشت کرلی۔

"میں دیکھ رہی ہوں عمیر! تمہارا رویہ حنا کے ساتھ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔" انہوں نے ایک بار پھر اسے ٹوکا تب عمیر کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"میری سمجھ میں بالکل نہیں آتا امی! آپ کی طرف داری ہمیشہ حنا کی طرف رہی ہے' کیا وہ وقت بھول گئیں کہ اس نے ہمیں کس طرح ذلیل کیا۔"

"چپ کرو' بند کرو یہ فضول باتیں' میں حنا کے خلاف کوئی بات نہیں سنوں گی۔ خدا کی پناہ بچی کو اتنا اداس کر رکھا ہے سارا دن گھر میں قید نہ کہیں لے کر جاتے ہو نہ سیدھے منہ بات کرتے ہو' کیا خدا' رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات فراموش کر بیٹھے ہو' کب تک اپنے حقوق و فرائض سے پہلوتہی کرو گے۔ بیٹا! خدا معافی کو پسند کرتا ہے پھر ایک انسان جب سدھر جائے خود سے شرمندہ ہو تو ہم کون ہوتے ہیں اسے بدلے کی سولی پہ چڑھانے والے' مت کرو ایسا۔" راشدہ نے حسب معمول اسے ڈانٹ کر پھر پیار سے نرمی سے سمجھایا۔ وہ صرف ہوں کر کے اٹھ گیا۔

آج فیضان کے گھر والوں نے آنا تھا' سبھی تیار تھے ہلکا سا میک اپ اور گلابی خوب صورت لباس میں حنا دل میں اتر جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی' مگر اسے کیا' اس پر کیا اثر ہوتا تھا؟ کیا پروا تھی' طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ اگلے ہفتے منگنی کی تقریب کی رسم رکھ دی گئی۔

"شکر ہے اللہ تعالیٰ کا اس نے مجھ پر کرم کیا۔" راشدہ سجدۂ شکر بجالائیں۔

❁ ❁ ❁

آج افشین کی منگنی تھی' ڈھیروں کام حنا نے اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ اگرچہ بہت چھوٹے پیمانے پر تقریب تھی مگر پھر بھی سب کو ڈیل کرنا تھا۔ راشدہ نے سب کچھ بہت سادگی سے کرنے کو کہا' یہاں تک کہ افشین کو میک اپ کرنے سے بھی منع کر دیا مگر حنا اور افشین کی دوست کے اصرار پر انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

"آنٹی بس ہلکا سا کریں گے۔" نبیلہ جو بیوٹیشن بھی تھی اجازت لے کر ہی اٹھی۔ حنا بھی سارے کاموں کا جائزہ لے کر تیار ہونے چل دی۔

سیاہ رنگ کا چست پاجامہ اور سیاہ موتی' ستاروں سے بھرا کام دار فراک۔ نازک جیولری و ہلکے میک اپ سے حسن دوآتشہ ہو گیا تھا' سیاہ نازک سینڈل میں قید سفید پاؤں غضب ڈھا رہے تھے۔ آنچل شانوں پر ڈال کر وہ باہر جانے کے لیے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھنے والی تھی کہ یکدم عمیر اندر آیا' وہ اپنا موبائل بھول گیا تھا۔ اس سے ٹکرا کر لڑکھڑ[illegible] کر عمیر کے مضبوط بازوؤں نے اسے سمیٹ لیا۔

"گلے لگنے کا اتنا ہی شوق ہے تو صاف کہا ہوتا' یوں تماشے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" حنا اس کی گرفت سے [illegible] کر نکلی تو عمیر کی طنزیہ آواز زہر سے بھی بری لگی۔ [illegible] نمی در آئی۔

وہ خود کو سنبھالتی سب کے پاس آگئی' مہمان آ چکے تھے۔ سب سے خوش دلی سے ملی [illegible] اختتام پذیر ہوئی۔ وہ بری طرح تھک گئی تھی [illegible] مہمان نوازی چہرے پر اگرچہ بشاشت تھی۔ [illegible]

تھکن سے بوجھل' نورین نے سب کچھ چھڑوا کر اسے آرام کرنے کمرے میں بھیج دیا۔

"جاؤ بیٹا! تم آرام کرو۔" راشدہ نے بھی یہی کہا تو وہ سست ہوتے قدم اٹھاتی کمرے میں آگئی۔

لباس تبدیل کر کے وہ تکیہ اور چادر لے کر اپنی مخصوص جگہ پر آگئی مگر اب نیند کوسوں دور تھی۔ آدھے گھنٹے بعد عمیر بھی آگیا۔ چینج کر کے وہ بھی بیڈ پر دراز ہو گیا۔ حنا کا دلکش روپ اسے بار بار ڈسٹرب کر رہا تھا مگر ایک بار پھر انا آڑے آگئی اور وہ نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔

❁ ❁ ❁

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو حنا بیٹا!" صبح ہی صبح سلیمان صاحب نے فون کر کے اسے وش کیا تو اسے یاد آیا کہ آج اس کی سالگرہ ہے۔

"شکریہ پاپا!" وہ مسکرادی پھر ثمرہ نے بھی مبارک باد دی' دعائیں بھی۔

ناشتے کے بعد عمیر آفس چلا گیا کہ نورین کا فون آگیا' اس نے بھی مبارک باد دی تو حنا کو اپنا آپ اہم لگا۔

"عمیر نے وش کیا؟" نورین نے شرارت سے پوچھا۔

"انہیں تو علم بھی نہیں۔" حنا سادگی سے بولی۔

"اچھا تو پھر ہم سب مل کر اسے سرپرائز دیں گے۔ میں شام تک آجاؤں گی کسی کو کچھ نہیں بتانا۔" اس نے سختی سے حنا کو [illegible]۔ حنا اچھا کہہ کر اپنے کاموں میں لگ گئی۔

اسے یاد آیا کہ عمیر نے رات کو اپنے دوستوں کے پاس جانا تھا' ایک دوست نے اپنی شادی کے سلسلے میں سب قریبی دوستوں کو اکٹھا کیا تھا۔ حنا اس کے کپڑے پریس کرنے لگی۔

"آج میری سالگرہ۔" وہ بجھے دل سے سوچنے لگی۔ عمیر آیا کھانا کھا کر سو گیا۔

شام سے ذرا پہلے نورین آگئی' جب عمیر تیار ہو کر آیا۔

"بس میں تو جانے والا ہوں اور آپ لوگ اب آئے ہو۔" نک سک سے تیار' تھری پیس سوٹ میں اس کی شخصیت نکھری نکھری لگ رہی تھی۔

"کب تک آؤ گے؟" نورین نے سرسری پوچھا۔

"شاید کوئی دس بجے تک۔" وہ کلائی گھما کر گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔

"بس میں تو ابھی تھوڑی دیر میں چلی جاؤں گی۔ تم لوگ کتنے دنوں سے میری طرف نہیں آئے۔" نورین نے شکوہ کیا۔

"نہیں آپی! ضرور آئیں گے۔" وہ گڑبڑا کر بولا۔

"اچھا مجھے دیر ہو رہی ہے' اللہ حافظ۔" وہ کہتے ہوئے تیز تیز چلتا باہر چلا گیا۔

"یہ تو اچھا ہوا' چلو آؤ ہم اپنا کام کریں۔" اس نے افشین سے کہا۔ نورین نے جلدی سے پھولوں کی ٹوکری راشدہ کے بیڈ کے نیچے سے نکالی اور اوپر چلی آئیں۔ گلاب' موتیا' چنبیلی ... وہ کمرے کو سجانے لگیں۔

"آپی! پلیز نہ کریں۔" وہ نہ نہ کی گردان کرتی ان دونوں بہنوں کے آگے بے بس کھڑی تھی' جانے یہ سب دیکھ کر عمیر اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ وہ جانتی تھی مگر اپنا بھرم بھی تو رکھنا تھا۔

"یہاں تمہاری پہلی سالگرہ ہے اور دھوم دھام سے ہوگی یہ تو سب عمیر کو سرپرائز دینا ہے۔ کتنا بدھو ہے میرا بھائی' بھلکڑ کہیں کا۔" نورین نے محبت سے کہا۔

"چلو اب تمہاری باری ہے تیار ہونے کی' ریحان آنے والے ہوں گے مجھے گھر بھی جانا ہے۔" نورین اور افشین نے کمرے کو حجلہ عروسی سے کم شکل نہ دی تھی۔ اب ان دونوں کے آگے حنا کٹھ پتلی بنی بیٹھی تھی۔ سرخ جوڑے میں تیز میک اپ' بھاری جیولری کسی طرح بھی دلہن سے کم نہ لگ رہی تھی' اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

"چلو امی سے مل آئیں۔" وہ اسے لے کر راشدہ کے پاس آگئیں۔

"ماشاءاللہ! اللہ نظر بد سے بچائے۔" انہوں نے حنا کی پیشانی چومی اور خوب صورت گولڈ کا کنگن اس کی نازک کلائی میں ڈال دیا۔ افشین نے پرفیوم اور نورین نے خوب صورت سیٹ تحفے میں دیا۔ حنا ان کی محبت پر آنکھیں نم کر بیٹھی' دل اندر سے خوف زدہ تھا۔ اب کیا کرے اتنے میں ریحان آگئے' نورین بھی گھر چلی گئی۔

"چلو بہو! تم بھی اوپر جاؤ' عمیر آئے تو اس کے کان کھینچنا ہیں۔" افشین اس کے ہمراہ اوپر آگئی' کچھ دیر باتیں کرتی رہی پھر نیند کا کہہ کر سونے کی غرض سے اپنے کمرے میں آگئی کہ [illegible] بھی عمیر آنے والا تھا۔ حنا کو خوف نے جکڑ لیا۔

ساڑھے دس بجے عمیر آیا' راشدہ تو قدرے غصے میں تھیں۔ وہ

گیٹ لاک کر کے ان کے پاس آیا تو موڈ آف پایا۔
"امی! پھر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی؟" وہ مسکراتا ہوا ان کے ہاتھ تھام کر بولا۔
"آج حنا کی سالگرہ تھی، کچھ یاد رہا تمہیں؟" وہ غصے سے بولیں۔
"اچھا۔" وہ بے پروائی سے بولا۔
"کیا مطلب اچھا...... بیوی ہے تمہاری اب اگر وہ منہ سے کچھ نہیں کہتی تو اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ وہ گونگی بہری ہے۔" اب کے راشدہ انتہائی کڑے تیوروں سے بولیں۔
"امی! پلیز اپنا بلڈ پریشر ہائی مت کریں رہا اس کا تحفہ تو لا دوں گا کل۔" اس کا انداز مخاطب اب بھی ایسا ہی تھا۔ وہ ضبط کر کے رہ گئیں۔
"اسے معاف کر دو اور زندگی کو اچھے طریقے سے گزارو۔ خوشی سے محبت سے۔ انسان خطا کا پتلا ہے تم ایک عرصے سے نظر انداز کر رہے ہو خود بھی پریشان نہ ہو اسے بھی تکلیف نہ دو۔ مت اسے اذیت دے کر خدا کے قہر کو آواز دو۔" راشدہ بولتے بولتے چپ ہوگئیں تو عمیر کے ضمیر نے اسے ایک بار پھر جھنجوڑا۔
"اچھا امی! جیسے آپ کی مرضی؟ آپ آرام کریں میں بھی چلتا ہوں۔" عمیر متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ ماں کی باتیں سو فیصد درست تھیں۔ اب میں اتنا شقی القلب نہیں آخر گوشت پوست کا انسان ہوں، تھوڑی دیر صحن میں رک کر آسمان کو تکتا رہا پھر مسکرا دیا۔
کہیں نہ کہیں ملن کا ستارا جگمگا رہا تھا۔ وہ دل کو سنبھالتا ہوا کمرے میں آ گیا جیسے ہی دروازہ کھولا، گلاب، موتیا اور چنبیلی کے معطر جھونکوں نے اس کا استقبال کیا اور اندر کا منظر اس سے زیادہ حیران کن تھا۔ پھولوں بھرا کمرا آرائش و سجاوٹ کا شاہکار، درمیانی میز پر خوب صورت کیک دھرا تھا اور سب سے بڑھ کر کمرے کے وسط میں کھڑی حنا عروسی انداز لیے انگلیاں مروڑتی ہراساں ہراساں اسے دیکھتے ہی مزید لرزنے لگیں، نظریں جھک گئیں۔
"وہ... یہ سب میں نے نہیں کیا......" عمیر اس کے انتہائی قریب آ گیا تب اس نے بڑی بڑی ہرنی سی کجی سنوری خوف زدہ آنکھیں اٹھائیں اور بے بسے لہجے میں ہاتھوں کو مسلتے ہوئے کپکپا کر بولی۔
"اچھا......" تب نام نہاد انا کے سارے پردے چاک کرتے ہوئے اپنے دونوں بھاری ہاتھ اس کے لرزتے نازک کندھوں پر رکھ کر پورے استحقاق کے ساتھ اسے اپنے مقابل کیا۔
"جس نے بھی کیا، ٹھیک کیا۔" وہ کانوں کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے مدھر آواز میں بولا تو جیسے صحرا میں پھوار برس اٹھی ہو۔
اسے اپنی سماعتوں کا دھوکا محسوس ہوا۔ حنا نے لمبی پلکیں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں چاہتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، جذبوں کی لپک تھی۔
"سالگرہ مبارک ہو۔" مدہوش انداز میں اس نے کہا تو حنا دیکھے گئی یکا یک اس کی آنکھوں سے سیل رواں بہہ نکلا۔
عمیر نے اسے بازوؤں میں بھر لیا، عمیر کو اس کی ہچکیاں شرمندہ کر رہی تھیں۔
"بس کرو بہت ہو چکا۔" روئی روئی شرمیلی آنکھیں، جھجکتی لرزتی پلکیں، کپکپاتے ہونٹ بے خود ہو کر عمیر کے لبوں نے اس کے آنسو چن لیے۔
"یہ محبتوں کا سفر اب مل کے بانٹیں گے۔ وعدہ کرو حنا! اب ایسا کچھ نہیں ہوگا جو دل میں فاصلے لے آئے۔" عمیر کے انداز نے سارے فاصلے سمیٹ لیے۔ حنا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور عمیر اسے ساتھ لگائے کیک کی جانب بڑھا۔
"میرا تحفہ؟" حنا رک کر پورے استحقاق سے بولی۔
"گفٹ ابھی دوں؟" عمیر سر کھجا کر شرارت سے بولا تو حنا شرمیلی مسکان لیے اسے دیکھے گئی تب بے خود ہو کر عمیر نے اسے خود میں سمو لیا اور فضا اس ملن پر گنگنانے لگی۔

دو ستاروں کا زمین پر ہے ملن آج کی رات
مسکراتا ہے امیدوں کا چمن آج کی رات

بات کرتے نہیں جہاں ہمسائے
اس نے مجھ کو وہاں پلائی چائے
پیاس میں تشنگی بجھا جائے
درد کی دوڑ کر دوا لائے

"حد ہوتی ہے یار یہ گھر ہے یا چڑیا گھر؟" ارتضیٰ ... گھر میں داخل ہوا حسب معمول خالہ بی کے پالتو ... نے اس کا سواگت کیا۔
... مرغیاں، بطخیں، طوطے، کبوتر، بلی سب پال رکھے ... اس گھر کے مکین اتنے نہیں ہیں جتنے جانور اس گھر ... ہیں۔ انسان اور جانور کی تمیز ہی ختم ہوگئی ہے۔ سمجھ ... نہیں آتا کہ انسان جانور پال رہے ہیں یا جانوروں ... کے ساتھ انسان پل رہے ہیں؟ جانوروں نے انہیں رکھا ... ہے یا انہوں نے جانوروں کو رکھا ہوا ہے؟"
"... تمہیں بھی رکھا ہوا ہے۔" ... چوتی رابعہ ... بولی۔ اسی وقت ایک بڑی بطخ نے ارتضیٰ کو چونچ ... کی طرح چلا کر بولا۔
"لوگ چوکیداری اور پہرہ داری کے لیے کتا پالتے ہیں، انہوں نے اس کام کے لیے بطخیں پال رکھی ہیں۔ کم بخت جہاں جاؤ بنا بھونکے ٹھونگیں مار دیتی ہیں۔"
"تمہیں اعتراض کس بات پر ہے ٹھونگیں مارنے پر یا بنا بتائے ٹھونگیں مارنے پر؟" رابعہ صحن میں بچھی چارپائی پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔ گنے کے چھلکے اور رس سے خالی پھوک سارے صحن میں بکھرے تھے۔ مکھیاں اپنے حصے کا رس چوسنے گنے کے چھلکوں اور پھوک پر بھنبھنا رہی تھیں۔ ارتضیٰ کو یہ نظارہ دیکھ کر شدید کوفت ہوئی۔
"یہ کیا کر رہی ہو؟" وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
"گنا کھا رہی ہوں۔"

"اپنے اردگرد دیکھو ذرا' کتنا گند پھیلا ہے' چوڑی چمارن نہ ہوتو۔" ارتضیٰ منہ بسورتے ہوئے غصے سے بولا۔

"اے' اے تمیز سے بات کرو۔" وہ تنک کر بولتی چارپائی سے اتر آئی۔

"کیا تمیز سے بات کروں؟" وہ غصے سے سینہ تانے اس کے سامنے کھڑا بول رہا تھا۔ اونچا لمبا' بھوری آنکھوں اور گندمی رنگت والا مضبوط جوان تھا۔

"کتا بھی جس جگہ بیٹھتا ہے نا تو اپنی دم سے وہ جگہ صاف کر کے بیٹھتا ہے۔"

"ہاں تو تم بیٹھ جایا کرو نا' جگہ صاف کر کے' تمہیں کس نے روکا ہے؟" وہ ترکی بہ ترکی جواب دیتی اسے تپا گئی۔

"کیا کہا تم نے؟" وہ لڑنے کو اس کے سر پہ چڑھ دوڑا۔

"مجھے گالی دی تم نے' کتا کہا مجھے؟"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا' پچھلے آدھے گھنٹے سے تم ہی بھونک رہے ہو۔ میری انسلٹ کررہے ہو' میں نے کچھ کہا تم سے۔" وہ بھی تیزی سے بولتی ہوئی اپنا دفاع کرنے لگی۔

"بکواس بند کرو' گندی مکھی۔" اس نے ہاتھ یوں لہرایا جیسے مکھی اڑا رہا ہو۔

"تم تو جیسے کی تھرسیف گارڈ ہو نا۔" وہ جل کر بولی۔

"پکایا کیا ہے؟" وہ چارپائی پر بیٹھ کر اپنے بوٹ اتارنے لگا۔

"تمہارا بھیجا۔" جواب حسب توقع جلا دینے والا آیا تھا۔

"بھیجا اب بچا کہاں ہے؟ وہ تو تم پہلے دن ہی چٹ کر گئی تھیں۔" وہ آرام سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"سڑا ہوا تھا تمہاری طرح۔"

"تم تو بہت کھلی ہوئی ہو نا' جل ککڑی نہ ہو تو۔" وہ اس کی چٹیا کھینچ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

"بس' بس میرے منہ مت لگو تم۔" رابعہ نے سے تنبیہہ کی۔

"میں گندگی کے منہ نہیں لگتا۔"

"اچھا' تو اتنی دیر سے اور کیا کررہے ہو؟"

"جھک مار رہا ہوں' وقت ضائع کررہا ہوں اپنا۔" وہ چڑ اٹھا۔

"چلو کچھ تو پتا ہے کہ کیا کررہے ہو۔" وہ تمسخرانہ انداز میں ہنستی باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی۔

"چائے پیو گے۔" جاتے جاتے مڑ کر پوچھا تھا۔

"ہزار بار کہا ہے کہ میں چائے نہیں پیتا' نہیں پیتا' تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کیا؟" وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔" وہ اسے چڑانے والے انداز میں مسکرائی۔

وہ پاؤں پٹختا اپنے کمرے میں گھس گیا اور خالہ بی اپنے کمرے سے برآمد ہوئیں۔ سر پر دوپٹہ لپیٹ رکھا تھا۔ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔

"مجال ہے جو سکون سے عصر کی نماز پڑھنے دو مجھے' تم دونوں بچے نہیں رہ گئے جو ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے ہو۔ آنے دو فون تمہارے اماں' باوا کا' ان سے شکایت کروں گی کہ کیسی پھوہڑ اور لڑاکا اولاد بھیج دی میرے ہاں' ان سے دو گھڑی سکون سے نہیں بیٹھا جاتا۔ یہ ساری زندگی کیا خاک ساتھ رہیں گے۔ ان کا تو کوئی اور ہی بندوبست کرنا پڑے گا۔ یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں ہے۔" خالہ بی چارپائی جھاڑتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں۔ رابعہ چائے کے دو کپ ٹرے میں رکھے باورچی خانے سے باہر نکلی۔

"خالہ' چائے۔"

"اے بی بی' چائے کے علاوہ بھی [illegible] کھا لیا کرو' چائے پی پی کے چائے جیسی [illegible] تم نے۔"

خالہ بی نے اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے [illegible]

"خیر خالہ اب اتنی بری رنگت بھی نہیں ہے میری' گندمی رنگت ہے سونے کی طرح دمکتی ہوئی۔" وہ [illegible] ہوئے بولی۔

"ہونہہ' اپنے منہ میاں مٹھو۔" ارتضیٰ [illegible] تبدیل کر کے براؤن رنگ کے شلوار قمیص میں [illegible] کمرے سے باہر نکلا تو اس کی بات سن کر بولا۔

"تم بتاؤ... چوری کھاؤ گے؟ میاں مٹھو۔" لہجہ اور سوال ذومعنی تھا۔

"یہ مہربانیاں کسی اور پہ کرو' مجھے بخشو۔" وہ چڑ کر ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"بخشے تو تم اپنے نیک اعمال پہ جاؤ گے' اگر تم نے کیے ہوں گے تو۔"

"تم کیا ناشتے میں کوے فرائی کر کے کھاتی ہو جو سارا دن کائیں کائیں کرتی رہتی ہو؟" ارتضیٰ نے صحن میں لگے واش بیسن میں اپنا چہرہ دھوتے ہوئے سوال کیا۔

"خیر میں تمہارا ناشتہ تو نہیں ہڑپ کرتی' وہ تو یونہی تمہیں دیکھ کے زبان میں کھجلی سی ہونے لگتی ہے۔"

"اللہ جی نے اس لڑکی کو اچھی بھلی شکل دی' رنگ روپ دیا' دلکش آواز' نرگسی آنکھیں' ریشمی دراز زلفیں دیں' شنگرفی ہونٹ دیئے' کنول جیسے ہاتھ پاؤں دیئے اور پھر زبان دے کر سارے کیے کرائے پہ پانی پھیر دیا' کیا ہی اچھا ہوتا اگر رابعہ گم گو ہوتی آہاہ۔" ارتضیٰ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے دل میں سوچا۔

"چائے پی لو۔ بہت مزے کی ہے۔" رابعہ نے پیشکش کی۔

"نہیں پیتا' کیا کرلو گی؟"

"میں خود ہی پی لوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔ وہ دانت پیستا ہوا اٹھ کر گھر سے باہر نکل گیا۔

❀ ❀ ❀

ارتضیٰ خالہ بی کی نند کے دیور کا بیٹا تھا اور رابعہ ان کی [illegible] تھی۔ تیئس کا سن تھا' ماں باپ کو اس کی شادی کی فکر تھی۔ خالہ نے رابعہ کو اپنے گھر بلا لیا تھا کیونکہ ارتضیٰ کا ٹرانسفر ان کے شہر میں ہوا تھا' وہ ایس ایچ او تھا۔ [illegible] میں اس کی پوسٹنگ ہوئی تھی۔ خالہ بی اور [illegible] دل دیکھیں تھی جبھی انہوں نے گھر میں پرندے [illegible]

غزل

میں کسی اور کا ہوں اتنا بتا کر روئی
وہ مجھے مہندی لگے ہاتھ دکھا کر روئی

عمر بھر کی جدائی کا خیال آیا تھا شاید
وہ مجھے پاس اپنے دیر تک بٹھا کر روئی

اب کے نہ سہی ضرور حشر میں ملیں گے
یکجا ہونے کا دلاسہ دلا کر روئی

مجھ سے زیادہ بچھڑنے کا غم اس کو تھا
وقتِ رخصت وہ مجھے سینے سے لگا کر روئی

میں بے قصور ہوں قدرت کا فیصلہ ہے یہ
لپٹ کے مجھ سے بس وہ اتنا بتا کر روئی

مجھ پر ایک قرب کا طوفان ہوگیا ہے
جب میرے سامنے میرے خط جلا کر روئی

میری نفرت اور عداوت پگھل گئی ایک پل میں
وہ بے وفا ہے تو کیوں مجھ کو رلا کر روئی

سب شکوے میرے ایک پل میں بدل گئے وصی
جھیل سی آنکھوں میں جب آنسو سجا کر روئی

کامران خان — کوہاٹ

انہوں نے ارتضیٰ کو اپنے گھر ٹھہرالیا تھا۔ اور خالہ بی نے رابعہ کو بلا لیا تھا تاکہ ارتضیٰ اور رابعہ ایک دوسرے سے مل لیں' مزاج کو پرکھ سمجھ لیں اور شادی کی بات بن سکے' مگر یہاں الٹا ہی معاملہ تھا۔ رابعہ ہواؤں سے لڑتی تھی' تو ارتضیٰ بنا آگ کے جلتا رہتا تھا۔ وہ جتنا کم گو تھا' رابعہ اتنا ہی زیادہ بولتی تھی۔ وہ بہت باتونی تھی۔ سگھڑ تھی' مگر اپنا سگھڑاپا ظاہر نہیں کرتی تھی۔ ارتضیٰ کو جان بوجھ کر چڑایا کرتی تھی' ابھی اسے یہاں آئے ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ اس نے ارتضیٰ جیسے خاموش طبع آدمی کو غصہ دلا کر بولنے چیخنے پر مجبور کردیا تھا۔ خالہ بی کو ان کا پلان ناکام ہوتا نظر آرہا تھا۔ وہ دونوں تو ایک دوسرے سے ڈھنگ سے

بات کرنے کو راضی نہیں تھے تو بھلا نکاح کے لیے کیسے راضی ہوسکتے تھے۔

"سنا ہے محلے میں جو جوئے کا اڈا چل رہا تھا وہ تم نے بند کرادیا ہے جواریوں کو رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔" شام کو وہ گھر لوٹا تو رابعہ نے اسے دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں استفسار کیا۔

"ٹھیک سنا ہے تم نے۔" وہ اسے دیکھنے لگا۔

"تو اسی خوشی میں چائے ہوجائے۔"

"کتنی بار کہا ہے میں نے تم سے میں چائے نہیں پیتا نہیں پیتا۔" وہ اسے گھورتے ہوئے تپے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم پولیس والے ہوکر چائے نہیں پیتے' پولیس والے تو بہت چائے پیتے ہیں۔"

"میں نہیں پیتا۔"

"کیا کہا؟" رابعہ نے اپنا کان آگے کیا۔

"نہیں پیتا نہیں پیتا۔" وہ چیخا تھا اب کے۔

"اچھا بابا مان لیا کہ نہیں پیتے' اس قدر تکرار کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم جواونچا سنتی ہو۔"

"نہیں اچھا سنتی ہوں۔" رابعہ نے تصحیح کی۔

"اچھی لگتی بھی ہو۔" ارتضیٰ نے اس کے دلکش سراپے کو دیکھا' دو دن سے وہ خوب صاف ستھری تیار نظر آرہی تھی اور گھر بھی صاف ستھرا نظر آرہا تھا۔ یہ تبدیلی اس کے لیے حیرت کا باعث تھی۔

"پھر کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں؟" ارتضیٰ ٹھٹکا۔

"کچھ اچھا ہوجائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" ارتضیٰ الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم واقعی پولیس والے ہونا؟" رابعہ نے طنزاً پوچھا۔

"کوئی شک ہے کیا؟"

"شک نہیں ہے یقین ہے کہ تم نے غلطی سے پولیس کی وردی پہن لی ہے۔ ورنہ تم میں پولیس والوں جیسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہاں میں کسی کو لوٹتا نہیں۔" وہ اطمینان سے بولا' لہجہ ذومعنی تھا۔

"ہاں تم جیسے کو تو اپنے لٹنے کی خبر بھی نہیں ہوتی' تم جیسے تو خود ہی لٹ جاتے ہیں۔ اور پولیس والے... وہ تو لوٹتے پہلے ہیں' پوچھتے بعد میں ہیں۔ چوروں' لٹیروں کو پولیس موبائل کا سائرن بجا بجا کر الرٹ کردیتے ہیں کہ ہم آرہے ہیں اپنا کام جلدی نبٹا کر نکل لو۔ مسلسل ہارن پہ ہارن دے کر بتاتے ہیں کہ بھاگ لو پھر نہ کہنا بتایا نہیں تھا۔" رابعہ نے مسکراتے ہوئے مذاق اڑایا وہ بھی جانے کیوں اب کی بار غصے میں نہیں آیا تھا بلکہ مسکرا رہا تھا' اسے بہت توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

"ویسے تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟" رابعہ کے اس غیر متوقع سوال پر وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا۔

"کوئی اچھی لڑکی ملی ہی نہیں۔"

"ملی نہیں' یا راضی نہیں ہوئی۔" رابعہ نے مذاق سے کہا وہ ضبط کرگیا۔

"اچھی لڑکی تمہیں ملے گی بھی نہیں' مل بھی گئی تو تم سے شادی کے لیے راضی نہیں ہوگی۔" وہ بہت یقین سے کہتی اس کی جان جلاگئی۔

"کیوں؟" ارتضیٰ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"کیونکہ بزدل' کمزور اور ڈرپوک مرد کو کوئی عورت پسند نہیں کرتی۔"

"شٹ اپ۔" وہ اس توہین پر تیخ پا ہوکر بولا۔

"تمہیں پولیس کے محکمے نے کیسے بھرتی کرلیا؟" وہ طنز کرنے سے باز نہ آئی۔

"پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہمارا مجرموں سے پالا پڑتا ہے' عورتوں سے نہیں' وہاں مجرم' مجرم ہوتا ہے' مرد' عورت کی تمیز نہیں ہوتی۔" وہ اس کی طنزیہ گفتگو سے [illegible] اٹھ کھڑا ہوا۔

"کبھی اپنے تھانے سے باہر نکل کے بھی دیکھو' دنیا

بڑی وسیع' کتنی حسین اور خوب صورت ہے' کبھی اس ورد نیا سے باہر نکل کر ادھر ادھر بھی جھانک لیا کرو کہ آس پاس کتنے رنگ بکھرے پڑے ہیں۔" رابعہ نے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھ تو رہا ہوں' آس پاس' بکھرے رنگ اس سے زیادہ کی حاجت ہی نہیں ہے تو ادھر ادھر کیوں جھانکوں؟" ارتضیٰ نے سبز اور گلابی رنگ کے خوبصورت لباس میں رابعہ کے دلکش سراپے کو اپنی نگاہوں میں جذب کرتے ہوئے دل میں کہا۔

"مجھے سرکاری کوارٹر مل رہا ہے' میں جلد ہی وہاں شفٹ ہوجاؤں گا۔" ارتضیٰ نے اس کی بات نظر انداز کردی اور یہ نئی خبر دی تو رابعہ کو دھچکا سا لگا۔

"اچھا! مبارک ہو۔" رابعہ نے رواداری نبھاتے ہوئے کہا۔

"خیر مبارک' جان چھوٹے گی میری تم سے' اتنا تو میں تھانے میں نہیں تھکتا جتنا تم تھکا دیتی ہو۔"

"ارتضیٰ بیٹا! تم سچ مچ جارہے ہو۔" خالہ بی نے سنا تو اداس ہوگئیں۔

"جی خالہ! سچ پوچھیں تو میں آپ کی اس لاڈلی بھانجی کی وجہ سے جارہا ہوں' اور کچھ آپ کے پرندوں کی وجہ سے۔ رابعہ ان کے ساتھ مل کر اتنا شور مچاتی ہے کہ دماغ کی دہی بن جاتی ہے۔" ارتضیٰ نے رابعہ کو چڑانے کے لیے سنجیدگی سے کہا۔

"سن رہی ہیں خالہ! شرم' لحاظ' مروت' رواداری تو نام کو نہیں ہے اس شخص میں' جس گھر میں اتنے دن کھایا' پیا' [illegible] کا ہنسا بولا اس میں سو کیڑے نکال رہا ہے۔ شرمندہ ہونے کے بجائے الٹا منہ بنا رہا ہے' شکریہ ہی ادا کردیتا ہے یہ تو جاتے جاتے بھی [illegible]"

رابعہ نے غصے سے چیخ کر کہا۔ خالہ بی افسردہ سی شکل بنائے [illegible] بیٹھی تھیں۔

"تم تو جیسے بڑی لڑکی ہونا۔" ارتضیٰ نے اسے چھیڑا۔

"میں کیا ہوں؟ یہ تو تمہیں وقت بتائے گا۔"

نبیلہ اسلام

آنچل کے قارئین کو میری طرف سے محبت بھرا سلام قبول ہو۔ جی تو قارئین میرا نام نبیلہ اسلام ہے' پیار سے "بیلا" کہلاتی ہوں۔ مابدولت 23 دسمبر 1994ء کو تشریف لائیں۔ میں تین سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں۔ پانچ بہنیں ہیں' میں دوسرے نمبر پر ہوں اور سیکنڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ بیسٹ فرینڈ عندلیب آپی ہیں اور باقی فرینڈز سمعیہ' کومل' سونم' عائشہ' آمنہ اور زارا ہیں۔ شاعری بہت پسند ہے' مہندی بہت اچھی لگاتی ہوں۔ اب اچھی بری عادات کا ذکر ہوجائے تو بری عادت یہ ہے کہ غصہ بہت جلدی آتا ہے لیکن جلدی اتر جاتا ہے اور ہر کسی پر اعتبار کرلیتی ہوں۔ اچھی عادت یہ ہے کہ رحم دل ہوں کسی کو بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی' مجھے دوستی کرنے کا بہت شوق ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم بولتی بہت کم ہو' بقول کومل "گم صم رہتی ہو" میں سب سے زیادہ پیار اپنے پاپا سے کرتی ہوں' پڑھائی میں اچھی ہوں' سائیکالوجی فیورٹ مضمون ہے۔ میری خواہش ہے کہ بہت پڑھوں کوکنگ کا بھی بہت شوق ہے' نت نئے کھانے بنانے کی کوشش کرتی ہوں اکثر اچھے بن جاتے ہیں۔ فیورٹ کلر براؤن' فیروزی اور پنک ہیں۔ جیولری میں رِنگز اور کانچ کی چوڑیاں پسند ہیں۔ میرا مشغلہ اچھی کتابیں پڑھنا ہے' جی تو قارئین آپ بور تو نہیں ہورہے بس تھوڑی دیر اور برداشت کرلیں' فیورٹ ناولز "تھوڑا سا آسمان" اور "ہم کہاں کے سچے تھے" آنچل میں اقرا صغیر احمد اور نازیہ کنول نازی بہت اچھا لکھتی ہیں' پلیز قارئین آپ اپنی آراء سے ضرور نوازیئے گا کہ ہم سے مل کر کیسا لگا' اللہ حافظ۔

وہ اسے دیکھتی معنی خیزی سے کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ارے پی چائے تو پیتی جاؤ۔" وہ پیچھے سے بولا۔

"تم پی لو۔" وہ غصے سے بولتی کمرے میں گھس گئی۔

"نہیں پیتا۔" وہ ہنسا۔

"ایک دن پیو گے اور مجھے یاد کرو گے۔" وہ خود کلامی کرتی بستر پر ڈھے گئی۔

❁......❁......❁

رابعہ من ہی من میں اسے چاہنے لگی تھی اور اس نے نوٹ کیا تھا کہ ارتضٰی جتنا اس سے چڑتا تھا' اتنا ہی اسے چھپ چھپ کے' چور نظروں سے تکتا تھا۔ بات بے بات جھگڑنا تو بس اس سے ہمکلام ہونے کے لیے' کچھ تو تھا اس کے دل میں جو وہ کہہ نہیں پا رہا تھا یا سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اور بہت بے نیازی سے خوشی خوشی یہاں سے جا رہا تھا۔ رابعہ کی ماں کا فون آیا تھا۔ وہ بتا رہی تھیں کہ اس کے لیے بہت اچھا رشتہ آیا ہے اور لڑکا بینک میں ملازم ہے اچھی تنخواہ ہے اپنا گھر ہے' وہ لوگ رابعہ کو دیکھنا چاہ رہے تھے۔ اس کی تصویر وہ دیکھ چکے تھے اور رابعہ انہیں بہت پسند آئی تھی' لہٰذا رابعہ کا خالہ بی کے ہاں مزید رکنا بے فائدہ تھا۔ سو رابعہ نے بوجھل دل کے ساتھ اپنا سامان باندھ لیا۔

بہت سا وقت گزر گیا' ارتضٰی نے ترقی کی کئی منازل طے کرلیں لیکن اس کا دل وہیں کہیں خالہ بی کے گھر کے کسی کونے میں کھو گیا تھا۔ "چائے ..... چائے" کی تکرار کرتی اس شوخ و شریر لڑکی کے سنہرے روپ میں گم ہو گیا تھا۔ لیکن اس کا انکشاف اور احساس ارتضٰی بیگ کو بہت دیر سے ہوا تھا۔ "چائے" سے وابستہ اس کی یاد ہر پل اس کا چین چرایا کرتی تھی۔ اور اب اسے بھی چائے پینے کی ایسی لت پڑی تھی کہ چھڑائے نہ چھٹتی تھی۔ پتا نہیں وہ رابعہ کی یاد میں "چائے" پیتا تھا' یا اسے بھلانے کے لیے چائے کا رسیا ہو گیا تھا۔ مگر اس کی بیوی اس کی اس عادت سے بہت تنگ تھی۔

"مجھ سے نہیں بنتی بار بار چائے۔ اپنی لاڈلی سے کہہ دیں وہ بنا دے گی۔" پھر سے چائے کی فرمائش پر بیوی نے کاٹ دار جواب دیا۔

"پاپا' مجھے اور کچھ بنانا نہیں آتا صرف چائے بناتی ہوں' ابھی بنا کے لاتی ہوں۔" چودہ سالہ رابعہ نے ارتضٰی کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے پھر سے ماضی کے جھروکوں میں کھونے لگا۔

"بہت عرصہ ہوا اک دن !

بتایا تھا مجھے اس نے ...

بنانا کچھ نہیں آتا ...

اگر میں کچھ بناتی ہوں'

تو بس "چائے" بناتی ہوں

پیو گے نا؟

اور میں اس پر مسکراتا ہی رہا تھا

کہ بنانا کچھ نہیں آتا ... !

بناتی ہو تو بس "چائے"

مجھے چائے سے الجھن ہے

نہیں پیتا نہیں پیتا

اور اب اس بات کو گزرے

زمانے ہو گئے کتنے

نہیں معلوم مجھ کو کہ

وہ کیسی ہے ...؟

کہاں پہ ہے ؟

مگر اب "چائے" پیتا ہوں

بڑی کثرت سے پیتا ہوں

بڑی حسرت سے پیتا ہوں

"پاپا چائے" رابعہ کی آواز نے ارتضٰی کو ماضی کی یادوں سے باہر نکالا۔

"رکھ دو" اس نے مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی [illegible] جس کا نام اس نے رابعہ رکھا تھا۔ کیوں [illegible] یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اس نے گہرا سانس خارج کیا اور چائے کا کپ اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

❁

چاند کے ہمراہی

شمیم ناز صدیقی

رُکی رُکی سی ہوا ہے' تھکا تھکا ہے چاند
وفا کے دشت میں حیران کھڑے ہیں راہی دو
کسی طرح سے تغافل کا باب تو کھلے
نہیں میں پیار کے قابل تو کچھ سزا ہی دو

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں رخسانہ بیگم! اب یہ ممکن نہیں ہے۔" عظمت خان نے اپنی بیگم کو گھورتے ہوئے تادیبی لہجے میں کہا۔

"واہ بھئی واہ آپ کو کب سے یہ اختیار ہو گیا کہ آپ میرے معاملات میں دخل اندازی کریں۔ آپ بھی سن لیں اس گھر میں وہی ہوگا جو میں نے چاہا اور آگے بھی وہی ہوگا جو میں چاہوں گی۔" رخسانہ بیگم [illegible] ہوتے ہوئے تیکھے لہجے میں کہا۔

"بس بیگم! میں نے بھی کہہ دیا ہے اب وہ نہیں ہوگا جو آپ چاہ [illegible] آپ کی بھی کوئی بیٹی ہوتی تو آپ کو احساس ہوتا کہ آپ [illegible] کرنے جا رہی ہیں۔ آپ اس بے گناہ کو کس جرم کی سزا [illegible] ہیں؟ آپ کے دل میں خوف خدا ہے یا نہیں' بہت [illegible] مگر اب نہیں۔ میں خاموش تماشائی نہیں بنوں [illegible] فیصلہ ہے۔" مجید عظمت خان غصے سے دہاڑے [illegible] مزید تیز ہو گئی۔

"عظمت خان! آپ بھی کان کھول کے سن لیں میری بات' یہ گھر یہ کاروبار سب میرا ہے یہاں میری حکومت چلتی ہے اور میرے فیصلے۔ آپ ایک چھوٹی سی بات کو رائی کا پہاڑ نہ بنائیں اور میں کل شام جا رہی ہوں روحیل کا رشتہ لے کر' بہتر ہوگا کہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں ورنہ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔"

کمرے میں داخل ہوتے روحیل کو یوں لگا جیسے یہاں کہیں قریب ہی بم دھماکہ ہو گیا ہو۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا اس کی ماما یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا وہ بے یقینی سے دروازے پر کھڑا رہ گیا۔

"ماما آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" روحیل ان کے قریب چلا آیا۔

"کچھ نہیں بیٹا! بس مجھے وہ لڑکی مل گئی ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ دیکھو گے تو دیکھتے رہ جاؤ گے' اتنی خوب صورت ہے وہ ماشاءاللہ۔" انہوں نے اس کی حیرانی کو نظر انداز کرتے ہوئے بامسرت سے کہا۔

"ماما میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ میری شادی تو طے ہے نا کومل سے پھر۔" روحیل نے پریشانی و مایوسی سے اپنی ماما کی طرف دیکھا۔

"ارے بیٹا! تمہیں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری ماما ہے نا وہ ناممکن کو ممکن بنا دے گی بس مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔ روحیل بیٹا! بڑے جلد بازی میں کومل سے تمہارا رشتہ طے کروا دیا نہ جانے ان لوگوں نے مجھے کیا گھول کر پلا دیا تھا اور اب میں پچھتا رہی ہوں مگر بیٹا! تمہاری ماما نے پچھتاوے کو کبھی گلے سے نہیں لگایا اور ابھی وقت ہمارے ہاتھ سے نہیں نکلا کون سی شادی ہوگئی ہے تمہاری کومل سے۔"

"بیگم خاموش ہوجایئے آپ کو تو ذرہ برابر بھی دوسروں کے جذبات کا احساس تک نہیں ہے۔ دو دن پہلے آپ بڑی دھوم دھام سے کومل کو مایوں بٹھا کر آئی ہیں۔ شادی میں صرف پانچ دن باقی ہیں اور آپ اس قسم کی بے ہودہ باتیں کررہی ہیں اور آپ نے کومل سے رشتہ طے کرنے میں کوئی جلد بازی نہیں کی تھی آپ نے ہزاروں لڑکیوں کو رد کرنے کے بعد بڑی چاہ سے روحیل کے لیے منتخب کیا کومل کو۔ بہت پیاری لڑکی ہے آپ ہی کے الفاظ تھے کہ روحیل کی ہونے والی دلہن کومل لاکھوں میں ایک ہے۔ آپ نے شادی کو گڑیا گڈے کا کھیل سمجھ رکھا ہے یا کوئی مذاق۔" عظمت خان نے ان کی بات قطع کرکے نہایت تلخ لہجے میں کہا۔

"بس بس زیادہ جذباتی ہونے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔ ابھی تو شادی میں پورے پانچ دن باقی ہیں۔ ارے لوگوں کی تو بارات آ کر لوٹ جاتی ہے میں ایسی کون سی انہونی کررہی ہوں جو آپ اتنے تپ رہے ہیں۔" انہوں نے بڑے بے پروا سے انداز میں کہا۔

"ماما پاپا ٹھیک کہہ رہے ہیں کیوں جگ ہنسائی کرانے پر تلی ہوئی ہیں آپ سارا زمانہ ہنسے گا ہم پر۔ پلیز ماما! ایسا نہ کریں اور کومل کا کیا ہوگا اب اچانک آپ کے انکار سے اس کے دل پر کیا بیتے گی۔ لوگ کیسی کیسی باتیں بنائیں گے آپ نے سوچا ہے اس بارے میں۔" روحیل نے ماں کو سمجھانا چاہا مگر وہ اس وقت کچھ سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں۔

"ارے واہ! یہ خوب کہا تم نے۔ ہماری کیوں جگ ہنسائی ہوگی ہم لڑکے والے ہیں اور تمہیں کومل سے زیادہ ہمدردی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اسے تمہارے لیے پسند کیا تھا اور اب میں ہی رد کررہی ہوں۔ بس اب یہ شادی نہیں ہوگی اور عظمت خان آپ کو زیادہ ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے میں اس معاملے کو کیسے ڈیل کرتی ہوں یہ میرا کام ہے۔" انہوں نے حتمی انداز میں کہا روحیل کو تاسف سا ہوا ماں کی سوچ پر۔

"مگر ماما آپ ایسا کیوں کرنا چاہ رہی ہیں کل تک تو آپ کومل کے گن گارہی تھیں اور پھر یہ اچانک اس میں اتنی برائی نظر آگئی کہ آپ یہ سب کررہی ہیں۔"

"ریلیکس بیٹا! آرام سے بیٹھو میں تمہیں بتاتی ہوں۔" انہوں نے روحیل کو بٹھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"نہیں ماما میں اس موضوع پر کچھ سننا نہیں چاہتا۔ کومل مجھے پسند ہے اور میری شادی اسی سے ہوگی۔" روحیل نے غصے سے کہا۔

"ارے واہ تمہاری پسند کیسے بن گئی وہ۔ وہ میرا انتخاب تھی تم تو اسے جانتے بھی نہیں تھے اور اس رشتے کو طے ہوئے صرف تین مہینے گزرے ہیں اور میں نے تمہیں خود اس سے موبائل پر رابطے میں رہنے کے لیے کہا تھا کہ شادی سے پہلے تم دونوں میں انڈر اسٹینڈنگ ہوجائے۔"

"تو ماما میں بھی تو یہی کہنا چاہ رہا ہوں کہ ان تین مہینوں میں ہم ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہوگئے ہیں۔ میرے اور اس کے خیالات ایک جیسے ہیں۔ ماما ہم دونوں دل سے ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے ہیں ماما اگرچہ وہ انتخاب آپ کا تھی مگر اب وہ آئیڈیل میری ہے اب وہ نہیں ہوسکتا جو آپ چاہ رہی ہیں۔" روحیل نے ایک دوٹوک سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"واہ! تم مجھے انکار کررہے ہو تمہاری اتنی جرأت کب سے ہوگئی۔ وہ لڑکی ابھی اس گھر میں آئی نہیں ہے تم اس کے لیے ابھی سے ماں سے گستاخ ہورہے ہو وہ تمہاری زندگی میں شامل ہوگئی تو کیا کرو گے بس روحیل تمہیں وہ کرنا ہوگا جو میں کہہ رہی ہوں۔ اب تم کومل سے کوئی رابطہ نہیں کرو گے اگر تم نے میرا حکم نہیں مانا تو میں تمہیں..." کچھ کہتے کہتے یک دم خاموش ہوگئیں پھر اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولیں۔

"روحیل مجھے تم پر بڑا مان ہے تم میری اکلوتی اولاد ہو۔ مجھے تم پر بڑا فخر ہے تم نے کبھی میری نافرمانی نہیں کی۔ پچیس سال تم نے [illegible] میں گزارے مگر تمہارا مجھ سے وعدہ تھا کہ تم شادی [illegible] کرو گے۔"

"ماما میں آپ کی پسند کی لڑکی سے ہی شادی کررہا ہوں۔ آپ..." روحیل نے کہتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں تو میری جان اب میرا انتخاب کومل نہیں۔ میری کلاس فیلو رحیلہ احمد کی اکلوتی بیٹی ہے۔ وہ تو کل شام جب میں بہاولپور کے شاپنگ مال میں داخل ہوئی تو اچانک ہی میری نظر [illegible] پر پڑی جو اس وقت شاپنگ سینٹر میں اپنے [illegible] [illegible] ملتی کررہی تھی۔

میں تو اسے یک ٹک دیکھتی رہ گئی نہ جانے مجھے ایک دم کیا ہوا کہ میں اس کی طرف بڑھ گئی تبھی اس کے قریب کھڑی خاتون کی نظر مجھ پر پڑی۔ شناسائی کی ایک جھلک آنکھوں میں نظر آئی دوسرے لمحے حیرت زدہ انداز میں بولی۔

"رخسانہ مجید... ؟ کیسی ہو تم...؟"

"اور تم... تم رحیلہ احمد۔" میں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"بس تم نے تو مجھے پہچانا نہیں کافی فربہ ہوگئی ہوں نا اور تم آج بیس سال بعد بھی ویسی ہی اسمارٹ نظر آرہی ہو عمر کے علاوہ کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تم میں۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس لڑکی کی طرف دیکھا جو اب ہم دونوں کی طرف متوجہ تھی۔

"رخسانہ یہ میری اکلوتی بیٹی گل ناز ہے۔"

پنک کلر کی لانگ شرٹ چوڑی دار پاجامے میں سر پر میچنگ کا کامدانی اسکارف میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس کی گلابی گلابی رنگت اور بھی نکھری نکھری سی لگ رہی تھی۔ اتنی حسین جمیل لڑکی میں نے اپنی پچاس سالہ زندگی میں نہیں دیکھی۔ رحیلہ بتارہی تھی گل ناز نے اسی سال ایم ایس سی کیا ہے اور اسے گل ناز کے لیے بہت اعلیٰ پرپوزل کا انتظار ہے۔

"رخسانہ مجید پرپوزل تو بہت آتے ہیں اس کے لیے مگر کوئی میرے معیار پر پورا اترے گا تو ہاں کروں گی نا اور تم سناؤ کتنے بچے ہیں؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ایک ہی میرا تو ایک اکلوتا بیٹا ہے روحیل! ماشاء اللہ پرکشش خوب صورت اعلیٰ تعلیم یافتہ اور میری تمام جائیداد کا اکلوتا وارث۔ سچی پوچھو تو مجھے تمہاری گل ناز روحیل کے لیے پسند آئی ہے مجھے ایسی ہی حسین لڑکی کی تلاش تھی۔ میں کل شام تک رہی وہاں روحیل کا [illegible]" رحیلہ نے مجھے حیرت سے دیکھا جیسے اسے میری [illegible] نہیں آرہا ہو پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ [illegible]

"[illegible] رخسانہ مجید! میں تمہیں کیسے انکار کرسکتی ہوں۔ [illegible] بھی بہت اعلیٰ گھرانے میں ہوئی تھی میجر [illegible] شادی کے دس سال بعد دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ میجر نواز [illegible] شادی کرلی پلٹ کر بیٹی کی بھی خبر نہ لی۔ رحیلہ اپنے باپ [illegible] تو پہلے ہی انتقال ہوچکا تھا ماں ہی اس کا سہارا [illegible] ہیں اس سے شادی کرلی۔"

"[illegible] خاموش ہوجائیں رخسانہ بیگم! آپ بھول گئی ہیں شاید [illegible] بہت حسد کرتی تھی شاید تم یہ بھی بھول گئیں کہ ہم دونوں کی منگنی ہونے کے بعد تمہارے موبائل سے میرا نمبر حاصل کرنے کے بعد تمہارے خلاف مجھے بدگمان کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔" عظمت خان نے طنزیہ لہجے میں یاد دلایا۔

"مگر تم بھول رہے ہو کہ اس حرکت پر میں نے اسے کتنا ذلیل کیا تھا اور پھر اس نے مجھے سوری کرلیا تھا وہ تو ایک الگ ہی کہانی تھی اب اس وقت اس کا تذکرہ فضول ہے۔ ویسے بھی مجھے گزری باتوں کو یاد رکھنے کی عادت نہیں ہے اور اس بات کا فضول تذکرہ نکال کر عظمت خان آپ کیا جتانا چاہ رہے ہیں؟" انہوں نے غصے سے کہا۔

"یہی کہ رحیلہ احمد کو میں شروع سے ناپسند کرتا ہوں یونیورسٹی کے زمانے سے اور یہ رخسانہ بیگم آپ بھی بہت اچھی طرح جانتی ہیں۔" عظمت خان نے جواباً کہا۔

"میں فضول بحث کرنا نہیں چاہتی آپ سے ہاں تو میں کیا بتارہی تھی رحیلہ ایک عرصے سے ملٹی نیشنل کمپنی میں ایک اچھی پوسٹ پر ہے۔ میجر نواز سے علیحدگی کا ذکر کرتے ہوئے وہ رنجیدہ سی ہوگئی تھی۔ گل ناز کی خاطر اس نے دوسری شادی نہیں کی مجھے بھی بڑا افسوس ہوا اس کی ٹریجڈی جان کر۔ رحیلہ کی بھی ہمارے جیسی مختصر فیملی ہے عظمت خان ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ مجھے رحیلہ سے کچھ نہیں لینا۔ مجھے تو بس گل ناز کو اپنی بہو بنانا ہے گل ناز اور روحیل کی جوڑی چاند سورج کی ایسی جوڑی ہوگی جسے لوگ دیکھ کر میری پسند میرے انتخاب کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔"

مجید عظمت خان انہیں گھورتے خاموشی سے کمرے سے باہر چلے گئے۔ وہ جان چکے تھے وہی کریں گی جو دل میں ٹھان چکی ہیں۔

روحیل سر جھکائے خاموش کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا اس نے آہستگی سے اپنے دونوں ہاتھ ان کے ہاتھوں سے چھڑاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"بس کل تم میرے ساتھ گل ناز کے گھر چل رہے ہو اور رہے تمہارے پاپا انہیں منانا میرا کام ہے۔ وہ اسی طرح پہلے بھڑکتے ہیں اور پھر خود ہی ٹھنڈے ہوجاتے ہیں۔" رخسانہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ روحیل محض تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔

❁ ❁ ❁

"ارے دیکھنا کومل! جتنا چھپائی کے پورے تین ہزار روپوں کی روحیل سے کیسی صدقہ!" کومل کی ماموں زاد کزن شائلہ نے چہکتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں شائلہ! مہندی کے گانے کی بھی تیاری ہزاروں سے کم نہیں بنا ہے۔ اتنی ڈھیر ساری کزنز ہیں ہم ہر کسی کے حصے میں دو دو ہزار تو آئیں اور پھر روحیل بھائی کوئی معمولی شخصیت تو ہیں نہیں۔ انکل مجید عظمت

خان اور رخسانہ آنٹی کی لاکھوں کروڑوں کی جائیداد کے اکلوتے وارث' ہمیں تو اپنی آپی کے نصیب پر رشک آرہا ہے۔" شمائلہ نے کہتے ہوئے مسکرا کر کومل کی طرف دیکھا تو اس کے خوب صورت ہونٹوں کی مسکان اور گہری ہوگئی۔

"ارے لڑکیوں یہ ڈھولک بجاتے بجاتے تم لوگ کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو۔ بس بھی کرو اب کومل کو تنگ کرنا ہماری کومل تو بہت، بہت پیاری ہے اور ماشاءاللہ روحیل بھی بہت چارمنگ سا لڑکا ہے۔ اللہ دونوں کو نظر بد سے بچائے۔" کومل کی بھابی تہمینہ نے مسکرا کر کہا۔

"جی بھابی! اسی بات پر سب کے لیے ذرا اچھی سی چائے ہوجائے گلا بیٹھ گیا ہے گا گا کر۔" مریم نے لقمہ دیا۔

"ہاں تم لوگ مہندی کے مقابلے کے لیے خوب تیاری کرلو میں چائے بنوا کر بھیجتی ہوں۔" بھابی کہتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئیں۔

شمائلہ نے ڈھولک سنبھال لی' ایک بار پھر شور ہنگامہ قہقہے شروع ہو چکے تھے۔ ڈھولک کی آواز تالیوں اور ڈفلی کا شور۔ لڑکیوں کے گانوں کی آوازیں لیونگ روم میں گونج رہی تھیں۔

شرمگیں سی مسکراہٹ سجائے کومل ان سب کے بیچ بیٹھی تھی سب کزن اسے مایوں کے کمرے سے اٹھا کر لے بیچ لے آئی تھیں۔ پیلے سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی' ابٹن کی بھینی بھینی خوشبو سے اس کا پیلا لباس مہک رہا تھا۔ آنکھوں میں حسین خوابوں کی جوت چمک رہی تھی۔ لڑکیوں کی کھنکتی ہوئی ہنسی' فقرے بازی کومل کے ساتھ جاری تھی۔

"خالہ امی! آپ کا فون ہے روحیل کے گھر سے۔" عائشہ بانو کی بھانجی نے آکر اطلاع دی۔ وہ لپک کر اپنے روم میں آ گئیں۔

"ہیلو السلام علیکم رخسانہ بہن!" عائشہ بانو نے ریسیور کانوں سے لگاتے ہوئے مسرور سے انداز میں کہا۔ دوسری طرف سے رخسانہ بیگم بولیں۔

"عائشہ بانو اس وقت میں آپ کو بڑی ایمرجنسی میں فون کررہی ہوں۔ اتنی دیر سے آپ کے سیل پر ٹرائی کررہی ہوں مگر آپ سے رابطہ ہی نہیں ہو رہا تو میں نے پھر پی ٹی سی ایل پر کیا۔"

"جی جی رخسانہ بہن شادی کا گھر ہے شور ہنگامہ اتنا ہے کہ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے کہ..." عائشہ بانو نے مسرت سے کہا۔

"جی مگر عائشہ بہن! میں جو بات آپ سے کہنے جارہی ہوں' مجھ سمجھ نہیں آرہی کیسے کہوں مگر بڑی معذرت کے ساتھ یہ بتاتے ہوئے دکھ ہورہا ہے کہ میرے بیٹے روحیل نے کومل سے شادی سے انکار کردیا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ کسی اور لڑکی کو پسند کرتا ہے۔" رخسانہ بیگم نے بڑی مکاری سے اپنی بات عائشہ بانو کے گوش گزار کی۔ ... ریسیور عائشہ کے ہاتھ سے گرا اور وہ بھی زمین پر بیٹھتی گئیں۔

"زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی میں نے تم سے ... کر کے رخسانہ بیگم! آج مجھے بھی اس غلطی کا احساس بہت شدت سے ہو رہا ہے۔ کاش میں نے اس وقت جذبات سے نہیں ہوش مندی سے کام لیا ہوتا۔ میں نے تمہارے کہنے پر شادی کے فوراً بعد ہی ... بہن بھائیوں سب کو چھوڑا اور تمہارے باپ کے دیے ... میں شفٹ ہوگیا جس گھر میں تمہارے فیصلوں اور تمہاری حیثیت کا ... ہے۔ میرا تعلق مڈل کلاس گھرانے سے اور تمہارا اپر کلاس سے ... تمہاری محبت میں بہت کچھ کھویا ہے اور آج تم نے بیٹے ... سفاکی میں شامل کرلیا اور اپنے مقصد میں سرخرو ... نہیں رخسانہ بیگم اور دوسروں کا دل دکھا کے تم کبھی بھی خوشی ... نہ کرسکو گی یاد رکھنا۔"

مجید عظمت خان جو نجانے کب سے ان کے پیچھے خاموش کھڑے ان کی باتیں سن رہے تھے اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ پائے جب وہ انہیں نظرانداز کرتی تیزی سے روم سے باہر چلی گئیں۔

دوسری طرف عائشہ کی چیخ سن کر سب ہی ان کے کمرے میں [illegible] تھے وہ بے ہوش پڑی تھیں کومل بھی اٹھ کر ادھر ہی آ گئی۔

"امی جان! کیا ہوا ہے آنکھیں کھولیں' کچھ بتائیں تو... کس کا فون تھا؟" کومل نے فکرمندی سے انہیں ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"ارے روحیل کے گھر سے فون تھا میں نے نمبر چیک کیا' معلوم کرو کیا ہوا ہے جسے سن کر بھابی جان بے ہوش ہوگئی ہیں۔ مجھے ہول اٹھ رہا ہے کہ نجانے کیا بات ہوئی ہے جو بھابی کا یہ حال ہوگیا۔" کومل کی پھوپی نے کہا تو تایا جان کے بیٹے فاخر نے نمبر ڈائل کیا مگر دوسری طرف فون انگیج جارہا تھا۔

"روحیل بھائی کے نمبر پر ٹرائی کریں فاخر بھائی' میں ملا دیتی ہوں نمبر۔" کومل کی بہن صادقہ نے کہا۔

صادقہ نے کئی بار ٹرائی کیا مگر کوئی جواب موصول نہیں ہوا' صادقہ نے مایوسی سے فاخر کی طرف دیکھا۔

"نہ جانے کیا بات ہے بیل تو جارہی ہے وہ اٹھا ہی نہیں رہے۔" صادقہ نے تشویش سے کہا۔

"کیسے بھابی جان! کیا بات ہوئی ہے۔" پھوپی راحت نے ان کا ہاتھ سہلاتے ہوئے پوچھا انہیں ہوش آ رہا تھا۔

"ارے شمائلہ تھوڑا سا جوس لے کر آؤ شکر ہے ہوش میں تو آ گئیں۔" عائشہ بانو نے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"یہ لیں بھابی! تھوڑا سا جوس پی لیں۔" راحت پھوپی نے انہیں

اٹھاتے ہوئے جوس کا گلاس ان کے ہونٹوں سے لگادیا چند گھونٹ لینے کے بعد ان کے منہ سے ایک ٹھنڈی آہ نکلی اس کی نظر سامنے بیٹھی کومل پر پڑی۔

"میری بچی کومل میں تجھے کیسے بتاؤں۔" ان کا لہجہ بکھرا ہوا تھا اور پھر عائشہ بانو پھوپی کے ساتھ لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں جس سے سب کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوگیا۔

"امی پلیز اس طرح نہ روئیں کچھ بتائیں تو۔" کومل نے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام لیے۔ عائشہ بانو نے ایک نظر ... سب ہی موجود تھے اور پریشانی سب کے ہی چہروں پر نمایاں تھی' سوال ... میں مچل رہے تھے تب ہی انہوں نے اپنے اندر حوصلہ اور ... کرتے ہوئے آنسو آنچل سے صاف کرتے ہوئے آہستہ سے بولیں۔

"روحیل کی ماں رخسانہ کا فون تھا' کہہ رہی تھیں کہ روحیل نے شادی سے انکار کردیا ہے۔"

"کیا... یہ کیسے ہوسکتا ہے' آخر کیوں...؟" ملی جلی آوازیں ایک ساتھ کمرے میں سنائی دیں۔ جس نے سنا حیران رہ گیا ایسا کیوں ہوا کیسے ہوا کئی سوال تھے سب کی زبان پر۔

شادی کے پُررونق گھر میں مایوسیوں کے اندھیرے چھا گئے تھے اور کومل وہ تو جیسے ایک چپ سی لگ گئی تھی۔ ابھی دو دن پہلے کی تو بات تھی' جب اس کی روحیل سے بات ہوئی تھی کیسے کیسے عہد و پیماں کررہے تھے روحیل کتنے خوش اور مسرور تھے اور میں ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔

یہ کیا کیا روحیل آپ نے' عرش سے فرش پر پٹخ ڈالا۔ نہیں نہیں یہ سب جھوٹ ہے کاش کہ یہ سب جھوٹ ہو ایک مذاق ہو' کچھ سوچتے ہوئے اس نے روحیل کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ دوسری بیل پر لائن کاٹ دی گئی اس نے کرب سے ہونٹ کاٹ لیے۔

گھر کی خواتین اور مرد حضرات سر جوڑے بیٹھے تھے۔

"کتنے کمینے لوگ ثابت ہوئے۔ ذرا بھی دوسروں کے جذبات کا احساسات تک نہیں۔ یہ بھی نہیں سوچا لڑکی مایوں بیٹھ چکی ہے انہیں اب پتا چلا کہ روحیل کسی اور لڑکی کو پسند کرتا ہے۔ ایسا تھا تو پہلے کیوں خاموش رہا۔"

سب کی اپنی اپنی رائے تھی اپنے اپنے سوال تھے' عائشہ بانو صدمے سے نڈھال تھیں۔

"عائشہ تم اپنی جان نہ گھلاؤ جو ہوا اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہوگی اس کی حکمت وہی جانے۔" کومل کے تایا جان نے انہیں تسلی دیتے ہوئے سمجھانا چاہا تو وہ روتے ہوئے بولیں۔

"بھائی جان میری یتیم بچی پر یہ بڑا ظلم ہوا ہے کہ اللہ دشمن کے ساتھ بھی ایسا نہ کرے۔ لوگ کیسی کیسی باتیں بنائیں گے ہم کس کس کو صفائی پیش کریں گے۔ جتنے منہ اتنی ہی باتیں ہوں گی۔"

"تم زیادہ پریشان نہ ہو عائشہ! یہ تو اچھا ہی ہوا کہ ان لوگوں کی اصلیت پہلے ہی پتا چل گئی اگر کومل کی رخصتی کے بعد روحیل کوئی ایسا قدم اٹھاتا تو ہم سب کیا کرتے۔ ابھی تو کومل گھر میں ہے کچھ نہیں بگڑا تم عائشہ اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔" عائشہ بانو کی جٹھانی نبیلہ نے انہیں تسلی دی۔

"ہاں عائشہ! نبیلہ ٹھیک کہہ رہی ہے جوڑے تو آسمان پر بنتے ہیں کسی کی باتوں کی کوئی پروا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" تایا جان نے بھی تسلی دی اور کہتے ہوئے سامنے کھڑے اپنے بیٹے فاخر پر نظر ڈالی۔ جو اپنی ہی سوچوں میں گم کھڑا تھا ایک امید کا جگنو عائشہ بانو کی ویران آنکھوں میں چمکا تھا۔

❁....❁....❁

رخسانہ بیگم خوشی اور شادمانی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ ہال رنگین روشنیوں سے جگمگا رہا تھا' گل ناز دلہن کے روپ میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔ روحیل کے چہرے پر بہت سکون اور اطمینان تھا وہ بہت خوش خوشی مبارک باد وصول کررہی تھی سرشار تھیں کہ انہیں روحیل جیسا خوب رو اور دولت مند داماد ملا اور وہ بھی رخسانہ مجید کا بیٹا۔ روحیل نے زیرلب مسکراتے ہوئے رخسانہ مجید کی طرف دیکھا جو مہمانوں کے جھرمٹ میں کھڑی کسی بات پر بے ساختہ ہنس رہی تھیں۔

"آخر آج میں نے تم کو شکست دے ہی دی رخسانہ!" انہوں نے فاتحانہ مسکراہٹ چہرے پر سجا کے سوچا۔

روحیل بھی قدرے خوش تھا گل ناز واقعی بہت حسین لگ رہی تھی' وہ گل ناز کے حسین چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔ اپنی ماں کی خواہش کا احترام کرکے وہ خود کو قدرے پرسکون محسوس کررہا تھا۔ دلہن بدلی تھی شادی کی تاریخ اور دن وہی تھا۔ رخصتی کے ساتھ رخسانہ مجید کے قریبی عزیز بھی ساتھ تھے' گھر مہمانوں سے بھرا بھرا لگ رہا تھا۔ روحیل کے ہونٹوں پر بھی دلفریب مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی وہ مسرور سا اپنے روم کی طرف بڑھا۔ دوسری جانب کومل کی شادی بھی اس کے تایا جان اور دیگر گھر والوں کی رضامندی سے اسی دن فاخر سے کردی گئی تھی۔

"لکھنے والے نے تمہیں میرے نصیب میں لکھا تھا جب بابا جان نے اپنے ارادے کو مجھ پر ظاہر کیا تو مجھے ایسا لگا جیسے میرے من کی مراد پوری ہوگئی۔ تمہیں نہیں معلوم کومل! میں تمہیں ہمیشہ سے پسند کرتا تھا مگر اظہار کے لیے کسی مناسب موقع کے انتظار میں اتنی تاخیر کردی کہ تم اچانک روحیل سے منسوب کردی گئیں اور میں خاموشی سے سوچتا ہی رہ

تیا عمرانہ یقین آ گیا کہ جذبہ چاہو تو منزل خود چل کر سامنے آ جاتی ہے۔" قاخر نے دلہن بنی گل پر ایک بھرپور پیار بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا تو وہ اس نے شرمگیں نگاہوں سے روحیل کی طرف دیکھا اور ہولے سے مسکرا دی۔ روحیل کی کئی برسوں کے بعد اتر گئی تھی۔

❀ ❀ ❀

گل ناز گھونگھٹ میں سر جھکائے بیٹھی تھی جبھی قدموں کی آہٹ پر اس کا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اندر کی اعصاب ودر زدوں کی موجودگی تھی تب ہی روحیل نے اس کا گھونگھٹ تھامتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا کہ گل ناز نے اپنی خوب صورت دراز پلکوں کی جھالر اوپر اٹھالی۔

"اس سے پہلے کہ آپ کچھ کہیں میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" اس نے نظریں جھکاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ روحیل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "گل ناز آپ کی خوب صورت آواز نے میرے کانوں میں جلترنگ سے بجا دیے ہیں اور میں بڑی خاموشی سے یہ جلترنگ سننا چاہوں گا کیا کہنا ہے کہیں۔" روحیل نے اس کے بہت نزدیک ہوتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔

"میں اپنی زندگی کی ابتدا سچائی سے کرنا چاہوں گی۔ میں بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے آپ جیسا ہم سفر ملا بظاہر تو ہم دونوں کی چاند سورج کی جوڑی ہے یہ بھی سچ ہے کہ میں بہت خوب صورت ہوں مگر۔"

"مگر کیا...؟" روحیل نے چونک کر اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میں... میں سن نہیں سکتی پیدائشی بہری ہوں اور میرے دونوں کان بھی نہیں ہیں۔" گل ناز نے کہتے ہوئے سر سے آنچل نیچے گرا دیا۔ گل ناز کے خوب صورت چہرے کی بدنمائی نے سارے چہرے کو بدنما کردیا تھا۔ کانوں کی جگہ صرف سوراخ تھے جس میں بھاری خوب صورت آویزے لٹکے ہوئے تھے۔ روحیل آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا گل ناز کی جھیل جیسی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تیر رہی تھی۔

"میں نے مما سے کہا تھا وہ آپ کی ماما کو سچائی بتا دیں مگر مما نے میری ایک نہ سنی۔" گل ناز کا لہجہ بھیگ سا گیا تھا۔

روحیل کچھ دیر بیٹھا اسے یک ٹک دیکھتا رہا پھر ایک جھٹکے سے اٹھ اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر لانے لگا۔ گل ناز نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا جلدی سے سر پر بھاری آنچل ڈالا وہ اسے لیے دبے قدموں اپنی ماما کے روم کی طرف آ گیا۔ سب مہمان سونے کے لیے دوسری منزل پر جا چکے تھے۔ روحیل نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ دوسری دستک پر رخسانہ بیگم نے دروازہ کھولا۔

"روحیل تم...؟" انہوں نے دونوں کو حیران نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ عظمت خان بھی اٹھ کر ان کے نزدیک آ گئے۔ [illegible] پیچھے دراز ہو کر بھیڑتے ہوئے بولا۔

"ماما پلیز، چہرہ ستارہ نہیں... ماما آپ [illegible] آپ کو گندا نہیں کہتی ہیں ہے کہہ رہی تھیں میں نے [illegible] نائنٹو نہیں ہے۔"

"جھنگس گل ناز تم نے دیکھا روحیل! میرا انتخاب کیسا ہے، ناز تم بھی ست لگی ہو تمہیں روحیل جیسا....."

"ماما پلیز اپنے الفاظوں کو ضائع نہ کریں۔ یہ [illegible] سن نہیں سکتی۔ اور گل ناز کے کان بھی نہیں ہیں۔" روحیل نے ان کی بات کاٹتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر کہا اور گل ناز کے سر سے آنچل گرا دیا۔

"واٹ... یہ... یہ سب کیا ہے... [illegible] رحیلہ بیگم نے مجھے فریب دیا ہے۔ اف خدایا یہ میں نے کیا کیا آسمانی عورت نہ جانے مجھ سے کون سے جنم کی دشمنی نکالی ہے۔ نکاح نامے پر ساری ڈیمانڈز لکھوانے کی وجہ اب سمجھ آئی مگر رحیلہ اب دیکھنا میں تمہاری گل ناز کو کیسے طلاق دلا کر واپس بھیجتی ہوں میرا نام بھی رخسانہ مجید ہے۔ روحیل میں ابھی فون کرتی ہوں رحیلہ کو اور تم کو ابھی اسی وقت طلاق دینی ہوگی اس چڑیل کو۔" رخسانہ بیگم کی زبان سے انگارے برس رہے تھے۔

"ماما خاموش ہو جائیے ایسا نہ ہو آپ کی آواز سن کر سوتے ہوئے مہمان جاگ جائیں اور اب آپ بھی میرا فیصلہ سن لیں۔ گل ناز نے نکاح کے دو بولوں نے اور اس کی سچائی نے مجھے اس کا اسیر کر دیا ہے یہ میری زندگی ہے میری ہم سفر ہے اور اب آپ جو چاہیں کر لیں میں ساری زندگی یہ رشتہ نبھاؤں گا۔"

"شاباش بیٹا! تم نے میرے دل کو خوش کر دیا۔" عظمت خان نے آگے بڑھ کر روحیل کا کندھا تھپتھپایا۔ روحیل مسکراتے ہوئے اور گل ناز کا سر ہاتھ تھامے اسے لے کر اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

"دیکھا رخسانہ بیگم کسی بے گناہ کا دل دکھانے کی سزا میں نے کہا تھا نہ خدا کے قہر سے ڈرو اس کا خوف کرو۔" انہوں نے شکستہ حال بیگم کو دیکھ کے کہا تو رخسانہ بیگم نڈھال سی ان کے کندھے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔
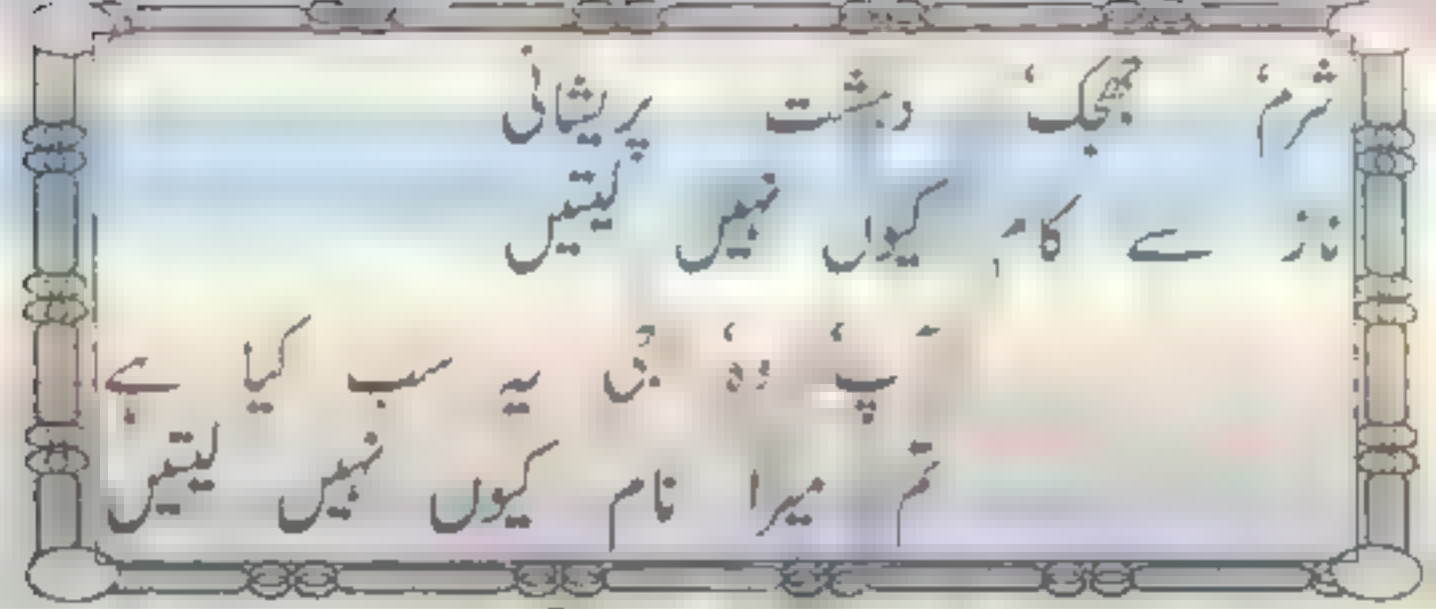
❀

"کیا ہوا ہے؟" کالج سے واپسی پر گھر میں داخل ہوتے ہی غیر معمولی سناٹے نے اس کا استقبال کیا جسے کسی حد تک واقف ہوتے ہوئے بھی خود وہ ماریہ سے پوچھ بیٹھی۔

"وہی جو ہمیشہ ہوتا ہے۔" جواب بھی حسب توقع تھا۔ بیگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ کپڑے بدلنے کے بعد منہ ہاتھ دھو کر فریش ہوئی پھر کھانا لینے کے لیے کچن کی طرف چل دی گھر پہنچ کر عام طور پر انسان کی تھکن میں کمی ہو جاتی ہے لیکن ہمیشہ کی طرح گھر پہنچنے پر اس کی تھکن میں اضافہ ہی ہوا تھا، جو بھی ہو پیٹ کا دوزخ تو بھرنا ہی تھا۔ کچن سے نکلتے ہوئے اس نے سائرہ بیگم کے کمرے کی طرف ایک نظر ڈالی اور پھر خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی۔

سائرہ اور احمد کے بچوں میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا علی شامل تھے سب سے بڑی شازیہ اس سے چھوٹی نازیہ اور تیسرے نمبر پر وہ خود تھی، علی شازیہ سے چھوٹا مگر باقی دونوں بہنوں سے بڑا تھا۔ احمد ایک پرائیویٹ کمپنی میں اچھی پوسٹ پر تھے جبکہ سائرہ مکمل طور پر ایک ہاؤس وائف تھیں۔ شازیہ کو ماسٹرز کیے کئی سال گزر گئے تھے، پڑھائی میں اب اس کی دلچسپی ختم ہو چکی تھی اور وہ بس پیا دیس جانے کے انتظار میں تھی۔ جبکہ علی نے بھی ایم بی اے مکمل کرلیا تھا اور ملک کے دوسرے نوجوانوں کی طرح آج کل ایک اچھی جاب کی تلاش میں تھا، نازیہ ماسٹرز کر رہی تھی جبکہ وہ خود بی ایس کے آخری سال میں تھی۔ ایک معقول آمدنی چار تعلیم یافتہ بچے اور ایک خوبصورت گھر بظاہر ان کی زندگیوں میں کوئی مسئلہ دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن یہ تو کوئی سائرہ بیگم سے پوچھتا کہ ان کے لیے زندگی کس قدر دشوار تھی۔ انسان بھی عجیب ہوتا ہے مسائل سے بھاگنے کی کوشش میں بھی اپنے لیے مسائل جمع کرتا رہتا ہے ایسا ہی کچھ سائرہ بیگم کے ساتھ بھی تھا۔

یہی سب کچھ سوچتے ہوئے سونیا نہ جانے کب نیند کی گود میں پہنچ چکی تھی۔

"اٹھ جاؤ مغرب کا وقت ہونے والا ہے۔" شازیہ کی آواز پر وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی کیونکہ اسے آج ایک بہت ضروری اسائنمنٹ پورا کرنا تھا۔

"امی جاگ گئیں؟"

"ہاں... ؟" شازیہ کا جواب مختصر تھا۔

"ابو اور علی گھر پر نہیں ہیں؟"

"نہیں، ابو آج آفس سے لیٹ آئیں گے اور علی صبح سے پھپو کی طرف گیا ہوا ہے شاید رات وہیں رہے۔"

سونیا بال سمیٹتی بستر سے اٹھ گئی۔ نازیہ اپنے بستر پر بیٹھی کوئی میگزین دیکھ رہی تھی، جبکہ شازیہ بیڈ سے ٹیک لگائے خلاؤں میں گھور رہی تھی۔

"میں چائے بنانے جا رہی ہوں تم لوگوں کے لیے بھی بنالاؤں؟" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے ماحول کی سنجیدگی کو کم کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں۔" دونوں کا جواب ایک ساتھ آیا۔ دونوں کے چہروں پر حد درجہ سنجیدگی اور بیزاری دیکھ کر یکلخت اسے دہشت نے آ گھیرا۔

"پلیز آپی خود کو ریلیکس کریں آپ کو تو پتا ہے امی کی عادت کا، پھر اتنی ٹینشن لے کر اپنی حالت کیوں خراب کرتی ہیں؟ پلیز اس دائرے سے باہر نکلیں زندگی کا لطف لیں دیکھیں تو زندگی کتنی خوبصورت ہے۔"

"تمہارے لیے یہ کہنا بہت آسان ہے کیونکہ روز روز تماشہ ہم لوگ بنتے ہیں میڈم۔"

"انجام تو میرا بھی یہی کچھ ہونا ہے۔" سونیا کے اداسی سے کہنے پر شازیہ کو اپنے لہجے کی تلخی کا احساس ہوا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس سے پہلے ہی سونیا کمرے سے جا چکی تھی۔ شازیہ کو

افسردگی نے آن گھیرا۔

"خوامخواہ ہی سونیا کا موڈ خراب ہے، اس کا اس میں کیا قصور۔" شازیہ نے کپ پر تاریہ نے تاثرات سے نظر ہٹا کر سے دیکھا اور پھر سے چیزوں کی طرف متوجہ ہوگئی جیسے سمجھ ہی نہ آئی ہو کہ اس موقع پر اسے کیا کہنا چاہیے یا شاید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

❂ ❂ ❂

"السلام علیکم امی! یہ لیں چائے پی لیں۔" دونوں بہنوں کو چائے دے کر وہ اپنی اور امی کی چائے لیے ان کے کمرے میں آگئی تھی۔

سلام کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کپ تھام لیا۔

"طبیعت کیسی ہے آپ کی؟" سائرہ نے چائے ختم کر کے کپ رکھا تو وہ پوچھنے لگی امی کا موڈ ٹھیک کرنا ضروری تھا تاکہ گھر میں چھائی ہوائی اور خاموشی ختم ہوسکے تبھی وہ اسائمنٹ بعد میں کرنے کا سوچ کر ان کے پاس آگئی۔

"بس تھوڑا سر میں درد تھا اب ٹھیک ہوں۔"

"سر دبا دوں آپ کا؟" وہ کتنی ہی ضدی اور خود سر سہی تھی تو اس کی ماں ہی وہ بے ساختہ ہی ان کے سرہانے آبیٹھی اور دھیرے دھیرے ان کا سر دبانے لگی۔

"آج آئی تھی نور بی بی میں نے تو صاف کہلوا دیا ہے اگر لڑکا شادی کے بعد الگ گھر لے کر رہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہماری طرف سے ان لوگوں کو انکار کردے۔" تھوڑی دیر بعد وہ خود ہی بتانے لگیں۔

"لیکن کیوں امی وہ تو بہت اچھے لوگ تھے لڑکا بھی آپ کو بہت پسند آیا تھا۔"

"اسی بات کا تو افسوس ہے مجھے لڑکا تو واقعی بہت اچھا تھا لیکن اس کی فیملی دیکھی ہے تم نے تین بہنیں ان میں بھی دو غیر شادی شدہ اور جس کی شادی ہوئی ہے اس کا بھی کیا حال ہے دن رات میکے میں ہی پائی جاتی ہے محترمہ، پتا نہیں کیسی لڑکیاں ہیں اپنے گھر میں چین کیوں نہیں آتا ان کو۔"

"مگر امی لوگ تو اچھے تھے نا پھر ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے آخر باقی کی دونوں بہنوں کی بھی شادی ہو جانی ہے اور ابھی تو وہ بھائی کے رشتے کے سلسلے میں اکثر آئی رہتی ہیں بڑی بہن ہونے کے ناطے اپنا فرض نبھا رہی ہے ورنہ ہر کوئی اپنے گھر میں مصروف ہوتا ہے کسی کے پاس اتنا ٹائم نہیں ہوتا کہ وہ یوں روز روز چکر لگائے اور وہ تو اس روز مجھے بھی کہہ رہی تھیں کہ بھائی کی شادی کے لیے پھرنے پھرانے میں ان کا گھر بہت ڈسٹرب ہو رہا ہے اس لیے جلدی اس فرض سے فارغ ہونا چاہتی ہیں۔" سونیا نے ہر ممکن حد تک ماں کو سمجھانے اور دل صاف کرنے کی کوشش کی۔

"تمہیں ابھی نہیں پتا ان باتوں کا پتی ہوا کی ماؤں کی ... جو نکلتیں ... میں کان بنتے ہیں اسے ہی ... ماں ... اپنی بچیوں کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گی ... میری بیٹیوں میں بہت اچھا رشتہ ملے گا نہیں مجھے کس بات کی جلدی ہے آخر۔" وہ سائرہ ہی کیا جو مان جائیں۔

"اچھا چھوڑیں آپ اپنا موڈ ٹھیک کریں پلیز دیکھیں آپ اس طرح بیمار ہو کر لیٹنے سے گھر کتنا اداس لگ رہا ہے۔" اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں بستر سے اٹھا دیا۔

"شازیہ اور نازیہ کہاں ہیں؟"

"اپنے کمرے میں ہیں۔"

"اور تمہارے ابو نہیں آئے ابھی تک۔"

"نہیں آج وہ تھوڑی دیر سے آئیں گے۔"

اسی طرح ادھر ادھر کی باتوں میں لگا کر وہ ان کا دھیان بٹانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

❂ ❂ ❂

سائرہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھیں، ان سے ایک سال بڑا ایک بھائی ارسلان تھا۔ صورت شکل کی بہت اچھی تھیں ابھی میٹرک میں ہی تھیں کہ رشتے آنا شروع ہوگئے، مگر ان کے والد ابھی جلدی ان کی شادی کے حق میں نہ تھے ابھی بی اے کے پہلے سال میں تھیں جب احمد کا رشتہ آیا۔ احمد بھی شکل و صورت میں لاکھوں میں ایک تھے پھر گھرانہ بھی اچھا تھا، یہ رشتہ سائرہ بیگم کی والدہ کو بس کو ایسا لگا کہ انہوں نے شوہر کو بھی اس رشتے کے لیے منا ہی لیا اور سچ تو یہ ہے کہ احمد سائرہ کے ابو کو بھی بہت پسند آئے تھے، تھرڈ ایئر کے پیپر دیتے ہی دھوم دھام سے شادی کردی گئی، ارادہ یہی تھا کہ وہ باقی پڑھائی شادی کے بعد مکمل کرلیں گی۔ شادی سے پہلے سائرہ نے احمد کی صرف تصویر ہی دیکھی تھی اب جب وہ ان کی زندگی میں آئے تو سائرہ کو احساس ہوا کہ احمد صرف شکل و صورت کے ہی نہیں بلکہ دل کے بھی بہت خوب صورت تھے، محبت کرنے والے خیال رکھنے والے ایک آئیڈیل ہمسفر کو پا کر سائرہ بہت خوش تھیں۔ شادی کے بعد شروع کے دن تو خواب کی صورت گزر گئے۔ چھٹیوں کے بعد احمد نے آفس جانا شروع کیا تو سائرہ کی توجہ بھی گھر اور گھر والوں کی طرف ہوئی تبھی انہیں احساس ہوا کہ ان کی ساس کافی سخت طبیعت کی مالک تھیں اور گھر میں انہی کا راج چلتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں بہت سی اور باتوں کا بھی احساس ہوا ان کی شادی شدہ دو نندیں جو احمد سے بڑی تھیں ان کے گھر میکے کے قریب ہی تھے وہ ہفتے کے تقریباً ساتوں دن میکے میں ہی پائی جاتی تھیں اور اگر

کسی دن نہ بھی آتیں تو ماں کو نواسے نواسیوں کی یاد ستانے لگتی تو وہ فون کر کے آنے کا کہہ دیتیں۔ احمد سے چھوٹی بہن گھر بھر کی ... گھر کے کسی بھی کام کو ہاتھ نہ لگاتی وہ ... تھیں دو چھوٹے دیور بھی تھے، ویسے تو کام والی کپڑے دھو جاتی تھی اور صفائی کر جاتی مگر اس کے بعد بھی سائرہ کے کرنے والے کاموں کی ایک لمبی فہرست ہوتی جنہیں نبٹاتے نبٹاتے صبح سے شام اور پھر رات ہو جاتی وہ ہمیشہ کوشش کرتیں کہ احمد کے آنے سے پہلے کام ختم کر کے فریش حلیے میں نظر آئیں لیکن ایسا کبھی کبھار ہی ہو پاتا۔ ساتھ اکیلے سیر و تفریح کے لیے جانے کا تو سوچنا بھی مشکل ... کے شروع دنوں میں احمد نے دو چار بار اماں سے سائرہ کو گھمانے لے جانے کی اجازت مانگی انہوں نے نا صرف خوشی سے اجازت دے دی بلکہ احمد کے چھوٹے بہن بھائیوں کو بھی ساتھ کر دیا اور نواسے نواسی کی ضد پر انہیں بھی ساتھ لے جانا پڑا اسارا ٹائم احمد ان لوگوں کی طرف متوجہ رہے اور وہ ان سے ایک بات تک نہ کر سکیں آخر سائرہ نے خود ہی باہر جانے سے توبہ کرلی اور کبھی خوش قسمتی سے ایسا کوئی دن آ بھی جاتا کہ وہ کام سے فارغ ہو جاتیں اور احمد اپنی بیاہتا بہنوں کو چھٹی دینے کے بعد رات گئے کمرے میں آجاتے تو تنہائی کے ان لمحوں کا دورانیہ بھی بے حد مختصر ہوتا کیونکہ ایسے مواقع پر چائے تک ہی کسی نہ کسی کا چائے پینے کا دل کر جاتا اور بلا تکلف سائرہ کو آرڈر جاری کر دیا جاتا۔ بچوں کی پیدائش کے بعد ان کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں اور وہ مڑ کر اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکیں، چھوٹے دیوروں اور نند کی شادی ہوئی نئی آنے والی بھابیاں سائرہ کی طرح خاموش اللہ میاں کی گائیں نہیں تھیں اس لیے کچھ دنوں میں ہی نندوں کو احساس دلا دیا کہ ان سے روز روز کی مہمان نوازی نہیں ہوگی۔ شوہر کی وفات کے بعد ساس میں بھی وہ دم خم باقی نہ رہا تھا سو خاموش رہیں۔ وقت گزرتا گیا، بچے بڑے ہوتے گئے، احمد کا تبادلہ دوسرے شہر میں ہوا تو وہ اپنے بیوی بچے بھی اپنے ساتھ لے آئے اماں کی وفات کے بعد سب کچھ بدل گیا سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہوگئے لیکن گزرے وقت میں جو کچھ سائرہ کو سہنا پڑا وہ اسے کبھی بھلا نہیں پائیں اسی لیے اب ان کی ایک ہی خواہش تھی کہ جہاں بھی اپنی بیٹیوں کی شادی کریں لڑکا شادی کے بعد الگ گھر لے کر رہتا کہ ان کی بیٹیوں کو ان کے جیسی مشکلات کا سامنا نا کرنا پڑے۔ ان کی اسی ضد کی وجہ سے شازیہ کی شادی کی عمر نکلتی جا رہی تھی جبکہ نازیہ اور سونیا بھی شادی کی عمروں کو آپہنچی تھیں ایسا نہیں تھا کہ سائرہ کو اس بات کا احساس نہیں تھا لیکن وہ خود کو مجبور پاتی تھیں۔

❂ ❂ ❂

"ہیلو پرنس کیسی ہو؟ آداب" رانیہ کو ہیلو کرنے کے بعد وہ سونیا کو مخاطب ہوا ... جواب [illegible] ... چھوٹ گئی جبکہ سونیا نے کافی بیزاری سے اسے دیکھا۔

"موسم ابر آلود دکھائی دے رہا ہے، کیوں پرنس؟" فرحان سونیا کے خراب موڈ پر چوٹ کرتے ہوئے پھر رانیہ سے مخاطب تھا۔

"بھاگ لو پرنس صاحب طوفان کی آمد آمد ہے۔" رانیہ نے بھی اسی کے انداز میں سونیا کی موڈ کی خرابی کا بتایا تو سونیا نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"ابھی بھاگنے والے اور ہوں گے کوئی اور ہم تو ڈٹ کر رہنے والوں میں سے ہیں۔" وہ مزے سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے رانیہ کے آگے رکھی سموسوں کی پلیٹ اپنی طرف کھسکاتے ہوئے بولا۔

"رانی مجھے لائبریری سے بک لینی ہے فری ہو جاؤ تو تم بھی وہیں آجانا۔" سونیا نے چائے کا آخری سپ لیتے ہوئے بیگ اٹھا کر کاندھے پر رکھا اور جواب کا انتظار کیے بنا لائبریری کی طرف چلی گئی۔

"تمہاری دوست کا مسئلہ کیا ہے آخر ہر وقت بھڑکی رہتی ہے؟" سونیا کے اس طرح جانے پر فرحان کا موڈ اچھا خاصا خراب ہو چکا تھا۔

"پہلے تم بتاؤ تمہارا کیا مسئلہ ہے آخر جو تم فٹافٹ میرے سموسوں پر ہاتھ صاف کیے جا رہے ہو وہ بھی بنا میری اجازت کے۔" رانیہ نے بات کا رخ موڑ کر اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔

"یار آئی ایم سیریس کیا پرابلم ہے اس کو مجھ سے آخر کیا خرابی ہے مجھ میں جو وہ مجھے اس طرح اگنور کرتی ہے؟"

"او ہو تو غصہ اگنور کرنے پر ہے؟"

"غصہ اگنور کرنے پر نہیں مس پرنس بلکہ تمہاری اس نک چڑھی دوست کے اگنور کرنے پر ہے؟" وہ ہمیشہ کی طرح بڑے آرام سے اپنے جذبات کا اظہار کر گیا۔

"یار میں کیا کہہ سکتی ہوں وہ بس ایسی ہی ہے۔" رانیہ کو خود بھی فرحان کے ساتھ سونیا کے اس قدر خراب رویے پر افسوس ہوتا تھا لیکن وہ کیا کرسکتی تھی۔

"او کے میں چلتا ہوں کلاس ہے میری۔" سموسے ختم کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا جی اب بھاگے جا رہے ہو اور اگر وہ نک چڑھی ابھی تک یہاں بیٹھی ہوتی پھر تو تم نے کلاس نہیں لینا تھی نا؟"

"وہ تو ہے۔" فرحان نے ہنس کر ڈھٹائی سے اقرار کیا تو وہ بھی

"تمہاری فیملی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

"تب ہی میں نے کہہ دیا، وہ آپ کے لیے کافی ہے۔ آج بھی میں صرف اسی وجہ سے آپ سے بات کرنے کے لیے تیار ہوئی ہوں امید ہے آپ آئندہ مجھ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کریں گے۔" اب بھلا وہ اپنی امی کی اس بیکار سی ضد کے بارے میں کیا بتاتی اور اگر بتاتی تو پھر اس کی ساری ہسٹری بھی بتانا پڑتی اور اس طرح اپنے گھر کی باتیں کرنا اسے کبھی بھی اچھا نہیں لگا تھا لیکن پھر اپنی کمزوریاں ہم دوسروں پر کیوں ظاہر کریں؟ اس کی یہی سوچ تھی۔

"ٹھیک ہے یوں ہی سہی۔" اس کی آخری بات کو خاطر میں نہ لاتا وہ اسے جتلا گیا تھا کہ وہ اس طرح پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔ سونیا اداسی سے وہیں بیٹھی اسے جاتا دیکھتی رہی۔

اس دن کے بعد سے رانیہ غائب تھی دو دن سے یونیورسٹی بھی نہیں آ رہی تھی اور اس کا نمبر بھی بند جا رہا تھا سونیا جو اس بات کی منتظر تھی کہ رانیہ سے اس کی ملاقات ہو اور وہ اس دن کی بات کا اس پر غصہ اتارے اب غصہ بھول کر پریشان ہونے لگی تھی۔ اس کا کئی بار دل چاہا کہ فرحان کے ڈیپارٹمنٹ جا کر رانیہ کے بارے میں پوچھ آئے لیکن کوئی خیال اسے روک لیتا اگر اس دن فرحان نے وہ سب نہیں کہا ہوتا تو شاید وہ چلی ہی جاتی لیکن اب ایک جھجک مانع تھی۔ فرحان کو انکار کرنے کے بعد اس کا اپنا دل بے پناہ اداس تھا وہ کئی بار گھر والوں سے چھپ کر رو بھی چکی تھی، رانیہ کی بے رخی الگ پریشان کیے ہوئے تھی۔

⊛ ⊛ ⊛

"سونیا تیار ہو جاؤ، تمہیں میرے ساتھ بانو آپا کے گھر جانا ہے۔" وہ بہت بیزاری سے بیٹھی ٹی وی کے چینل بدل رہی تھی جبھی سائرہ مصروف سے انداز میں کہہ کر واپس پلٹ گئیں۔ آج سنڈے تھا اور وہ سوچ رہی تھی شاید کل رانیہ یونیورسٹی آ جائے۔

"امی میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں ہو رہا اور پھر میری اسائنمنٹ بھی ہے آپ کسی اور کے ساتھ چلی جائیں پلیز۔" اس کا واقعی کہیں جانے کا موڈ نہیں ہو رہا تھا عجب بیزاری و بے کیفی کا موسم دل پر اترا ہوا تھا۔

"علی گھر پر نہیں ہے۔ تمہارے ابو کے ایک دوست نے آنا ہے شازیہ اور نازیہ کو گھر میں کافی کام ہیں تو ظاہر ہے باقی تم ہی رہ جاتی ہو اور ویسے بھی اتنے دن سے تم کہیں گئی بھی نہیں اس لیے بھی بیزاری محسوس ہو رہی ہے گھر سے باہر نکلو گی کسی سے ملو جلو گی تو اچھا محسوس کرو گی۔"

"لیکن امی......؟"

"لیکن ویکن کچھ نہیں جا کر تیار ہو جاؤ تمہارے پاس پندرہ منٹ ہیں اور دیر سے نکلے تو واپسی میں بھی دیر ہو جائے گی۔" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر سائرہ بیگم نے اس کی بات کاٹ کر حکم صادر کر دیا تو وہ تیار ہونے چل دی اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

بانو آپا سائرہ کی کزن تھیں عمر میں ان سے بڑی تھیں لیکن بچپن سے ہی ان کے کافی قریب تھیں بانو آپا بھی سائرہ کو چھوٹی بہنوں کی طرح چاہتی تھیں۔ جب بھی کوئی پریشانی ہوتی یا انہیں ایک بہن کی ضرورت محسوس ہوتی تو وہ بانو آپا سے ہی رجوع کرتی تھیں۔

وہ لوگ بانو آپا کے گھر پہنچے تو وہ ہمیشہ کی طرح بہت محبت سے ملیں۔ بانو آپا کی سب سے چھوٹی بیٹی ناجیہ سونیا کی ہم عمر تھی وہ اسے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئی اور اس سے باتیں کرتی رہی۔ آج پہلی بار سونیا کو ناجیہ کا باتونی ہونا بہت اچھا لگ رہا تھا کیونکہ اسے بولنا نہیں پڑ رہا تھا بلکہ ناجیہ خود ہی ایک کے بعد دوسری بات شروع کرتی جا رہی تھی کافی دیر گزر گئی تھی ابھی تک امی نے واپسی کا نہیں کہا تھا ادھر وہ جب بھی اٹھنے لگتی ناجیہ اسے بٹھا لیتی۔ ناجیہ کے فون پر بیل ہوئی نمبر دیکھ کر وہ مسکرانے لگی سونیا سمجھ گئی کہ فون عرفان کا ہے جو کہ ناجیہ کا منگیتر تھا، اگرچہ ناجیہ نے بہت کہا کہ وہ بعد میں فون سن لے گی مگر سونیا اس موقع سے فائدہ اٹھا لینا چاہتی تھی اسی لیے وہ اسے

"میں بھی آتی ہوں۔" کہہ کر کمرے سے نکل آئی۔

"اپنے ماضی کے دکھوں کا سایہ اپنے بچوں کے حال کی خوشیوں پر نہ پڑنے دو سائرہ میں تمہیں پہلے بھی کئی بار سمجھا چکی ہوں آج پھر کہتی ہوں ماضی سے نکل آؤ لوگوں کو ایک ہی انداز اور سوچ کے ساتھ دیکھنا چھوڑ دو اور مثبت سوچ اپناؤ سب لوگ ایک سے نہیں ہوتے، ضروری نہیں جو تمہارے ساتھ ہوا وہ آگے تمہاری بیٹیوں کے ساتھ ہو زمانہ بدل گیا ہے سائرہ۔" وہ بانو خالہ کے کمرے کے باہر پہنچی تو اندر سے آتی ان کی آواز سن کر غیر ارادی طور پر رک گئی اور دل ہی دل میں دعا مانگنے لگی کہ کاش آج تو امی کے دل پر بانو خالہ کی بات کا اثر ہو ہی جائے۔

"تو علی کے بارے میں کیا کہتی ہو؟"

"دیکھو جس طرح تم سوچتی ہو اسی طرح وہ لوگ بھی سوچتے ہوں گے اور علی نے تمہیں ہمیشہ یہی بات کہتے سنا ہے اس لیے اس کے لیے اس میں کوئی برائی نہیں ہے جب تم اپنی سوچ بدلو گی تو وہ بھی سمجھ جائے گا علی بہت سمجھدار بچہ ہے تم فکر مت کرو میں خود اس سے بات کروں گی۔" سونیا کی سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ علی بھائی کا یہاں

کیا ذکر اچانک اسے خیال آیا کہ گھر کے کسی ملازم یا گھر کے فرد نے اسے اس طرح کھڑے دیکھا تو کیا سوچے گا اسی خیال سے وہ فوراً کمرے میں داخل ہو گئی۔

"امی چلیں کافی دیر ہو گئی ہے۔"

"کیوں بھئی کیا جلدی ہے آرام سے رات کا کھانا کھا کر جانا۔"

"نہیں آپا کھانا پھر کبھی آج ذرا جلدی میں ہوں ابھی اجازت دیں۔" بانو آپا کے کافی اصرار پر بھی وہ اٹھ کھڑی ہوئیں تو سونیا نے دل ہی دل میں شکر منایا۔

واپسی کے سفر میں سائرہ بیگم کسی گہری سوچ میں کھوئی ہوئی تھیں سونیا بھی اپنی سوچوں میں مگن بے دھیانی سے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جب ایک بورڈ کو دیکھ کر چونک گئی۔

"ارے رانیہ کا گھر بھی تو اسی جگہ ہے۔" اس کا ذہن مکمل طور پر الرٹ ہو گیا۔

"امی یہاں قریب ہی رانیہ کا گھر ہے وہ کئی دن سے یونیورسٹی نہیں آ رہی اور فون پر بھی رابطہ نہیں ہو رہا اگر آپ مناسب سمجھیں تو پلیز ہم ان کی طرف ہوتے چلیں مجھے پریشانی ہو رہی ہے کہ کہیں وہ بیمار نہ ہو گئی ہو۔" وہ بے ارادہ سائرہ بیگم سے کہہ گئی۔

"ایڈریس یاد ہے تمہیں؟"

"ایڈریس تو نہیں یاد مگر اس کے ابو کافی مشہور ڈاکٹر ہیں اور گھر کے ساتھ ہی ان کا ہاسپٹل بھی ہے یقیناً کسی سے پوچھنے پر ان کے گھر کا پتا چل جائے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے ڈرائیور کو سمجھا دو پوچھ لے کسی سے۔" سائرہ کے کہنے پر وہ ڈرائیور کو سمجھانے لگی کچھ ہی دیر بعد ان کی گاڑی رانیہ کے گھر کے سامنے کھڑی تھی۔

⊛ ⊛ ⊛

رانیہ اسے اس طرح اچانک اپنے گھر پر دیکھ کر بہت خوش تھی۔ رانیہ کی امی اور باقی لوگ بھی ان سے بہت اچھے سے ملے سونیا سے ان کا غائبانہ تعارف تھا۔ سائرہ کو باتوں میں لگا دیکھ کر رانیہ سونیا کو اپنا گھر دکھانے لے گئی۔

"سچ میں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ میں تمہارے آنے پر کتنی خوش ہوں۔" رانیہ کو شاید الفاظ نہیں مل رہے تھے کہ وہ کیسے اپنی خوشی کا اظہار کرے۔

"لیکن میں تم سے بہت زیادہ ناراض ہوں حد ہوتی ہے بنا بتائے چھٹی کر لی اور فون آف جا رہا ہے تمہارا، جانتی ہو میں کتنا پریشان رہی ہوں۔"

"آئم سوری ڈیئر لیکن اس روز واپسی پر میرا موبائل کہیں کھو گیا اور گھر پہنچنے پر پتا چلا کہ یونیورسٹی سے واپسی پر فرحان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے تم تو جانتی ہو وہ میرا کتنا اچھا دوست ہے اور ہماری فیملی بھی کتنی کلوز ہے ایک دوسرے سے اس لیے میں یونیورسٹی بھی نہیں آ سکی اور تمہارا نمبر مجھے یاد نہیں تھا اس لیے فون بھی نہ کر سکی۔ ڈونٹ وری وہ اب ٹھیک ہے۔" فرحان کے ایکسیڈنٹ کے بارے میں سن کر سونیا کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ کر رانیہ نے اسے تسلی دی۔

"چلو نیچے چلتے ہیں آنٹی بھی کیا سوچیں گی کہ وہ پہلی بار گھر آئی ہیں اور میں ان کے پاس بھی نہیں بیٹھی۔" وہ کمرے میں کھڑی سونیا کا ہاتھ تھامے اسے نیچے لے آئی۔ وہ دونوں نیچے آئیں تو وہاں ایک اور خاتون کو موجود پایا۔

"فرحان کی مما۔" رانیہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی سونیا کے سلام کرنے پر انہوں نے جس طرح اسے پیار کیا اس سے سونیا کو شبہ ہوا کہ وہ اس کے بارے میں فرحان کی سوچ سے واقف ہیں۔ اس خیال سے ہی وہ گھبرا سی گئی ادھر فرحان کی مما اتنی سی دیر میں سائرہ بیگم پر جانے کیا پڑھ کر پھونک چکی تھیں کہ وہ پرانی سہیلیوں کی طرح ان سے باتوں میں لگی تھیں اور آخر ان کے اصرار پر ان کے گھر چلنے کو بھی راضی ہو گئی تھیں۔ فرحان کے گھر جانے کا سوچ کر اس کا سامنا کرنے کا سوچ کر سونیا کا دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا۔

"پتا نہیں وہ مجھے اس طرح اپنے گھر میں دیکھ کر کیا سوچے گا۔ امی کو بھی پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اس طرح جانے کو تیار ہو گئی ہیں۔" وہ انہی سوچوں میں گھری ہوئی تھی جب رانیہ کی امی کو خدا حافظ کہتی اور اپنے گھر آنے کی دعوت دیتیں سائرہ فرحان کی مما کے ساتھ باہر جانے کو مڑیں۔ وہ بھی سب کو الوداع کہتی ان کے پیچھے تھی لیکن رانیہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی اس لیے رانیہ کو بھی اس کے ساتھ ہی جانا پڑا۔

فرحان انہیں ٹی وی لاؤنج میں ہی بیٹھا مل گیا۔ ایک بازو پر پلاسٹر تھا جبکہ ماتھے پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ خاصا کمزور اور اداس لگ رہا تھا۔ سونیا کو اسے اس حال میں دیکھنا بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا اس نے تو فرحان کو ہمیشہ بنک سنک سے تیار اور ہنستے مسکراتے ہی دیکھا تھا اس کے دل کو تکلیف ہو رہی تھی۔

"فرحان بیٹا! ان سے ملو یہ سائرہ ہیں سونیا کی مما۔" وہ جانے کن سوچوں میں کھویا ہوا تھا اپنی مما کی آواز پر چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوا سونیا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ڈھیروں جگنو اتر آئے وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح اس کے گھر بھی آ سکتی ہے۔

سائرہ بیگم کو دیکھ کر وہ بے اختیار احترام میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم بھی آپ جیتی رہو بیٹا۔" سلام کا جواب دیتی سائرہ بڑے پیار سے فرحان سے مخاطب تھیں۔ آج وہ سونیا کو ہمیشہ سے بہت مختلف مگر اچھی لگ رہی تھیں۔ وہ سب وہیں بیٹھ گئے۔ ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں تھوڑی دیر میں فرحان کی چچی اور تائی وغیرہ بھی ان کے پورشن میں مہمانوں سے ملنے آ گئیں وہ سب کزن نہیں بلکہ بہن بھائیوں کی طرح لگ رہے تھے۔ فرحان کی مما تو سارا ٹائم ان کے پاس ہی بیٹھی رہی تھیں۔ گھر کے باقی لوگوں نے اتنی سی دیر میں ان کی تواضع کا اچھا خاصا اہتمام کر ڈالا تھا۔ ان کی فیملی کو دیکھ کر سائرہ بار بار اپنے ماضی میں کھو رہی تھیں کتنے مختلف تھے یہ لوگ ان کے سسرال سے شاید بانو آپا کی تازہ تازہ نصیحتوں کا بھی اثر تھا اور ان لوگوں کے خلوص بھرے رویے کا بھی۔

"بہت اچھے لوگ ہیں۔" ان کے تبصرے پر سونیا خاموش رہی تھی البتہ واپسی پر سائرہ بہت خوشگوار موڈ میں تھیں۔

☆☆☆☆

"علی بھائی گھر سے کچھ زیادہ ہی باہر نہیں رہنے لگ گئے۔ بہت دن سے کھانے پر بھی نہیں ملتے۔" کچھ دن سے وہ یہ سب نوٹ کر رہی تھی آج شازیہ سے کہہ بیٹھی۔

"تمہیں تو پتا ہے اپنی بات منوانے کے لیے وہ ہمیشہ ناراضگی دکھاتا ہے۔"

"اب کونسی بات منوانا چاہتے ہیں وہ؟" سونیا بک سائیڈ پر رکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ شازیہ نے اسے اس طرح دیکھا جیسے کہہ رہی ہو تم واقعی اتنی انجان ہو۔

"آپی بتاؤ نا پلیز مجھے سچ میں کچھ نہیں پتا۔" پچھلے کتنے دن سے وہ اپنی زندگی میں اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ گھر سے کیا اپنی ذات سے بھی بے پروا رہی تھی۔

"علی شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"ارے واہ یہ تو بہت اچھی خبر ہے امی کو کیا اعتراض ہے؟" علی کی شادی کا سن کر وہ ایک دم سے ایکسائیٹڈ ہوگئی ہر بہن کی طرح اس کے دل میں بھی اپنے بھائی کی شادی کے لیے بڑی آرزوئیں تھیں۔

"اعتراض امی کو نہیں بلکہ ان لوگوں کو ہے" شازیہ کے لہجے میں کوئی ایکسائٹمنٹ نہیں تھی۔ سونیا کو تھوڑا برا بھی لگا۔

"وہ چاہتے ہیں کہ شادی کے بعد علی ان کی بیٹی کے ساتھ الگ گھر میں رہے ان کی بیٹی سسرال میں یعنی ہم لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اور اس سوچ میں علی بھی اس کے ساتھ ہے کیونکہ وہ اس لڑکی کے سوا کسی سے شادی کو تیار نہیں۔" شازیہ کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اوہ۔" اسے اس دن بانو خالہ کے گھر علی کے متعلق ہونے والی باتوں کی کہانی اب سمجھ آئی تھی۔

"مگر وہ لوگ ایسی فضول ضد کیوں کر رہے ہیں؟" سونیا کے سوال کے جواب میں شازیہ استہزائیہ ہنسی کے ساتھ اسے دیکھتی کمرے سے نکل گئی۔

گھر میں کشیدگی اتنی زیادہ بڑھ چکی تھی کہ اس کا گھر جانے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔ شازیہ اور نازیہ اپنی ٹینشن میں رہتیں امی کوئی فیصلہ کرنے سے [illegible] اور دوسری طرف علی تھا کہ [illegible] بھول بیٹھا تھا۔

"ابھی تم ہمارے اکلوتے بیٹے ہو ہمارے بڑھاپے کا [illegible] عمر بھر کی کمائی، تم ہماری اس طرح کیسے چھوڑ کر جا سکتے ہو صرف ایک لڑکی کے لیے۔" کل رات ہی امی علی سے کہہ رہی تھیں۔

"امی جی آپ بھی تو اپنی بیٹیوں کے لیے ایسا ہی سوچتی ہیں وہ لڑکے بھی تو کسی کے بیٹے ہیں ان کے ماں باپ بھی تو ان کے بغیر رہیں گے بڑھاپے میں اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ چلا جاؤں گا تو کون سی قیامت آجائے گی۔" علی بغیر کسی لحاظ کے کہہ رہا تھا اس کے بعد کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی کئی لمحے خاموشی کے گزرے پھر علی بھائی امی کے کمرے سے اپنے کمرے کی طرف جاتے نظر آئے۔

سونیا نے دروازے کی اوٹ سے دیکھا امی سر جھکائے بیٹھی تھیں ان کے گالوں پر آنسو بہہ رہے تھے شاید انہیں یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ان کا لاڈلا بیٹا انہیں یہ سب کہہ گیا ہے۔ اس کا دل چاہا امی کے پاس جائے لیکن شاید ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ کچھ ٹائم تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں اس لیے وہ دل کڑا کرکے پلٹ گئی۔

"یہ سب سچ ہی لیکن پھر بھی علی بھائی کو امی سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔" اس نے غصے سے سوچا۔

"وہ اس وقت بھی یہی کچھ سوچ رہی تھی جب رانیہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرا کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ہیلو میڈم کہاں گم ہو؟ میں کب سے بولے جا رہی ہوں تم جواب ہی نہیں دے رہی۔"

"کچھ نہیں یار بس پیپرز کا سوچ رہی تھی پڑھنے کا ذرا بھی موڈ نہیں بنتا لگتا ہے اس بار کی پوزیشن گئی ہاتھ سے۔"

"ارے نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں پوزیشن تو تمہیں ہی ملے گی آخر اتنی عالم فاضل دوست ہے میری اس بار سر عاصم کا پیپر ضرور تیار کروا دو پلیز اللہ تمہیں اجر دے گا۔"

"اور تم کیا دو گی؟"

"دعائیں بہترین اور کیا۔" سونیا نہ صرف رانیہ کی توجہ اپنی

طرف سے ہٹانے میں کامیاب ہو گئی تھی بلکہ اس کی اتنی سیدھی بات سے خود بھی وقتی طور پر بہل گئی تھی۔

⊛ ⊛ ⊛

آج کی صبح بہت ساری خبریں اپنے دامن میں سمیٹ کر لائی تھی۔

"آج شام حماد کے گھر والے شازیہ کو انگوٹھی پہنانے آرہے ہیں۔" سائرہ بیگم نے ناشتے کی ٹیبل پر جیسے دھماکہ کیا تھا کچھ دن پہلے ہی تو سائرہ نے نوری بی کو ان لوگوں کو انکار کرنے کا کہا تھا۔ "تم سب لوگ ضروری تیاری کرلو اور نازیہ اور سونیا تم دونوں آج یونیورسٹی نہ جانا دوپہر میں شازیہ کو پارلر لے جانا اور علی تم آج آفس سے چھٹی کرو یا ہاف لیو لے لو۔" سائرہ ان سب کی حیرت اور سوالیہ نظروں کو نظر انداز کرتیں بڑے اطمینان سے ناشتہ کر رہی تھیں۔ کسی نے ان سے کچھ نہیں پوچھا تھا گھر میں اچانک ہی ایک خوشگوار ہلچل مچ گئی ٹائم بہت کم تھا اور کام بہت زیادہ۔ اسی شام ایک سادہ سی پر وقار تقریب میں شازیہ کو حماد کے نام کی انگوٹھی پہنا دی گئی سب بہت خوش تھے۔ شازیہ کا کھلا کھلا روپ بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا۔ سائرہ بیگم مسکرا رہی تھیں لیکن ان کی آنکھوں میں چھپے خدشے اور اداسی سونیا کو بخوبی دکھائی دے رہی تھی۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوگا امی۔"

"ان شاء اللہ۔" وہ ان کا گال چومتی ہوئی پیار سے بولی تو سائرہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے مسکرا دیں۔

⊛ ⊛ ⊛

"سونیا بیٹا کھانا کھا کر ذرا میرے کمرے میں آنا۔" وہ کالج سے گھر آکر منہ ہاتھ دھو رہی تھی جب سائرہ نے اسے کہا۔

"وہ اثبات میں جواب دیتی یہ سوچتی کچن کی طرف چل دی کہ یہ خصوصی بلاوا کس لیے؟"

"کھا لیا کھانا؟"

"جی۔" وہ جواب دیتی ان کے پاس بیڈ پر آبیٹھی۔ "بیٹا تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے میں چاہتی ہوں کہ تم کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرو تاکہ مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔" سائرہ کی اس تمہید پر سونیا خاموشی سے ان کی طرف دیکھنے لگی لیکن اس کی آنکھوں میں واضح الجھن تھی۔ "جیسا کہ تمہیں پتا ہی ہے علی بھی شادی کرنا چاہ رہا ہے اور شازیہ کا رشتہ بھی طے ہو چکا ہے۔ ویسے تو میرا ارادہ تھا کہ تمہاری اور نازیہ کی شادی کا فیصلہ تم لوگوں کے ماسٹرز مکمل ہونے کے بعد کروں لیکن اب یہ سوچتی ہوں کہ اچھا رشتہ آئے تو ٹھکرانا ناشکری ہے۔" سونیا دم سادھے انہیں سن رہی تھی آگے وہ نہ جانے کیا سنانے جا رہی تھیں۔

"نازیہ کے لیے میں فرح لوگوں کی طرف ہاں کرنے کا سوچ رہی ہوں۔" انہوں نے ایک رشتے کا حوالہ دیا جنہوں نے ایک تقریب میں نازیہ کو دیکھا تھا اور اس دن سے نازیہ کو بہو بنانے کو بے چین تھے۔

"وہ تمہاری دوست کی پڑوس والی جو آنٹی ہیں نا پچھلے ہفتے وہ آئی تھیں اپنے بیٹے فرحان کے لیے تمہارا ہاتھ مانگنے۔" امی کے انکشاف پر بے اختیار اس کی نظریں جھک گئیں دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔

"میں نے ان سے سوچنے کے لیے کچھ مہلت مانگی تھی۔ تمہارے ابو نے تو فرحان اور اس کی فیملی کے متعلق ہر طرح سے تسلی کر لی ہے علی بھی مطمئن ہے، مجھے بھی وہ لوگ کافی اچھے اور سلجھے ہوئے لگے تھے لیکن بیٹا زندگی تمہیں گزارنی ہے اس لیے تمہاری رضامندی ضروری ہے جیسے تم کہو گی ویسے کریں گے بے فکر ہو کر بات کرو تم پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں۔" سائرہ بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھیں جب سے علی نے ان سے اس انداز میں بات کی تھی انہوں نے یہی انداز اپنالیا تھا شاید ان کے بیچ اپنی اہمیت کا احساس ختم ہو گیا تھا نہ جانے وہ کس کیفیت سے گزر رہی تھیں امی کے اس انداز پر بلاوجہ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"امی میرے لیے آپ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا میں خود بھی نہیں، آپ جیسا چاہیں کریں مجھے وہی قبول ہوگا۔" وہ بے اختیار اپنی ماں کے گلے لگی کہہ رہی تھی۔ سائرہ بھی آنسو ضبط کرتی اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

سب کچھ اچانک ہو گیا تھا سونیا کو تو اب تک سب کچھ خواب لگ رہا تھا فرحان کی فیملی کا آنا رشتہ طے ہونا منگنی ہونا دو دن ہو چکے تھے وہ ابھی بھی بے یقینی سے اپنے دائیں ہاتھ کی دوسری انگلی کو چھو کر اس میں فرحان کے نام کی انگوٹھی کی موجودگی کا احساس کرکے خود کو یقین دلاتی کہ جو بات ناممکن تھی وہ ممکن ہو گئی ہے۔ وہ خوش تھی بہت خوش گھر میں سب بہت خوش تھے سائرہ بھی ہنستی مسکراتی نظر آتی تھیں لیکن علی سے اب بھی کم سے کم بات کرتی تھیں۔

"علی... اس لڑکی کے گھر کب جانا ہے؟" "جی کس لڑکی کے گھر؟"

"جس سے تم شادی کرنا چاہتے ہو میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد تمہارے فرض سے بھی فارغ ہو جاؤں ان سے بات کرو اور ایک دو دن میں آنے کا بھی کہہ دو۔" اس وقت سب ہی لاؤنج میں موجود تھے جب امی علی سے مخاطب ہوئیں مخاطب علی سے تھیں لیکن نظریں

ٹی وی تھیں جہاں کوئی ٹاک شو آرہا تھا۔ علی ان کے قدموں میں آبیٹھا اور پیار سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیا ایسے موڈ میں جائیں گی اپنی ہونے والی بہو دیکھنے؟" علی کے کہنے پر سائرہ نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا ہے میرے موڈ کو اور اگر کچھ ہوا بھی تو تمہیں اس بارے میں کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے مجھے جلد از جلد تمہاری شادی کرنی ہے بس۔" وہ اسی روٹھے لہجے میں بولیں۔

"میری شادی کی اتنی جلدی کیوں سوگئی ہے رولیں گی میرے بغیر؟"

"ظالم ماں کہلانے سے تو بہتر ہی ہے نا کہ بیٹے کی دوری برداشت کرلوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی سائرہ کا لہجہ بھیگ گیا تو علی تڑپ کر ان کے ہاتھ چومنے لگا۔

"امی میری پیاری امی! مجھے معاف کردیں پلیز میں نے آپ کا بہت دل دکھایا ہے میں کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" وہ ان کی گود میں سر رکھے لاڈ سے کہہ رہا تھا۔

"لیکن اس دن تو تم......؟"

"بکواس کررہا تھا اس دن میں امی میں صرف آپ کو یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ آپ کی ضد غلط ہے اس ضد کی وجہ سے نا صرف آپ پریشان تھیں بلکہ سب کی زندگیاں ڈسٹرب ہورہی تھیں بس آپ کو اسی بات کا احساس دلانے کے لیے اور آپ سے جلدی جلدی یہ فیصلے کروانے کے لیے میں نے یہ سارا ڈرامہ کیا تھا۔ وہ شرمندہ سا سر جھکائے بولتا سائرہ کو بہت پیارا اور معصوم سا لگا۔

"اور وہ لڑکی......؟"

"ہاں وہ سمیعہ امی جی وہ تو بے چاری بہت پریشان ہے میرے اس ڈرامے میں میں نے اس کا نام بھی استعمال کیا ہے سچ میں امی وہ بہت اچھی ہے وہ لوگ تو خود جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہیں اور وہ تو کبھی اکیلے رہنے کا سوچتی بھی نہیں ہے وہ سب میں نے اپنی طرف سے کہا تھا اس کا اس میں کوئی قصور نہیں۔"

"خیر قصور تو اس کا ہے۔" سائرہ سخت لہجے میں بولیں تو علی کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔

"اس کا قصور یہ ہے کہ میرے اتنے پیارے لاڈلے بیٹے کو مجھ سے چرالیا ہے اس نے۔" سائرہ نے مسکرا کر کہا تو سب ہی ہنس پڑے۔ سائرہ نے ایک نظر اپنے بچوں پر ڈالی سب ہی بہت خوش اور مطمئن لگ رہے تھے۔ انہوں نے بے ساختہ علی کی پیشانی پر پیار کی مہر ثبت کردی ان کے بیٹے نے واقعی ان کی غلطی سدھار دی تھی۔

❁...❁...❁

وہ دونوں کلاس لے کر نکلیں تو فرحان ان کے ہی انتظار میں کھڑا تھا۔

"لو جی کیا آپ کا جوکر۔"

"یہ تو مت کہو۔"

"اچھا جی تو کیسے کہوں؟" وہ دونوں ہنس پڑیں۔ "خدایا یہ پڑوسن! یہ میری گناہگار آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں میں تمہارے ڈیپارٹمنٹ میں آیا ہوا ہوں نہ کہ زندگی کا طوفان اس قدر خوشگوار موسم اف میرا تو دل گھبرانے لگا ہے۔" سونیا کے خوشگوار موڈ پر بھرپور ہوتے اس نے اوور ایکٹنگ کی انتہا کردی۔

"تم یہاں کس لیے آئے ہو؟" رانیہ کے کسی سخت ٹیچر کے سے انداز میں پوچھنے پر سونیا زیر لب مسکرانے لگی۔

"جی میڈم بات دراصل یہ ہے کہ بہ بدولت کی نئی نئی جاب ہوئی ہے تو سوچا کیوں نا چھوٹی موٹی ٹریٹ مار کر یہ حسرت بھی پوری کرلی جائے۔"

"اپنی حسرتوں سمیت یہاں سے تشریف لے جائیے فرحان صاحب۔"

"ٹھیک ہے محترمہ رانیہ صاحبہ میں تشریف لے جاتا ہوں لیکن جب آپ کو حسن کے لیے کوئی گفٹ خریدنا ہو کارڈ پر لکھنے کے لیے کوئی شاعری چاہیے ہو یا ایسا ہی کوئی اور مشورہ تو برائے مہربانی میرے پاس تشریف مت لائیے گا۔" وہ بھی مزے سے بلیک میلنگ پر اتر آیا۔

"بہت بدتمیز ہو تم خیر میں لائبریری جارہی ہوں صرف دس منٹ کے لیے تم سونیا سے بات کرسکتے ہو اس کے بعد میں بھی تم لوگوں کے پاس آجاؤں گی سمجھے۔"

"جی بالکل سمجھ گیا اب آپ جائیں گی پلیز۔"

"کتنے مطلبی ہو تم۔"

"بس جی پڑوسیوں پہ گیا ہوں۔" اس کے برجستہ جواب پر سونیا کو ہنسی آگئی رانیہ بھی مصنوعی غصے سے گھورتی لائبریری کی طرف چل پڑی۔

"آیئے... ؟" وہ دونوں یونیورسٹی کی سڑک پر ساتھ ساتھ چلنے لگے فرحان کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے سونیا کو محسوس ہو رہا تھا جیسے اس سے بہتر راہ گزر اور ہم سفر کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ شاید اس وقت فرحان بھی کچھ ایسا ہی کچھ سوچ رہا تھا ساتھ چلتے چلتے دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نظریں ملیں اور دونوں مسکرا دیے زندگی بھی مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

❁

قسط نمبر 5

غم کے بھروسے کیا کچھ چھوڑا کیا اب تم سے بیان کریں
غم بھی راس نہ آیا دل کو اور ہی کچھ سامان کریں
ایک ٹھکانہ آگے آگے پیچھے پیچھے مسافر ہے
چلتے چلتے سانس جو ٹوٹے منزل کا اعلان کریں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

یہ کہانی نندنی گریوال سے شروع ہوتی ہے جس کا تعلق دو مختلف مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد سے ہے باپ سکھ جبکہ ماں ہندو ہے نندنی اپنی ماں کے ساتھ انڈیا میں جب کہ اس کا بھائی باپ کے ساتھ امریکا میں مقیم ہے۔ بزنس ٹور پر امریکا میں نندنی کسی ایشین مرد سے ملتی ہے جس کی شخصیت کا سحر اس قدر اس پر طاری ہو جاتا ہے کہ وہ ہر جگہ اسے پاگلوں کی طرح تلاش کرتی رہتی ہے۔ نندنی کی ماں سریتا دیوی کے دوسرے شوہر کا بیٹا دیو نندنی کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ سریتا دیوی نندنی کو دیو سے شادی کرنے پر مجبور کرتی ہیں جس پر نندنی دلبرداشتہ ہو کر اپنی جان لینے کی کوشش کرتی ہے۔ کہانی کا دوسرا اہم کردار عباس حیدر جس کی نسبت بچپن ہی سے اپنے چچا کی بیٹی لاریب سے طے ہے اپنی خاندانی روایات کی پاسداری نہ کرتے ہوئے شوبز جوائن کرلیتا ہے جس پر سارا خاندان اس سے قطع تعلقی اختیار کرلیتا ہے۔ عباس کے جانے کا سب سے زیادہ اثر لاریب پر ہوتا ہے وہ اندر سے ٹوٹ جاتی ہے دوسری طرف عباس اریشہ سے شادی کرلیتا ہے اس کی شادی کی خبر سن کر لاریب شدید صدمے سے دوچار ہوتی ہے اور حویلی کے خاص ملازم سکندر جو کہ گھر کے ایک فرد کی طرح ہے اسے شادی کے لیے خود پرپوز کرتی ہے سکندر لاریب کو چپکے چپکے دل میں پسند کرتا ہے اور لاریب کی ذہنی حالت اور صدمے کے آگے ہار مانتے ہوئے اس سے کورٹ میرج کرلیتا ہے لاریب عباس کو اپنی اور سکندر کی شادی کی خبر فون پر سناتی ہے جس پر وہ حسد کرنے کے بجائے مبارک باد دیتا ہے جب ہی لاریب کو شدت سے اپنی غلطی اور سکندر کی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے جس پر وہ اپنی جان لینے کی کوشش کرتی ہے۔ کہانی کا تیسرا اہم کردار شرجیل جس کا تعلق جوائنٹ فیملی سے ہے خاندان میں اسے بے حد اہمیت حاصل ہے اس کی چچازاد ایمان وجیہ شخصیت کی مالک ہے۔ شرجیل کو دل ہی دل میں پسند کرتی ہے لیکن شرجیل پہلے سے ہی ایمان کو پسند کرتا ہے ایمان کی نسبت وقاص سے طے ہے۔ لاریب خوش قسمتی سے بچ جاتی ہے جب کہ سکندر اس کے انتہائی قدم پر ششدر رہ جاتا ہے۔ لاریب کے گھر آنے کے بعد سکندر اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں اور ایمان کے سامنے ہی اس پر بگڑ پڑتی ہے۔ دیو کے بارہا منع کرنے کے باوجود سریتا دیوی ایک بار پھر نندنی سے دیو کے متعلق بات کرتی ہیں جس پر شدید طیش میں آ کے وہ بالکونی کی چھت سے کود جاتی ہے مگر ایک بار پھر وہ بدقسمتی سے بچ جاتی ہے جس پر دیو اور سریتا دیوی شکر کا سانس لیتے ہیں۔ ڈاکٹر زینب نندنی کو پیار سے سمجھاتی ہیں نتیجتاً وہ ان کے قریب سے قریب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ دوسری جانب عباس عریشہ کے ساتھ نئی زندگی میں مگن ہے جب کہ لاریب اپنی کی گئی حماقت پر سکندر سے مزید نفرت کرنے لگتی ہے۔ اس کی بیماری کا سن کے ایمان اور امامہ سکندر کے گھر ملنے جاتی ہیں وہ بھی نکاح نامہ لینے کی غرض سے ان کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ نکاح نامہ نہ ملنے کے باعث وہ شدید رنج میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ سکندر کچھ دن بعد جب لاریب کو ڈراپ کرنے جاتا ہے لاریب اس سے نکاح نامہ لے کے جلا دیتی ہے جب کہ سکندر ششدر رہ جاتا ہے۔ دوسری جانب شرجیل ایمان کے گھر رشتہ بھیجتا ہے جو توقعات کے عین مطابق رد کر دیا جاتا ہے جب کہ تایا جی حویلی کے رکھ رکھاؤ و دولت سے بے حد متاثر ہوتے ہیں شرجیل فراز کو ایمان کے بھاگنے کا لائحہ عمل بتاتا ہے جس پر وہ حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ عباس عریشہ کے ساتھ ہنی مون پر جانے کی تیاری کر رہا ہوتا ہے جب ہی اسے باپ بننے کی خوش خبری ملتی ہے جس سے وہ خوشی سے جھوم اٹھتا ہے جب کہ عریشہ اس کی اس قدر دیوانگی کو دیکھ کر جھینپ جاتی ہے۔ شرجیل تائی جی سے اپنے مشتبہ چچا اور ان کے تعلق کا استفسار کرتا ہے جس پر تائی جی غصے سے جھوٹی کہانی سنا کر اسے خاموش کروا دیتی ہیں۔ نندنی ڈاکٹر زینب سے ملنے ان کے گھر جاتی ہے جہاں نندنی کے شوہر اس اسلام کے متعلق بات کر رہے ہوتے ہیں ان کی باتوں کا نندنی پر بہت اثر ہوتا ہے جس کا تذکرہ وہ ڈاکٹر زینب سے بھی کرتی ہے۔ دوسری جانب حویلی میں ایمان اور وقاص کی شادی کی تیاریاں عروج پر ہیں جب کہ ایمان شرجیل کے ساتھ ہی آگے کی زندگی کے ساتھ گزارنے کا تہیہ کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں اپنے گھر کی دہلیز پار کر جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

☆☆☆

"فراز تمہارا آج ایڈمیشن تھا ناں؟ کیا رہا؟" وہ مایوس و دل گرفتہ بیٹھا تھا جب ہی صالحہ نے اندر جھانک کر فراز سے پوچھا تو فراز کی جان ہی جل کر رہ گئی۔

"پہلے ایک گلاس یخ پانی پلاؤ پھر بے حد اسٹرانگ قسم کی چائے پیش کرو گی تو بتا سکتا ہوں۔" یہ بھی جان چھڑانے کا ایک طریقہ تھا وہ اچھی طرح جانتا تھا صالحہ کام کی کتنی چور ہے مگر صالحہ بھی گویا اسے حیران کرنے پہ تلی ہوئی تھی۔ فراز کی آنکھیں اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب وہ دس منٹ کے وقفے سے ٹرے میں اس کی دونوں مطلوبہ چیزوں کے ساتھ حاضر تھی۔

"چلو بولو اب نتائج۔" ٹرے میز پر رکھنے کے بعد خود اس کے مقابل صوفے پر بیٹھ گئی۔ فراز اچھا خاصا جز بز ہو گیا تھا۔

"تم اس بات کو چھوڑو وہ بات کرو جس کے لیے یہ مشقت کاٹی ہے۔ میری ذات میں تمہیں اتنی دلچسپی کب سے پیدا ہو گئی ہے۔" فراز کے برجستہ جملے پر صالحہ کی کھسیاہٹ دیکھنے لائق تھی۔

"تم بہت بکواس ہو فراز!"

"نئی اطلاع میرے لیے۔" فراز نے اطمینان سے کہتے ہوئے گلاس خالی کر کے چائے کا مگ اٹھالیا۔

"وہ فراز... تمہیں شرجیل کا کچھ پتا ہے؟ بالکل ہی غائب ہے کتنے دنوں سے۔" سوال ثابت کر چکا تھا کہ صالحہ کی برداشت اس سے زیادہ نہیں۔ فراز کے چہرے پر معنی خیز مسکان ابھری۔

"میری جہاں تک معلومات ہیں وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر گئے ہیں۔"

"کب تک آئے گا؟"

"کیوں... تمہارا دل نہیں لگ رہا ان کے بغیر؟" فراز کے کچوکا لگاتے پوچھے گئے تیکھے سوال پر وہ جھینپ گئی۔

"بہت بدتمیز ہو فراز تم بھی۔" فراز نے اس کا غصہ نادیدہ کر کے جیسے ان سنا کر دیا۔

"میں بدتمیز ہوں؟ ٹائم دیکھیں محترمہ! آدھی سے زیادہ رات گزر چکی اور آپ میرے کمرے میں اطمینان سے بیٹھی ہیں بھلا کون ہوا بدتمیز؟ خود فیصلہ کرو۔" وہ گویا جھلا اٹھا۔

"تم بہت..."

"بدتمیز نہیں ہوں کم از کم جائیے سو جائیے جا کر اور محترم کی فکر چھوڑ دیجیے وہ آپ کے دام میں آنے والے نہیں خواہ مخواہ انرجی ویسٹ کرنے کا فائدہ۔" فراز نے نخوت سے کہا اور اسی ناگوار موڈ کے ساتھ کپ پٹختا ہوا واش روم میں جا گھسا۔

❀ ❀ ❀

نیم غنودگی کی کیفیت میں لاریب نے کروٹ بدلی پھر کسمسا کر آنکھیں کھول دیں امامہ اس سے کچھ فاصلے پر تکیے میں منہ گھسیڑے سردی سے سکڑی سو رہی تھی۔ لاریب نے یونہی لیٹے لیٹے ہاتھ بڑھایا اور اس پر کمبل کھینچ دیا ایمان بیڈ پر نہیں تھی اس نے انگڑائی لے کر اٹھتے ہوئے نیم وا آنکھوں سے واش روم کی سمت دیکھا دروازہ کھلا ہوا تھا وہ لباس درست کرتی بستر سے اتر گئی۔ بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹے اس نے آگے بڑھ کر ٹیرس کا دروازہ کھولا تو دھند کے بگولوں اور سرد ہوا کے جھونکوں نے جسم میں جھرجھری سی دوڑا کے رکھ دی اس نے جلدی سے دروازہ بند کرتے ہوئے قدم پیچھے ہٹالیے۔

"باجو! اتنی جلدی کیسے اٹھ گئیں؟" وہ بڑبڑائی اور انٹرکام کی سمت آ کر ریسیور اٹھالیا۔ ایمان کے کمرے میں رابطہ کیا مگر گھنٹیاں بجتی رہیں ایمان نے رسپانس نہیں دیا تھا۔ وہ قدرے جھنجلائی اور ریسیور رکھ کر واش روم میں چلی گئی۔ منہ ہاتھ دھو کر اسٹینڈ سے تولیہ کھینچا اور منہ پونچھتے باہر آئی تو امامہ کو بستر پر بیٹھے بچوں کی طرح دونوں آنکھیں مسلتے دیکھ کر گہرا سانس بھرا۔

"باجو کہاں ہیں؟" امامہ نے اس پر نگاہ پڑتے ہی کسلمندی سے سوال کیا۔

"انہیں ہی بلانے جا رہی ہوں تم فریش ہو جاؤ پھر اکٹھے ناشتہ کرتے ہیں۔" بیڈ کے سرہانے دوپٹہ اٹھا کر کاندھے پر ڈالتی وہ اسے تسلی دیتی خود باہر نکل گئی۔ ایمان کا کمرہ راہداری کے آخری سرے

پر تھا شفاف راہداری میں دھند اور سردی کا احساس غالب تھا۔ لاریب نے ناب گھما کر دبایا تو دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔

"باجو کہاں ہیں آپ؟" اس نے اندر قدم رکھتے ہوئے پکارا۔ جواب ندارد تھا اور کمرا نیم تاریک۔ لاریب نے آگے بڑھ کر لائٹیں آن کیں تو کمرا خالی تھا اور بستر بے شکن۔ وہ حیران سی کھڑی رہ گئی۔

"یہ باجو اتنی صبح کہاں چلی گئیں؟" اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا اور الٹے قدموں باہر نکلی تو سب سے پہلا سامنا سکندر سے ہوا۔

"سکندر بات سنو ذرا۔" اس نے بے اختیار اسے ہی زور سے پکارا تو سکندر چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا اور رک کر سوالیہ نظروں سے اسے تکنے لگا۔ کیسی نظریں تھیں اس کی ہمیشہ کی طرح نرم اور پُرگداز سی۔

"تم نے باجو کو دیکھا؟ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں؟"

"تو کہیں اور ہوں گی۔ لان میں یا پھر کچن میں، وہاں دیکھا؟" سکندر نے اس کی پریشانی اور اضطراب کو کچھ تحیر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تم لان میں دیکھ کر آؤ میں کچن کے علاوہ سب کے کمرے میں بھی چیک کر کے آتی ہوں۔" لاریب نے اک فکری گھبراہٹ اور تشویش زدہ انداز میں کہا اس کے لرزتے قدم کچن کے دروازے پر آ کر رکے ملازمائیں ناشتے کی تیاری میں مصروف خوش گپیاں کر رہی تھیں اسے دیکھ کر یکدم مستعد ہو گئیں۔

"کچھ چاہیے بی بی صاحبہ؟" لاریب نے غائب دماغی کی کیفیت میں سر کو نفی میں جنبش دی اور واپس ہولی۔ جب وہ امامہ کے کمرے سے نکلی تو اس کا دماغ صحیح معنوں میں سن تھا۔

"ایمان بی بی وہاں لان میں نہیں ہیں۔" سکندر نے اسے اطلاع پہنچائی تو لاریب نے آنکھوں میں اترتے اندھیروں کو واضح محسوس کیا تھا۔

"آپ نے ان کے کمرے میں دیکھا؟" سکندر اب خود بھی بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"ہر جگہ دیکھ چکی ہوں۔" اس کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

"ہو سکتا ہے جب آپ نے دیکھا ہو وہ واش روم میں ہوں، جا کہاں سکتی ہیں؟ آئیے پھر دیکھتے ہیں۔" سکندر نے رسانیت سے کہتے اسے تسلی دی تو لاریب ایک لفظ کہے بغیر وحشت زدہ دل کے ساتھ اس کے ساتھ ہولی۔ سکندر نے اندر آ کر پہلے ٹیرس اور ڈریسنگ کے کھلے دروازوں سے جھانک کر دیکھا۔ واش روم کا بند دروازہ تھپتھپا کر باقاعدہ آواز دی۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ واش روم [illegible] قابل تشویش بات تھی ایمان یوں بنا اطلاع کہیں جا نہیں سکتی تھی۔ [illegible] بھی سوچ بھی پوری طرح [illegible] لاریب تو بے جان ہوتی ٹانگوں سمیت وہیں بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔ اس کا رنگ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ پیلا پڑ رہا تھا۔ کسی انہونی کا احساس اس قدر گہرا تھا جو دل کو [illegible] سے سمٹا تھا اب تو سکندر بھی اس صورت حال پر بے اضطراب [illegible] کنٹرول کھوتا بے حد نروس نظر آ رہا تھا۔ اس نے اسی بے چینی میں نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا ہر شے سلیقے سے [illegible] تھی کوئی کمی بیشی تھی نہ بے ترتیبی۔ اس نے [illegible] آگے بڑھتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کی درازیں کھول کر دیکھیں ان میں جیولری باکس کاسمیٹکس کی چیزیں ازلی ترتیب سے نظر آئیں۔ بیڈ کے سرہانے رکھتے اس نے جھپٹ کر تکیہ اٹھایا تب اس کے ہاتھ اور نظریں اک ساتھ ساکن ہو گئی تھیں۔ تکیہ تلے ہی اک تہہ شدہ کاغذ سامنے آ گیا۔ اس نے بھینچتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ وہ کاغذ اٹھایا اس کے خدشے کی تصدیق ہو چکی تھی۔ لاریب جو الجھن آمیز نظروں سے اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہی تھی اسے اس کاغذ کو تھامتے دیکھ کر لمحہ بھر کو منجمد رہ گئی۔ اگلے لمحے وہ بے حد تیزی سے اٹھی اور تقریباً جھپٹ لینے کے انداز میں اس سے وہ کاغذ کا ٹکڑا چھین لیا۔ سکندر نے اس حرکت کے جواب میں کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں دیا۔ لاریب نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ کاغذ کھولا اور خدشات سے لرزتی نگاہ کو بامشکل تحریر پر جمایا۔

"بابا جان! زندگی کے کسی مرحلے پر مجھے اس طرح بھی آپ سے مخاطب ہونا پڑے گا میں نے سوچا نہیں تھا۔ میں نے بہت دماغ کھپایا مگر مجھے اس سوال کا جواب نہیں مل سکا کہ اگر آپ نے اسی طرح ہمیں ہمارے بچپن میں طے کیے اپنے فیصلوں کی بھینٹ چڑھانا تھا تو ہمیں تعلیم کا شعور کیوں بخشا۔ کیوں زندگی کی طرف کھلنے والے دریچوں کے پٹ ہم پر وا کیے کہ ہمارے دل و دماغ فہم و فراست کی آگاہی حاصل کر کے پھر سے نا آسودگی کے بھنور میں چکراتے پھرتے ہیں۔ آپ کو شاید نہیں پتا بابا جان آپ کے اس فیصلے کی بدولت لاریب کس قدر نا آسودہ ہے۔ ایک ایسا شخص جس نے میری ہر لحاظ سے مکمل اور پرفیکٹ بہن کو بغیر کسی وجہ کے ٹھکرا دیا میں اسی کے بھائی کو عمر بھر کے لیے اس اہم بندھن میں اپنا آپ کیسے سونپ دوں جس کی اطاعت اللہ نے

[illegible] ہو۔ پھر دل بھی تو آمادہ ہو وقاص مجھے اس حوالے سے کبھی پسند نہیں رہا۔ شرجیل میرا دوست ہے مجھ سے محبت کا دعوے [illegible] وہ جب ہر جائز طریقے سے مجھے حاصل کرنے کا خواہش مند تھا تو آپ نے ایسا نہیں ہونے دیا تو مجھے مجبوراً یہ قدم اٹھانا پڑا؟ میں آپ اور آپ کی حویلی کو اس لیے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہی ہوں کہ اس کی اونچی فصیلوں میں مجھے بنام گھٹن محسوس ہوتا ہے۔" [illegible] کاغذ لاریب کے کانپتے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ آنکھوں میں چھائی دھند نے آنسوؤں کی شکل اختیار کر لی ہاتھوں میں چہرا [illegible] وہ اتنی وحشت سے روئی کہ سکندر بوکھلا کر اسے دیکھتا رہا۔

(یہ آپ نے اچھا نہیں کیا باجو! آپ کو کیا پتا اس حویلی کا اور بابا جان کا پہلے ہی کتنا نقصان ہو چکا ہے)

سوچیں اسے پاگل بنا دینے کے درپے تھیں۔ سکندر جو کسی حد تک صورت حال سمجھ چکا تھا اس کے نزدیک آ کر جھکا اور گرا ہوا کاغذ کا پرزہ ہاتھ کی مٹھی میں بھینچ کر بوجھل قدموں سے باہر کی سمت ہو لیا۔

❀ ❀ ❀

نظر جب اس سے ملتی تھی میں خود کو بھول جاتی تھی
بس اک دھڑکن دھڑکتی تھی میں خود کو بھول جاتی تھی
اسے ملنے سے پہلے میں بہت بنتی سنورتی تھی
مگر جب وہ سنورتا تھا میں خود کو بھول جاتی تھی
میں اکثر یہ ہی کہتی تھی میں تم سے پیار کرتی ہوں
مگر جب وہ یہ کہتا تھا میں دنیا بھول جاتی تھی

عباس حیدر اپنا پروڈکشن ہاؤس بنانے میں اس قدر مصروف تھا کہ اسے عریشہ کے لیے بھی ٹائم نکالنا مشکل ہو رہا تھا۔ رات کو بھی اتنا لیٹ آتا کہ عریشہ سو چکی ہوتی۔ عریشہ متعدد بار شکوہ کر چکی تھی وہ ہر بار آئندہ جلدی آنے کا وعدہ کرتا مگر مصروفیت یہ وعدہ ایفا نہ ہونے دے رہی تھی۔ بزنس میں عباس کو نہ تجربہ تھا نہ انٹرسٹ یہی وجہ تھی کہ اس نے اس فیلڈ کا انتخاب کیا یوں عریشہ کی بات بھی رہ جاتی اور روزگار کا سلسلہ بھی چلتا رہتا۔ اس وقت بھی وہ بے حد مصروف تھا جب اس کے سیل پر میسج ٹون بجی پہلے تو اس نے نظر انداز کیے رکھا مگر جب ذرا فرصت نصیب ہوئی تو سیل فون نکالا۔ میسج کھولتے ہوئے وہ فریش جوس کے سپ لے رہا تھا۔ عریشہ کے نمبر سے آئی اس غزل نے اس کے عنابی ہونٹوں کی تراش میں مسکراہٹ کی الوہی کرنیں بکھیر دیں اس نے اسی وقت عریشہ کا نمبر ڈائل کیا۔

"کہاں ہیں آپ؟" وہ چھوٹتے ہی کھنک کر بولی۔

"شاعری کی زبان میں بات کی ہے تو میرے جذبات بھی سن لو۔" وہ ہنستے ہوئے بولا اور اپنے مخصوص دلنشین لہجے میں بے حد جذب سے گویا ہوا۔

اگر تم پاس ہوتے کرم کی انتہا کرتے
تمہیں پلکوں پر رکھتے تمہیں دل میں بٹھاتے
اگر تم روٹھ جاتے تمہیں کتنا مناتے
تمہاری لغزشوں کو بھی ہنسی میں ہم اڑا دیتے
اگر اپنی خطا ہوتی تو خود کو ہی سزا دیتے
مگر یہ سب جبھی ہوتا اگر تم پاس ہوتے

"آپ کو ہری ہری سوجھ رہی ہے میں واقعی اداس ہوں۔" وہ جیسے ہی خاموش ہوا عریشہ نے منہ پھلا کر کہا۔ عباس کو جیسے جھٹکا لگا۔

"سنجیدہ ہوں یہ مذاق نہیں ہے۔" وہ صفائی دیے بغیر نہیں رہ سکا کہ عریشہ کی خفگی جان پر ایسے ہی بنا دیتی تھی۔

"تو پھر ان فاصلوں کی وجہ عباس؟ کیوں نہیں آ جاتے میرے پاس۔" عریشہ کی آواز میں آنسوؤں کی نمی گھلنے لگی۔ اسے روتے پا کر عباس بے کل ہو۔

"بس کام کہاں کر پاؤں گا تھوڑا سا اور انتظار ابھی آ رہا ہوں۔" وہ اسی پل اٹھا اور عریشہ اس کا ارادہ جان کر بوکھلا گئی۔

"ارے ارے نہیں پلیز دو بج رہے ہیں رات کے شہر کے حالات پتا ہیں نا آپ کو۔"

"کچھ نہیں ہوگا مجھے میری جان! تم بلاؤ اور میں نہ آؤں ایسے تو کبھی نہیں ہو سکتا۔" وہ بڑی ترنگ میں آ کر بولا تو عریشہ جھینپ کر ہنسنے لگی خود پہ نازاں اور بے تحاشا فخر کر کے۔

"بس بھئی کر لیا آپ کی محبتوں اور سچائی کا یقین۔ بس آرام سے بیٹھے صبح آئیے گا۔" اس کے لہجے میں تحکمانہ پیار بھری دھونس تھی، عباس نے منہ بنا لیا۔

"ظالم لڑکی! میرے سوتے ہوئے جذبوں کو جگا کر اب پابندیاں لگانا شروع کر دیں۔" جواب میں پھر عریشہ کی کھنک دار ہنسی تھی جو عباس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی وہ خود بھی مسکرا دیا زندگی مکمل تھی اور بے حد حسین۔ وہ اتنا مطمئن تھا جیسے یہ زندگی ہمیشہ ایسے ہی تو رہنی ہے۔

❀ ❀ ❀

یخ بستہ ستون سے ٹیک لگائے موسم کی ساری تندی اور شدت کو سہتے ہوئے جب اس نے فضا میں ابھرنے والی فجر کی

اذان کی پہلی پکار گونجتی تو جلتی ہوئی آنکھوں کو کرب آمیزی کی کیفیت میں بند کرلیا۔ ماحول میں غضب کی ٹھنڈک تھی مگر وجود سے نڈھال وہ دہک رہے تھے۔ پچھتاوے اور حساس زہریلے چل کر اس کے اعصاب کو شکستہ کرچکے تھے۔ خدشات تیز دھار تلوار کی صورت سر پر لٹکے ہوئے تھے۔ بابا سائیں پر بات کھلی تو آنے والے مہمانوں کو روکنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ حقیقت حال سے آگاہ کرنے کو جتنی بھی شرمندگی ہو سکتی ہے سہی مگر بابا سائیں خود گئے تھے بڑی حویلی بڑے بھائی سے معذرت کرنے مگر پلٹ کر واپس نہیں آسکے۔ تایا سائیں کو جس پل شرمندگی اور دکھ کی اتھاہ میں ڈوبے وہ صورت حال بتا رہے تھے وقاص حیدر یک دم کتنا بپھر سا گیا تھا۔ اس نے عادت کے مطابق بے لحاظی اور گستاخی کی انتہا کر ڈالی اور طنز کے نشتر چلاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیسے مان لوں میں کہ وہ آپ کی ایما کے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھا سکتی ہے چاچا سائیں! چلیں مان بھی لیں کہ ایسا ہوا ہے تو بھی اس میں سب سے زیادہ قصوروار آپ ہی ہیں۔ منع بھی کیا تھا آپ کو اتنی آزادی دینے سے تب آپ کو میری باتیں بری لگتی تھیں اکیلی جاتی تھی نا گاڑی میں یونیورسٹی پڑھنے وہیں کسی کے ساتھ ساز باز کرلی تو کیا حیرت۔ آپ نے انہیں یہ کھیل رچانے کو پورا ماحول فراہم کیا تھا۔" باپ کے درمیان میں جھڑکنے ڈوکنے کو خاطر میں لائے بغیر وہ اپنی بھڑاس طیش زدہ انداز میں نکالتا رہا اور غم کی شدت سے پہلے سے نڈھال بابا سائیں شرمندگی کے اس مقام پر آکے دل کے آگے تمام ہمتیں ہار گئے۔ انہیں پہلا اٹیک ہی بہت شدید قسم کا ہوا تھا۔ سکندر وہیں سے انہیں شہر کے اسپتال لے کر بھاگا تھا تو تایا سائیں بھی ساتھ ہی روانہ ہوئے تھے۔ سکندر نے اسپتال پہنچ کر فون پر بہت مختصر سے انداز میں بابا سائیں کی خرابی طبیعت کی اطلاع کے بعد فون بند کردیا تھا ادھر سے کچھ سنے بغیر ہی اور پہلے سے مضطرب پشیمان اور بے قرار لاریب پر جیسے صحیح معنوں میں قیامت ٹوٹ پڑی تھی اس کے بعد اس کی انگلیاں سکندر کا نمبر ڈائل کرتیں شل ہونے لگی تھیں۔ حویلی کے در و دیوار پر جیسے شام غم نے اتر کر ڈیرے جمالیے۔ لامہ کو پتا چلا تو اس نے باقاعدہ رو رو کر خود کو ہلکان کر رکھا تھا۔ حیرت تو لاریب کو اپنے اعصاب پر تھی جو پے در پے پڑنے والے غموں کے بعد بھی کام کرنا نہیں چھوڑ رہے تھے حالانکہ وہ ہمیشہ سے سب سے نازک مزاج رہی تھی۔

"اب کیا ہوگا بجو! بابا جان ٹھیک تو ہو جائیں گے نا؟" لامہ کی آنکھوں میں ہر لمحہ ہراس کا کک نارنگ تر رہا تھا۔ وہ [illegible] اڑی ہے۔ فکر، رنج و غم سے نا آشنا تھیں ان میں اضطراب [illegible] پیتے ہوئے [illegible] جا چکے تھے۔

"تم فکر نہیں کرو لامہ! بابا جان بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ مجھے یقین ہے اللہ پر۔ وہ اپنے بندوں کو ان کی بساط سے بڑھ کر کبھی نہیں آزماتا۔ وہ جانتا ہے جس طرح ہم اتنے دکھوں کا بوجھ ساتھ نہیں اٹھا سکتے۔" اس نے لامہ کو اپنی آغوش میں سمیٹتے ہوئے ہمت بندھائی۔ وہ جیسے یک لخت بڑی ہوگئی تھی۔ ان چند دنوں میں کہ جیسے لمحوں میں عمر کے کئی برس کی سیڑھیاں پھلانگ گئی ہو۔

"آخر کیوں بجو کیسے اس طرح ہمیں چھوڑ کر [illegible]" [illegible] ہوئے انداز میں سوال کر رہی تھی اس کے بالوں میں [illegible] لاریب کا ہاتھ ساکن ہوگیا۔

"ایک بات سن لو لامہ! آج کے بعد ان کا ذکر نہیں کرنا ہے۔ بس ہم دو ہی بہنیں ہیں۔" اس کا لہجہ کتنی سرد مہری و بے گانگی سمیٹے ہوئے تھا۔ لامہ نے تڑپ اٹھنے والے انداز میں اسے بے حد شاکی ہو کر دیکھا مگر اس کے سنگلاخ چہرے پر کوئی رعایت کی گنجائش نہ پا کر بے ساختہ رو پڑی۔ لاریب نے اسے چپ کرانے کی کوشش نہیں کی اور گہرا سانس کھینچتی سیل فون اٹھا کر ایک بار پھر سکندر کا نمبر ٹرائی کیا۔ اس مرتبہ بیل جا رہی تھی، وہ قدرے الرٹ ہوئی۔

"السلام علیکم بی بی صاحبہ!" سکندر کی دھیمی مگر پژمردہ سی آواز سنائی دی۔

"سکندر کے بچے ایک مرتبہ میرے سامنے تو آؤ دیکھنا کیا حشر کرتی ہوں تمہارا۔" اس کا سارا طیش سارا اشتعال بلا دریغ اس پر نکلنے لگا۔ اس بات سے بے نیاز کہ دوسری جانب وہ کتنا بوکھلایا ہوا ہوگا۔

"آئی ایم سوری بی بی صاحبہ میں...."

"بکواس بند کرو آخر تم ہوتے کون ہو اتنے خود مختار کہ خود انہیں لے کر اسپتال پہنچ جاؤ اور ہمیں سرسری بتا کر پھر فون بھی بند کردو، اوقات بھولتے نہیں جا رہے ہو تم؟" وہ یک دم بھڑک اٹھی۔

"بی بی صاحبہ ان کی طبیعت بہت خراب تھی ذرا سی بھی تاخیر"

"کچھ نہیں سننا مجھے، تمہیں تو میں وہاں آکے پوچھتی ہوں۔ مجھے بس اسپتال کا نام بتاؤ۔" اک بار پھر اس کی پوری بات سنے بغیر وہ اسے جھڑک کر بولی تو سکندر نے ٹھنڈا سانس بھر کے

اسپتال کا نام بتا دیا۔ لاریب نے مزید کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر بند کردیا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی بجو! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" لامہ اس کے پیچھے بھاگی آئی۔ لاریب کو [illegible]

"یہاں خوار ہوتی پھرو گی لامہ! یہاں ٹھہرو میں فون پر رابطہ رکھوں گی تم سے۔" اس نے بالکل بچوں کے انداز میں لامہ کو [illegible]۔ اس سے قبل کہ لامہ کوئی ردعمل ظاہر کرتی وقاص حیدر [illegible] انداز میں زمین روندتا ہوا ان کے سر پر آ پہنچا۔

"کہاں گئی ہے ایمان؟" اس کی بے تحاشا سرخ ہو کر دہکتی آنکھیں لاریب کے چہرے پر گڑی تھیں۔

"بکواس ہے یہ ہم کیوں بھیجنے لگے نہیں بھلا۔" لاریب کا بھی غصے سے برا حال تھا۔

"جہاں بھی گئی ہے اب بچے گی ہرگز نہیں مجھ سے، دیکھنا میں زمین کی سب سے نچلی تہہ سے بھی نکال لوں گا۔ وقاص حیدر کی بے عزتی کرنے والا اتنی آسانی سے نہیں بچ سکتا۔" ماتھے پر بل ڈالے وہ آنکھوں سے نکلتے شعلوں سے اسے بھسم کرتا آگاہ کر رہا تھا۔ لاریب نے تنفر بھرے انداز میں سر جھٹکا۔

"جو دل چاہے کرو ہمارا اب تم سے کوئی تعلق ہے نہ ان سے لہٰذا چلتے پھرتے نظر آؤ۔" لاریب کا لہجہ و انداز اس درجہ تضحیک آمیز اور رعونت بھرا تھا کہ وقاص جیسا خود پسند انسان اس تذلیل کو محسوس کرکے ہی آگ بگولا ہوگیا۔

"بہت غرور ہے نا تمہیں خود پر؟ دیکھنا کیا کرتا ہوں میں تمہارے ساتھ۔" غصہ میں بھر کر وہ دھمکیوں پر اتر آیا۔ لاریب کی آنکھوں میں جواباً تمسخر لہرانے لگا۔

"تم کچھ نہیں کرسکتے سمجھے نہ ہی میں تم سے خائف ہونے والوں میں سے ہوں۔ یہ مت بھولا کرو کہ میں تمہاری رعایا میں شامل نہیں ہوں۔ اب تم یہاں سے چلتے نظر آؤ۔" وقاص کے وجود پر اس کے تنفر اس کی حقارت اور صد جذبہ زعم و اعتماد نے جیسے کوڑوں کی برسات کردی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اترنے والی سرخی میں انتہا درجے کی تپش تھی۔ مزید اک لفظ کہے بغیر وہ اسے گھور کر چلا گیا۔ لامہ البتہ اس دوران تھر تھر کانپتی لاریب کی اوٹ میں چھپی رہی تھی۔ لاریب اسے ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی مگر وہ وقاص کے چلے جانے کے بہت دیر بعد بھی سہمی ہوئی رہی تھی۔

❀ ❀ ❀

سرمئی آنکھوں والے سنا ہے تیری آنکھوں میں
بستی ہیں نیندیں اور نیندوں میں سپنے
کبھی تو کنارے پر اتر میرے سپنوں میں
آ جا زمیں پہ اور دل جا کسی پہ
[illegible]
تو بھی آنکھوں سے کبھی میری آنکھوں کی سن

عباس حیدر پچھلے کچھ دنوں سے مکمل طور پر اس کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔ اس کا پروڈکشن ہاؤس مکمل ہوچکا تھا اب افتتاح کے بعد کام کا باقاعدہ آغاز ہونا تھا مگر اس سے پہلے وہ عریشہ کے ساتھ بھرپور وقت گزارنا چاہ رہا تھا۔ کتنی مکمل تھی زندگی، آسودگی، خوشی، محبت اور رنگ۔ عریشہ کے جذبات و احساسات کا انداز یک لخت تبدیل ہوکر رہ گیا۔ یہ خیال کہ وہ اس کے لیے بہت اہم ہے ہرگز معمولی نہیں تھا۔ اسے یقین ہوا وہ اس دنیا کی وہ خوش قسمت ترین عورت ہے جسے وہ شاندار مرد اور اس کی محبت حاصل ہوئی ہے جس کی خواہش میں لاکھوں دل دھڑکتے ہیں۔

عباس پر ایک خمار اک نشہ طاری تھا۔ اس کی آنکھوں میں محبت کے لاتعداد گہرے رنگ تھے۔ ان رنگوں میں ایسی شدت تھی وہ تمام شدتوں کی گواہ تھی وہ یہ بھی جانتی تھی وہ اس سے کتنی محبت کرتا ہے جبھی اظہار کے نت نئے طریقے آزمایا کرتا جن کے دلفریب انداز ہمیشہ اسے موہ لیتے اور شانت و سرور رکھتے اس پل بھی وہ مغرور تھی۔ عباس خاموش ہوا تو اس کی آواز کا سحر بھی ٹوٹ گیا مگر عریشہ ہنوز مبہوت تھی۔ عباس نے شریر انداز میں اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا تب وہ چونکی اور اسے گھورنے لگی۔

"ہاں ... کیا ہوا؟" عباس کو اس ظالم ادا کی خاک سمجھ نہیں آئی بجائے داد و تحسین کے یہ خفگی۔

"کس کی منت سماجت کی جا رہی ہے۔" وہ خطرناک تیور لیے بولی تو بدگمانی کے اس مظاہرے پر عباس کانوں کو ہاتھ لگانے لگا۔

"خوف خدا کرو لڑکی! میں تو گوڈے گٹوں تک تمہارے عشق میں ڈوبا ہوا ہوں یہ الزام کیوں بھلا؟"

"میں تو آپ کے سامنے بیٹھی ہوں ہر پل پاس ہوں آپ اسے ناجانے کہاں ڈھونڈ رہے ہیں۔ خیر وہ آپ کی نیا سی ہے یا پھر شوبز میں کوئی۔"

"عریشہ! عریشہ...." عباس اتنا بھڑکا کہ اس پر کشن اٹھالیا۔

عریشہ بے تحاشا ہنسنے لگی۔

"تم ایسا ہی سمجھتی ہو مجھے؟"

"مذاق کر رہی ہوں بھئی دل پر نہ لیں۔ اچھا بتائیں کل ڈاکٹر کے پاس جانا ہے چیک اپ کے لیے؟" عباس نے محض کاندھے اچکائے گویا آمادگی ظاہر کی ہو۔
"چائے پئیں گے؟"
"ہوں، مگر تمہارے ہاتھ کی۔"
"میں ابھی لاتی ہوں۔" وہ اٹھ کر چلی گئی۔ عباس سیل فون پر نمبر پریس کر رہا تھا انداز بے حد مصروف تھا۔

❀ ❀ ❀

وہ ڈرائیور کے ساتھ اسپتال پہنچی تو تایا سائیں کے ساتھ وقاص حیدر کو بھی وہاں پاکر اسے خود پر بہت ضبط کرنا پڑا۔ اندر موجود نفرت یکلخت گہری ہونے لگی تھی۔ درد دینے والے مسیحا کب ہوتے ہیں مگر کچھ کہنے کی پوزیشن کہاں تھی۔ بابا سائیں کو آئی سی یو سے پرائیوٹ روم میں شفٹ کردیا گیا تھا اوپر کے کاموں کے لیے سکندر کی بھاگ دوڑ جاری تھی' وقاص حیدر حکم دینے والوں میں شامل تھا لاریب نے اس صورت حال کو محسوس کیا تو جیسے آگ سی تن بدن کو جلا کر خاکستر کرنے لگی۔
"تم نوکر نہیں ہو اس کے جو ہر حکم بجا لارہے ہو۔" وقاص کے لیے سکندر کو سگریٹ اور پان لاتے پاکر لاریب تلملاتی اس کے سر آ پہنچی اور آنکھیں نکال کر غرائی۔ سکندر نے البتہ اچنبھے میں گھر کر اسے دیکھا' قدم قدم پر اسے اپنی غلامی کا احساس دلانے والی لاریب کی یہ بات اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ ابھی کچھ دیر قبل اسپتال پہنچنے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام سکندر کی جی بھر کے بے عزتی کرنے کا ہی کیا تھا وہ اسے اس غلطی پر معاف کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتی تھی کہ سکندر نے بابا سائیں کو اس سے پوچھے بغیر اسپتال لے جانے کا حتمی قدم آخر اٹھایا کیسے' اسے اس بات سے غرض نہیں تھی کہ بابا سائیں کی طبیعت کیسی تھی' ہاں اسے وہ تکلیف نہیں بھولتی تھی جو بابا سائیں کی فکر کرتے اس نے پل پل کانٹوں پر بسر کرکے محسوس کی تھی۔
"خبردار جو میں نے تمہیں اس کے آگے پیچھے پھرتے دیکھا ہو۔" تنبیہی انداز میں انگلی اٹھائے وہ گویا حکم دے رہی تھی۔ سکندر کے چہرے پر واضح بے بسی نظر آنے لگی۔
"بی بی صاحبہ! میں انکار کی پوزیشن میں نہیں ہوں' وہ مالکوں میں سے ہیں۔" سکندر کی بات سن کر اسے جیسے پتنگے لگ گئے۔
"تمہاری یہ جرأت کہ تم میری بات سے انکار کرو۔" وہ بھڑک کر پھٹ پڑی۔ سکندر عاجز سا ہوا۔
"ایسی بات ہرگز نہیں ہے بی بی صاحبہ! [illegible] آپ اپنی حیثیت سے آگاہ [illegible]"
"شٹ اپ سکندر! بس تم صرف وہ کرو جو میں [illegible]" سختی سے [illegible] وہاں سے پلٹ گئی کہ وقاص [illegible] موجود [illegible] کو کے بیٹھا تھا۔ لاریب سے سکندر کو [illegible] حکم نہیں [illegible] خود بھی اس کی نگرانی شروع کردی اور وقاص [illegible] شاید [illegible] کی تھی جبھی کچھ توقف سے سکندر کو پکارا [illegible] نظریں [illegible] سکندر وقاص کی جانب سے [illegible] کے حکم کی تکمیل میں لاریب سے نگاہیں چار کیے بنا وہاں سے [illegible] گیا۔ لاریب توہین سی اور ذلت کے شدید احساس سمیت [illegible] سی کچھ بھی رہ گئی۔ اسے صاف لگا کہ سکندر نے اس کے [illegible] بھرے بازار میں طمانچہ دے مارا ہو۔ وہ جانے کتنی دیر [illegible] رہتی جو ابھی اک نرس نے آ کر چونکا دیا۔
"پیشنٹ شاہ صاحب کے ساتھ جو سکندر صاحب ہیں وہ کدھر ہیں؟"
"وہ نہیں ہیں' آپ مجھ سے کہیں۔ میں بیٹی ہوں ان کی خیریت ہے نا؟"
"جی خیریت ہے یہ دوائیں ابھی چاہئیں۔" نرس نے بے نیازی سے کہا اور نسخہ اسے تھما کر پیشہ ورانہ عجلت کا مظاہرہ کرتی چلی گئی۔ اس نے دیکھا وقاص اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا البتہ تایا سائیں صوفے پر تقریباً نیم دراز اونگھتے نظر آرہے تھے۔ ان کا گارڈ گن سنبھالے چوکس کھڑا تھا۔ لاریب نے گہرا سانس کھینچا اور ریسپشن کی سمت آگئی۔ ارادہ وہاں سے فارمیسی کے متعلق جان کر دوائیں لانے کا تھا مگر بے ارادی طور پر اٹھی نگاہ نے جو منظر دیکھا وہ اسے یہاں آنے کا مقصد ہی نہیں خود اس کی ذات سے بھی فراموش کرگیا۔ بلیک ٹو پیس سوٹ میں اپنی غضب کی مردانہ وجاہتوں کے ہمراہ وہ عباس حیدر کے علاوہ کون ہوسکتا تھا جو اسے زمان و مکان کے فرق بھلا کر اپنی ذات میں گم کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ جس کی محض ایک جھلک اسے کسی پتھر کی مورتی میں ڈھالنے کی صلاحیت سے مالا مال تھی وہ غیر یقینی ششدر یک ٹک اسے تکے گئی جو اس کی موجودگی اور بتاؤ کی حد تک غیر حالت سے بے نیاز اک نگاہ ڈالے بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔ دونوں اک دوسرے میں مگن اور کسی بات پر ہنس رہے تھے خوش باش آسودہ چکنے ماربل پر چلتے اس کی شریک سفر کا پیر پھسلا تو پوری جان سے اس کی جانب متوجہ عباس نے اسے سہارا دیتے

[illegible] طرح اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ لاریب [illegible] منظر کی تاب لانے کی ہمتیں کہاں رکھتی تھی بس بے [illegible] میں جلتے ہوئے آنکھیں سختی سے میچ لیں۔ اذیت کے بے کراں سمندروں سے ڈوب کر ابھری تو عباس حیدر اسے ایک بار پھر بے انت تشنگی سے دوچار کرنے کے بعد جا چکا تھا۔ لاریب ایک بار پھر تہی دست تہی داماں کھڑی رہ گئی تھی۔
[illegible] نے گھبرا کر عباس کو بدحواس نظروں سے ہر طرف میں ڈھونڈا جیسے اندر سے تڑپتی سراسیمگی اور وحشت سے۔ پر شر چہار اطراف میں پھیلی راہداریوں میں دیوانہ وار دوڑتی' اسے ڈھونڈنے کی جستجو میں ہلکان ہوتی خود پر اٹھتی لوگوں کی حیران نظروں سے بے نیاز تھی۔ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی روانی اور متوحش انداز لیے اس کی حالت بہت قابل رحم محسوس ہوتی تھی۔
"بی بی صاحبہ! کیا ہوا ہے آپ کو کسے ڈھونڈ رہی ہیں؟ سب خیریت ہے نا۔" وہاں سے گزرتے سکندر کی نگاہ اس کے بے وسان انداز پر پڑی تو وہ تیزی سے لپک کر نزدیک آیا اور تشویش بھرے انداز میں سوال کیا۔
"وہ... وہ تھا ابھی یہاں... یہیں تھا... میں نے خود دیکھا پھر... پھر جانے کہاں چلا گیا۔" وہ زارو قطار روتے ہوئے بے ربط سے جملے بول رہی تھی۔ سکندر کی خاک سمجھ میں نہیں آیا البتہ وہ لاریب کے وجود میں اترے طوفان کے جھٹکے ضرور اپنے اندر محسوس کررہا تھا۔
"کک... کون... کس کی بات کررہی ہیں؟" اس نے نرمی سے استفسار کرتے اس کا دکھ سے دھندلاتا ہوا چہرہ دیکھا۔
"عباس..... اسے ڈھونڈو سکندر! وہ یہیں ہے کہیں' اسے ڈھونڈو اسے بتاؤ پلیز کہ میں اس سے کتنی محبت کرتی ہوں میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ رہنا ہی نہیں چاہتی اسے منا دو میرے لیے اسے روک لو اسے کہو پہلے کی طرح اب مجھے چھوڑ کر نہ جائے۔"
وہ واقعی حواسوں میں نہیں تھی بالکل پاگل اور جنونی لگ رہی تھی۔ اک ہراس کے عالم میں تھر تھر کانپتی' سکندر کا دل کٹ سا گیا۔ اس والہانہ بے خود جنونی اعتراف پر وہ اس کے بازو سے اپنا سر ٹیک چکی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ سکندر جیسے سکتہ زدہ اس کا جنون دیکھتا رہا' وہ دوہری اذیت و آزمائش کا شکار ہورہا تھا۔ کرب کا اک بے کراں سمندر جس میں وہ بے دست و پا دھکیل دیا گیا تھا' کیسی بدنصیبی تھی وہ پہلی بار اس سے اس درجہ نزدیک ہوئی تھی تو اس طرح کہ حواسوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے ہوئی تھی وہ بھی کوئی اور شخص تھا۔ سکندر نے اتنی شدتوں سے دانتوں سے ہونٹوں کو کاٹا کہ منہ میں خون کا ذائقہ گھلنے لگا۔ اس نے چاہا تھا کہ بولے اور کچھ نہیں تو اپنے ساتھ ہی کھڑی سسکتی بلکتی لاریب کو ہی خود سے الگ کردے مگر وہ خود کو برف کی کسی سل پاتا تھا جس کے سب احساس جامد ہوں۔ خاصی تاخیر سے لاریب خود سنبھلی اور اس سے نگاہ چار کیے بنا وہاں سے چلی گئی وہ تب بھی شکستہ دل کھڑا رہا جیسے اس پل کسی عظیم ترین نقصان سے دوچار ہوا ہو۔

❀ ❀ ❀

ایمان نے بال سلجھانے کا کام موقوف کیا اور گردن موڑ کر شرجیل کو دیکھا وہ بستر سے اٹھ کر اس کے مقابل آگیا تھا۔
"دیکھا کتنی حسین ہوگئی ہو میری محبتوں کو پاکر۔" اس کے کاندھے پر اپنا مضبوط ہاتھ جما کر وہ مسکراتے ہوئے کتنے یقین سے کہہ رہا تھا۔ ایمان کے دل کا بوجھ بڑھنے لگا' جانے کیوں من پسند خواہش کی تکمیل کے بعد بھی دل اتنا رقت آمیز کیوں تھا۔
شرجیل نے اسے کوئی دھوکہ نہیں دیا تھا اسلام آباد آنے کے بعد پہلا کام انہوں نے نکاح کرنے کا کیا تھا۔ ایک رات اسلام آباد میں گزارنے کے بعد وہ لوگ ایوبیہ نتھیا گلی کی سمت نکل آئے تھے۔ رونمائی میں شرجیل نے اسے سونے کا بہت خوب صورت سیٹ دیا تھا۔ اس کی محبت میں بھی بظاہر کوئی کمی نہیں تھی۔ احساس جرم تو اسے اپنے پیچھے رہ جانے والے رشتوں کے حوالے سے گھیرتا تھا۔
"لاریب' لالہ اور بابا جان کتنے انمول تھے یہ رشتے جو ہرگز اس سلوک کے مستحق نہ تھے۔ لالہ اور لاریب نے کیا سوچا ہوگا اس کے متعلق؟ بابا جان نے اس دکھ کو کیسے سہا ہوگا؟" کتنی جلدی اسے اپنی زیادتی' اپنی خود غرضی کا احساس ستانے لگا تھا۔
"تم بھی تیار ہوجاؤ یار باہر چلتے ہیں۔ دیکھو موسم کیسا قاتل ہورہا ہے۔"
"سردی بہت ہے شرجیل مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔" اس کی بیزاری کے جواب میں شرجیل نے اسے گھورا۔
"ہم روز یہاں نہیں آنے والے بور لڑکی! انجوائے کرو۔" شرجیل کے اٹھانے پر ایمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا گویا اس امر سے روکا۔
"آپ نے اپنے گھر والوں سے بات کی؟" اس کے انداز میں فطری اضطراب اور گھبراہٹ تھی۔

"کیا بات؟" شرجیل نے دانستہ تجاہل برتا۔ مقصد ایمان کو تنگ کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

"یہی کہ آپ نے مجھ سے شادی کر لی ہے۔" وہ نظریں چرا کر بولی تو شرجیل ہنسنے لگا۔

"بتادیں گے یار! اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ دراصل میں نہیں چاہتا وہ لوگ اپنی جلی کٹی سنا کر ہمارا ہنی مون خراب کردیں۔"

"شرجیل! وہ لوگ قبول تو کرلیں گے نا مجھے؟" وہ ایک با عزت اعلیٰ خاندان کی بیٹی ہو کر بھی ایک غلط اٹھے ہوئے قدم کے نتیجے میں بے اماں ہوتی خوف زدہ نظر آرہی تھی۔

"کرنا تو چاہیے سویٹ ہارٹ! ورنہ وہ اپنے بیٹے سے بھی ہاتھ دھولیں گے۔" شرجیل نے اپنے تئیں اسے تسلی دی مگر اس کی تسلی ہو نہیں سکی۔

"اگر ان سب نے مل کر آپ کو مجھے چھوڑنے پہ فورس کیا تو شرجیل آپ ..." اس نے بات ادھوری چھوڑ دی آنکھیں کیسے لمحوں میں پانیوں سے چھلک پڑی تھیں۔ شرجیل نے مضطرب ہوتے اس کا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں لے کر بے حد نرمی اور محبت سے دیکھا تھا۔

"تم زندگی ہو میری ایمی! اور زندگی سے منہ کون موڑتا ہے۔ کبھی بھول کر بھی ایسی بات نہ سوچنا۔" ایمان کا بے کل بے قرار سا دل ذرا سا سنبھلا مگر چہرہ یونہی ستا رہا تھا۔

"یقین نہیں آرہا میری بات کا؟" شرجیل سے اس کی بے دلی مخفی نہیں رہ سکی۔ ایمان خود کو سنبھال کر دانستہ مسکرا دی۔

"ایسی بات نہیں ہے شرجیل! مجھے اگر اعتبار نہ ہوتا آپ پر تو یہ قدم کیوں کر اٹھاتی۔" اس جواب نے شرجیل کو بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کردیا۔ ایمان اسے تکتی رہی کہ وہ ہنستے ہوئے نظر لگ جانے کی حد تک حسین نظر آرہا تھا۔ اس سے قبل کہ شرجیل اس کی نظروں کے ارتکاز کو محسوس کر کے اس پر گرفت مضبوط کرتا اس کے سیل فون کی مدھر گنگناہٹ نے دونوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرلی۔ شرجیل نے سیل فون اٹھا کر اسکرین پر چمکتے فراز کے نمبر کو دیکھا تو ایک بے اختیار قسم کی مسکان نے اس کے چہرے کو مزید روشن کردیا۔

"ہاں بولو فراز؟" سر کے پیچھے تکیہ رکھتے ہوئے خود کو آرام دہ پوزیشن میں لاتے ہوئے وہ جیسے خوشگوار سے موڈ میں بولا۔

"کہاں ہیں بھائی آپ؟"

"جنت میں ہوں اک حور کی قربت میں زندگی کا لطف کشید کر رہا ہوں۔" اس نے شریر انداز میں کہتے ایمان کو دیکھ کر آنکھ دبائی۔ ایمان کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑتی لانبی پلکیں جھکا گئی۔

"اچھا امیزنگ! آپ شیر کا شکار کرتے خود شکار ہوگئے اور فوت ہونے کے بعد جنت پالی ہے ناں؟" فراز محظوظ ہوا تھا گویا یہ بڑی ہی شگفتہ بات کی تصدیق چاہی۔

"بکواس! ہم گئے تو شکار کرنے ہی تھے ایک بڑی ہی سوہنی بڑی حسین اور نو خیز شیرنی شکار کی ہے۔ دیکھو گے تو داد دیے بغیر نہیں رہ سکو گے۔" شرجیل ہنوز غیر سنجیدہ تھا جبکہ فراز عاجز سا ہو گیا۔

"بھائی پلیز! میں سیریس ہوں۔" اس کے ٹوکنے پر شرجیل نے گہرا سانس کھینچا۔

"میں بھی مذاق ہرگز نہیں کر رہا۔" اس کے دو ٹوک جتاتے انداز پر فراز ٹیا خ کے کھٹکا۔

"جہاں بھی ہیں بہرحال جلدی گھر آجائیں۔ یہاں آپ کی طویل غیر حاضری غم و غصے کا باعث بن چکی ہے۔"

"میں آجاؤں گا یار! چند دن انجوائے کرنے دو پھر تو جانے کیا کچھ سہنا ہے۔" وہ جس انداز میں سرد آہ بھر کے بولا تھا فراز کا کھٹکنا لازم تھا۔

"کیا مطلب؟ کیا کر بیٹھے ہیں خدانخواستہ۔" اس نے بول کر کہا تو شرجیل کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"گناہ تو کوئی نہیں کیا بس اک پیاری سی خاتون کو تمہاری بھابی بنا دیا ہے۔" دوسری جانب فراز کے لیے یہ بات اتنی غیر متوقع اور اچانک تھی کہ وہ ساکن رہ گیا جیسے فوری جواب بھی نہیں دے سکا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں بھائی؟" وہ ٹھٹکا۔

"پاگل ہوں کیا؟ یہ لو بات کرلو اپنی بھابی سے آجائے گا یقین۔" شرجیل نے مسکرا کر کہا پھر سیل فون کان سے ہٹا کر اپنی سمت متوجہ ایمان کی جانب بڑھایا وہ ہچکچائی اور گھبرا گئی۔

"کرو نا یار! فراز ہے۔"

"نہ... نہیں پلیز مجھ سے نہیں ہوگی۔" وہ بوکھلائی۔

"ارے کچھ نہیں ہوتا کرو ناں۔" شرجیل کے اصرار کرنے پر اس نے سیل فون لیا اور اسی ہچکچاہٹ آمیز انداز میں کان سے لگایا اس پل اس کا ازلی اعتماد اس کا ساتھ چھوڑنے لگا تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے تھوک نگل کر حلق تر کیا۔

"وعلیکم السلام! خوش رہیے آباد رہیے دودھوں نہائیں پوتوں

چھلیں۔" جواب میں فراز کی شوخ کھنک دار اور بے حد شریر آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔ اس کا چہرہ بے خودی سے دہک کر گلنار ہو گیا۔ اسے نہیں سوجھا کیا جواب دے سو بس مسکرا کر شرجیل کو تکنے لگی۔

"کچھ اور بات کریں نا؟" فراز نے اشتیاق ظاہر کیا تو وہ شپٹا سی گئی۔

"ک... کیا...؟" اس کی بوکھلاہٹ عروج پر جا پہنچی تھی۔

"رشتے میں آپ سے چھوٹا ہوں کوئی اچھی سی دعا آپ ہی دے دیں نا مجھے۔" اس کا ارادہ اسے صاف چھیڑنے کا تھا جبھی خاص تیکھا انداز اختیار کیا۔ ایمان اسی تیکھے پن سے گڑبڑائی اور سیل فون شرجیل کی سمت بڑھا دیا۔

"کیا کہا تم نے میری بیوی سے کہ بے چاری اچھی خاصی پریشان ہو گئی۔" شرجیل نے مصنوعی خفگی سے فراز کو ڈانٹنے کا آغاز کیا البتہ لو دیتی نظروں کا مرکز ایمان کا دلنشین چہرہ تھا جس پر گھبراہٹ اور حیا کا سنگم بہت حسین لگ رہا تھا۔

"مائی گاڈ...... میری بھابی!" دونوں کتنی دیر ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر شرجیل نے فون بند کر دیا۔

"آئی تھنک فراز بھائی سے خاصی انڈر اسٹینڈنگ ہے آپ کی۔" ایمان شرجیل کے اشارے پر سیل فون چارجنگ پر لگاتے ہوئے قیاس آرائی کر رہی تھی شرجیل مسکرا دیا۔

"ہاں! فراز بہت پاس ہے مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ حق اور انصاف کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار رہتا ہے۔ مجھے تو قلق ہے یہ جرنلزم کی بجائے شوبز کو کیوں اختیار کر رہا ہے ویسے میرے بعد علوی لاج میں اگر تمہیں مورل سپورٹ ملے گی تو فراز اور سمیعہ سے۔"

"سمیعہ کون ہے؟" ایمان فون چارجنگ پر لگا چکی تھی صوفے پر بیٹھتے ہوئے متجسس ہوئی۔

"کزن ہے میری! چاچو کی بیٹی۔ مجھ سے فراز کی طرح بے حد امپریس۔" شرجیل کے انداز میں شرارت در آئی۔ ایمان نے اس کی آخری بات پر چونک کر بغور اسے دیکھا جبھی شرجیل کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"کتنے فاصلے پر بیٹھنے کی کیا تک بنتی ہے۔" شرجیل نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے مقابل لے آیا۔ ایمان پھر بھی گم صم ہی رہی شرجیل نے اسے بغور دیکھا۔

"وہ فراز کی طرح مجھے بڑا بھائی سمجھتی ہے اور ویسی ہی محبت کرتی ہے جیسی فراز کرتا ہے۔ مجھ سے اسی لیے اتنی پریشان ہو گئی

تمہیں نا تم؟" اس کا چہرہ اوپر اٹھاتے شرجیل نے [illegible] ایمان نہ صرف ہلکی پھلکی ہوئی بلکہ جھینپتے ہوئے اسے گھورنے بھی لگی مگر شرجیل کی نظروں کے تقاضے [illegible] بے اختیار شپٹائی پلکیں جھکا گئی تھی۔

❀ ❀ ❀

اس سانحے کو ان پر بیتے ایک ہفتے سے زیادہ گزر گیا۔ زندگی جیسے تیسے معمول پر آ رہی تھی۔ تمام تر ذلت، تکلیف اور شرمندگی اٹھا لینے کے باوجود بھی بہرحال وہ ضروریات زندگی سے نظر نہیں چرا سکتے تھے۔ بابا سائیں ڈسچارج ہو کر حویلی آ چکے تھے انہیں ایک چپ سی لگی ہوئی تھی جو مستقل جان کا روگ بن گئی تھی۔ وہ خود سے بھی نظریں چرائے پھر رہے تھے۔ سکندر سائے کی طرح ان کے ساتھ لگا رہتا اب تو اس نے راتوں کو بھی گھر جانا چھوڑ دیا تھا۔ بابا سائیں کے ساتھ دلاور اس کے لیے مستقل مخصوص ہو گیا۔ شادی تو ملتوی ہو ہی گئی تھی عزیز رشتے دار وجہ پوچھتے تھے تو تایا سائیں نے یہ احسان کیا کہ کسی کو چھوٹی حویلی تک پہنچنے نہ دیا۔ لاریب ذہنی طور پر اتنی پریشان تھی کہ اس نے ایگزیم نہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ بابا سائیں تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے اسے اپنے پاس بلوایا۔

"جی بابا سائیں!" وہ ان کے کمرے میں آئی تو سکندر انہیں اخبار پڑھ کر سنا رہا تھا اسے دیکھ کر اخبار لپیٹ لیا اور نظریں دانستہ اپنے پیروں پر لگا لیں۔ وہ خود پر ضبط کے کڑے پہرے بٹھانے میں ماہر تھا۔

"سکندر بتا رہا تھا آپ کالج نہیں جا رہی ہو کیوں بیٹے؟ آپ کے تو ایگزیم ہونے والے ہیں۔" لاریب نے سر اٹھا کر ایک نظر انہیں دیکھا جھریوں زدہ ملول چہرہ فقط چند دنوں میں کتنے بوڑھے نظر آنے لگے تھے وہ۔

"سوری بابا جان! میں پڑھ نہیں پاؤں گی فیل ہونے سے بہتر ہے کہ..." اس کا گلا بھر آیا جبھی بات ادھوری چھوڑ کر ہونٹ بھینچنے لگی۔

(اگر بابا جان کو پتا لگ جائے ان کے اعتماد کو صرف باجو نے نہیں ٹھیس پہنچائی بلکہ...)

"یہ تو بہت غلط بات ہے بیٹے! چودہ سالوں کی محنت کو اس طرح ضائع نہیں ہونا چاہیے پھر میں نہیں چاہتا کہ آپ یہ سمجھو میں ایک بیٹی کی سزا دوسری کو دے رہا ہوں۔ میں تم پر تمہاری راہوں کو کھوٹا نہیں کرنا چاہتا۔" وہ کتنے تحمل و برداشت کا مظاہرہ کر رہے تھے لاریب یکدم آبدیدہ ہو کر رہ گئی۔

[illegible] غلط سمجھا آپ نے بابا جان کو کاش آپ نے جلدی سوچا [illegible]

"آپ [illegible] مت سوچیں بابا جان! میں [illegible] مگر [illegible]

[illegible] بھلا کر اس نے بابا سائیں کو تسلی دی [illegible] ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔

"جیتی رہو بیٹے! خدا نصیب اچھا کرے تمہارے۔" لاریب آنسوؤں کو ان سے چھپانے کی غرض سے ہی تیزی سے باہر نکل آئی اور دوڑتی ہوئی راہداری سے موڑ پر آندھی طوفان کی طرح آتے وقاص حیدر سے ٹکراتے ٹکراتے رہ گئی۔

"تو دیکھ کر چل لیا کرو۔" وہ جتنی بدمزہ ہوئی تھی اسی قدر ہی وقاص فضول انداز میں بے ہنگم ہنسا۔

"دیکھ کر چلیں تو تم جیسی پھولوں کی ملکہ سے کیسے ٹکرائیں۔" مخصوص خبیث بے باک انداز میں کہتے وہ مونچھوں کو بل دے رہا تھا لاریب کا حلق تک کڑوا ہو گیا چہرے پر بیزاری اکتاہٹ اور ناپسندیدگی کے سارے رنگ اتر آئے۔

"اب کیا لینے آئے ہو؟" وہ خاصی بدتمیزی سے ٹوک کر بولی۔ یہ انداز وقاص کو برہم کرنے کے لیے کافی تھا مگر سامنے وہ تھی جس کی موجودگی اس کی آنکھوں میں تراوٹ اور روح تک میں خمار بھر جاتی تھی۔ اس حویلی میں اس کے علاوہ بھی دو اور لڑکیاں تھیں خاص کر ایمان جو اس سے منسوب رہ چکی تھی مگر وقاص کا جھکاؤ شروع سے لاریب کی جانب تھا تو وجہ یہی تھی کہ اس کا طنطنہ اس کا شہزادیوں جیسا طمطراق حاکموں کی سی تمکنت آقاؤں جیسا قطعی و حتمی پن اس کے انداز سے ابل ابل کر پڑتا دکھائی پڑتا تھا۔ وہی اس کے لیے چیلنج بن گیا تھا وہ اتنی اٹریکٹو تھی کہ وہ سب کچھ بھول گیا تھا یہ بھی کہ وہ اس کے چھوٹے بھائی کی منگ ہے۔

"میرے چاچے کا گھر ہے جب جی چاہے گا آؤں گا اور یہ طے ہے کہ اس گھر کا داماد بھی بنوں گا۔" اس پر نظریں گاڑھے وقاص نے اپنے مخصوص پُرزعم افلاطونی انداز میں اپنے ارادوں کو واضح کیا تو لاریب کا دل یک دم دھک سے رہ گیا۔ کچھ کہے بغیر وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ وقاص کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ اتر آئی۔ اس نے اس وقت تک لاریب کو دیکھا جب تک وہ اسے نظر آ سکی پھر گنگناتے ہوئے بابا سائیں کے کمرے کی جانب ہو لیا۔

❀ ❀ ❀

نندنی کی خوب صورت سحر انگیز آنکھیں ساکن تھیں شکستہ، غیر یقینی، تحیر و استعجاب لیے تھیں۔ اسے جیسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سچ ہے [illegible] تو دل تسلیم کیوں نہیں کر رہا تھا، کتنا چبھتا ہوا کرب اور بے کلی دل میں اتر آئی تھی کہ کس پل قرار نہیں تھا۔ وہ خوش شکل ڈاکٹر عثمان خان اس کا مسیحا اور اس کا محسن اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ یہ خیال ہی رگ جاں میں نوکیلے نیزے کی طرح در آتا تھا۔ صبح ہسپتال جانے کی غرض سے گھر سے نکلنے والا ڈاکٹر عثمان بھلا کب جانتا تھا کہ پلٹ کر واپس اپنی بیوی اور بچے کے پاس نہیں آ سکے گا۔ کبھی کبھار موت کتنا سفاک وار کرتی ہے کہ مدتوں زخم مندمل نہیں ہو پاتے۔ یہ بھی ایسا ہی زخم تھا زینب کی صورت کی ویرانی، ہیبت اور وحشت کو دیکھتی وہ سوچوں میں غلطاں تھی۔

کتنا خاص اور تحمل مزاج تھا وہ اپنی عادتوں میں کس درجہ نفیس اور شاندار کہ نندنی چند ملاقاتوں میں ہی اس کے لیے کتنی اپنائیت محسوس کرنے لگی تھی۔ کتنا احترام ہوتا تھا اس کے لیے عثمان کی جھکی نظروں میں وہ اس سے سوال کیے جاتی ایک کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا۔ وہ اس تحمل اور نرمی سے جواب دیے جاتا حالانکہ نندنی کے سوالوں میں اکثر کاٹ ہوتی مگر وہ کبھی نہ جھنجلاتا نہ غصہ کرتا کتنا رسان ہوتا تھا اس کے لہجے میں ہمیشہ۔ نندنی نے کبھی اسے غصہ میں دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس کے ٹھہراؤ اور رسان کے ساتھ شفقت نرمی و محبت کو دیکھتے ہوئے ہی نندنی نے یہ بات زینب سے کہی تھی۔

"آپ شوہر کے معاملے میں بہت لکی ثابت ہوئی ہیں ڈاکٹر زینب!" اور زینب جواباً الحمدللہ کہتے شرمیلے انداز میں مسکرانے لگ جاتی۔

"آپ تو پاکستانی ہیں عثمان سے کیسے شادی ہو گئی آپ کی؟"

"عثمان میرے کزن ہیں دراصل تقسیم ہند کے موقع پر میرے دادا پاکستان چلے گئے تھے جب کہ عثمان کے دادا جان یہیں رہ گئے تھے۔ دونوں بھائیوں کے درمیان یہ دوریاں بڑھیں تو اس رشتے کے باعث فاصلے کم کرنے کی کوشش کی گئی۔ ویسے بھی یہ خاندان بہت مختصر رہ گیا تھا صرف عثمان اور ان کے بابا تھے اب بابا کی وفات کے بعد تو صرف عثمان ہیں۔" نندنی کی زینب سے دوستی اتنی بڑھی تھی کہ وہ اکثر اس سے ملنے زینب کے گھر آ جاتی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جان گئی تھیں۔ نندنی کو زینب کے بیٹے عبداللہ سے بھی خصوصی لگاؤ ہونے لگا تھا ایک مرتبہ وہ آئی تو عثمان اپنے دو سالہ بیٹے کو نعت پڑھنی سکھا رہا تھا۔ اس

اور سراسیمہ تھی کہ تب کچھ بول نہیں پائی تھی لاریب کے کھانس کو واپس بھیجنے کے بعد خود امامہ کو لیے کمرے میں آگئی۔ امامہ بہت دیر اس سے لپٹی رہی تھی اور حواس بحال ہونے پر جو کچھ اس نے بتایا وہ لاریب کے حواس سلب کرتا پوری جان سے ہلا کر رکھ گیا تھا۔ وہ حق دق سی اسے تکنے لگی۔

"کسی نے پکڑ لیا؟ کیا مطلب امامہ! کون تھا وہ؟" وہ سوال پر سوال داغنے لگی، صحیح معنوں میں اس کی جان مٹھی میں آگئی تھی۔

"وہ کوئی مرد تھا بجو! بہت لمبا، بہت طاقت ور، شاید وہ مجھے کھینچ کر کہیں لے جانا چاہتا تھا تبھی میں ڈر کر چیخی تھی اس سے اپنا آپ چھڑوانے کی کوشش میں میں نے اسے نوچا بھی تھا یہ دیکھیں میرے ناخنوں پر ابھی تک خون لگا ہوا ہے اس کا۔"

امامہ نے ایمرجنسی لائٹ کے نزدیک اپنے ہاتھ لے جا کر دکھائے۔ لاریب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی گلابی پوروں اور ناخنوں پر اتری خفیف سی خون کی سرخی کو دیکھے گئی۔ اس کا دماغ جیسے لمحوں میں شل ہو کر رہ گیا تھا۔ حویلی کے اندر خاص کر زنان خانے میں اس قسم کی واردات کا امکان ہی ناگزیر تھا کہ ادھر تو ملازم مردوں کا گزر بھی نہیں ہوتا تھا سوائے سکندر کے اور سکندر کا نام ذہن میں در آتے ہی لاریب کے دل نے غوطہ سا کھایا اور وجود سرد پڑتا چلا گیا۔

"تو کیا سکندر؟" اس نے سوچا اور دماغ میں جیسے انگارے چٹخنے محسوس کیے۔

"کیا ایسا ممکن ہے؟ کیا سکندر کی جرأت اتنی بڑھ سکتی ہے۔" اس نے خود سے سوال کیے اور جواب میں شکوک سر اٹھانے لگے پچھلے کچھ دنوں سے وہ اس کے رویے میں کتنی تبدیلی محسوس کر رہی تھی۔ جب سے وقاص نے اپنی خواہش کی تکمیل کا طوفان اٹھایا تھا سب سے زیادہ بے قرار لاریب ہی تھی۔ وقاص کسی بھی صورت ایمان کی غلطی معاف کرنے پر آمادہ نہیں تھا اس نے صاف لفظوں میں باباسائیں کو جتلا دیا تھا۔

"ایمان نہ سہی آپ کو نہیں بھولنا چاہیے کہ آپ کی دو بیٹیاں اور بھی ہیں۔"

"اگر تم ایمان کی بجائے امامہ یا لاریب میں سے کسی کو قبول کر سکتے ہو تو مجھے ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہے بیٹے! مجھے اندازہ ہے کہ میں تمہارا مجرم ہوں۔" یہ ساری بات چیت لاریب کی موجودگی میں ہوئی تھی گو کہ باباسائیں کی اس ڈیل نے لاریب کو دن کرب اور تکلیف سے دوچار کیا تھا مگر وہ بھی جانتی تھی۔

روایات میں جکڑے اس کے بے بس باپ کے پاس کوئی [illegible] بھی نہیں ہے انہیں یہ قربانی دینی تھی مگر امامہ نہیں وہ [illegible] سے کہ وہ سے ہرگز ہمیشہ نہیں چڑھا سکتی تھی [illegible] میں وقاص جیسے وحشی سے شادی خودکشی کے مترادف تھی [illegible] اور ریجیکشن کے احساس سے بپھرا ہوا مرد تاکی سکینہ کی [illegible] ایمان کی بہن کی زندگی اجیرن کرنے کا پورا حق محفوظ رکھتا تھا پھر فرق پڑتا تھا اگر عباس نہیں تو وہ کوئی بھی ہوتا۔ میں تو [illegible] مر ہی چکی ہوں۔

غم وغصے اور رنج کی شدید کیفیت میں وہ ایک بار پھر ایک جذباتی قدم اٹھانے کو تیار تھی۔ اسے یقین تھا وقاص [illegible] کے سامنے اسی کا نام لینے والا ہے اس [illegible] سکندر سے نجات حاصل کرے جبھی دوران ایگزیم [illegible] ساتھ کالج جاتے ہوئے وہ لے یاد ہانی کراتی رہی تھی [illegible] جانے کیا ٹھانے تھا کہ ہر بار سن کر بھی ان سنی کرتا رہا [illegible] بیزاری کے اسی مظاہرے نے لاریب کو تنگ [illegible] روز وہ اس سے بھڑ گئی اور اس پر چلانے لگی۔

"تم پاگل ہو یا پھر تم نے مجھے بے وقوف سمجھا ہوا ہے؟"

"میں کچھ سمجھا نہیں بی بی صاحب!" جواباً سکندر اس کے اشتعال کے آگے اپنی تحمل مزاجی کا شدید مظاہرہ کر رہا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہوں میں اتنے دنوں سے سمجھے نہیں؟" لاریب کی رنگت بھی اس کی آنکھوں کی طرح دہکنے لگی۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟" اس کا یہ گریز جو سراسر دانستہ تھا لاریب کو تپ چڑھا گیا۔

"طلاق دو مجھے، اس طوق کو میں مزید گلے میں نہیں لٹکا سکتی۔" ضبط کھو کر وہ چلا پڑی۔

"اسے گلے میں ڈالنے پر میں نے آپ کو مجبور نہیں کیا تھا یاد کریں آپ نے فورس کیا تھا مجھے حالانکہ تب میں نے اس کے متوقع نقصانات کے متعلق آگاہی بھی دینی چاہی تھی مگر"

"مگر کیا...؟" سکندر نے پہلی مرتبہ اس کے سامنے اس انداز میں بات کی تھی اس کے تو جیسے اندر آگ دہک اٹھی۔ غصے کی شدید لہر نے اس کا دماغ دہکا دیا وہ طنطنے سے ہاتھ ہلاتے

"ہاں کیا تھا میں نے فورس، تب میرا دماغ خراب ہوا تھا مگر اب پچھتا رہی ہوں۔" اس کا لہجہ حقارت زدہ اور انداز میں رعونت تھی، بے نیازی کی نخوت تھا۔ سکندر نے ایک نظر اسے دیکھا اور یکدم گاڑی روک دی پھر سرخ چہرے کا رخ اس کی جانب موڑ

کے سوچا۔

"اس طرح کی اٹھتیں راہ چلتے ہزاروں ملتی ہیں مگر انہیں گھر میں نہیں بٹھاتے۔" تاؤ جی سکتے سے باہر آتے ہوئے گرجے تھے ان کا لہجہ تضحیک آمیز تھا اور سرد پھنکار سے بوجھل بھی۔ ایمان کو لگا اسے کسی نے بے خبری کے عالم میں اٹھا کر جلتے تندور میں پھینک دیا ہو۔ اس کا وجود آبلوں سے اٹ گیا اور روح جھلس اٹھی۔ کسی نے سچ کہا ہے الفاظ کے ناخن نہیں ہوتے مگر یہ زخمی کردیا کرتے ہیں۔

"تاؤ جی پلیز! دس از نوچ یہ ایمان ہے شاہ صاحب کی بیٹی! جس کا پروپوزل لے کر گئے تھے آپ۔" شرجیل نے ناگواری سے ٹوکتے ایمان کا تعارف بھی پیش کیا۔ تاؤ جی زہر خند ہنستے اپنے بھائیوں کو تکنے لگے جو لب بستہ تھے اور سر جھکائے بیٹھے تھے۔ یہ جانے کب سے طے ہوا تھا ان بھائیوں کے بیچ کہ چھوٹا بڑا ہر معاملہ تاؤ جی طے کریں گے باقیوں کو کسی معاملے میں بولنے کی اجازت نہیں۔ چاہے وہ معاملہ اولاد کا ہی کیوں نہ ہو۔ فراز کو باپ کی جامد چپ نے شدید ناگواری میں مبتلا کیا۔

"باپ نے رشتہ نہیں دیا، بیٹی بھاگ کر آگئی۔ یہ ہے اس کی اصلیت اس کی اوقات۔" تاؤ جی کا لہجہ و انداز ہنوز تھا۔ شرجیل کا رنگ بے تحاشا سرخ ہوا۔

"بس تاؤ جی... اور پاپا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ ایمان کی نہیں میری بے عزتی ہے۔ آپ کچھ بولتے کیوں نہیں؟" وہ گویا سراپا احتجاج تھا مگر تاؤ جی کسی کو کہاں خاطر میں لاتے تھے اسے بھی بے دریغ جھڑک کر رکھ دیا۔

"اوئے بوتی! انگلش نہ جھاڑ میرے آگے سمجھا۔" شرجیل نے سخت برا مانتے پھر والدین کو دیکھا جو لب بستہ بیگانہ تیور لیے یہ مکالمہ ملاحظہ کررہے تھے۔

"پاپا میری بے عزتی ہورہی ہے آپ اتنے لاتعلق کیسے بیٹھے ہیں؟ میں برداشت نہیں کرسکتا۔" وہ ضبط کھو کر چیخا۔

"تو مت کرو کس نے مجبور کیا ہے تمہیں؟" جواب میں انہوں نے لاتعلقی اور بے نیازی کی انتہا کردی۔ شرجیل کو اپنے چہرے سے مارے سبکی کے بھاپ نکلتی محسوس ہوئی جب کہ ایمان کے آنسو اس انتہا درجہ کی سبکی کو پاکر گالوں پر اتر آئے تھے۔ وہ سر تاپا کانپ رہی تھی اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ زرد پڑتی جارہی تھی۔ شرجیل نے ایک خفت زدہ نظر ایمان پر ڈالی پھر سرد آہ بھر کے باپ کو مخاطب کیا۔

"شاید آپ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہتے ہیں... اب یہاں سے چلے جانا چاہیے۔" اس کی بات... لاتعلقی دیے کسی کا سامنا... فراز نے... پہلو بدلا اور ہونٹ بھینچے۔

"اپنی زندگی کے ہر فیصلے میں تم خود مختار ہو پر خود اور... کیوں کہوں۔" پاپا کے جواب نے سب سے زیادہ تاؤ جی... حوصلہ بڑھایا تھا جب کہ شرجیل کو ان کی بات پر دلی صدمہ... تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایمان کا لرزتا ہوا مگر سرد پڑتا... ہاتھ تھام لیا۔

"چلو بی بی! میں غلطی سے یہاں آگیا مجھے... میرے لیے یہاں جگہ نہیں رہی ہے۔"

"رک جائیں بھائی! آپ کہیں نہیں جائیں گے... صرف تاؤ جی کا نہیں ہے ہمارا بھی ہے اگر آپ یہاں نہیں رہیں گے تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔" فراز نے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے فیصلہ کن انداز اختیار کیا تو جیسے وہاں ہر وہ بار پھر سناٹا چھا گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

لاریب بستر پر اوندھے منہ لیٹی آنسو بہا رہی تھی۔ ساری رات اس نے یہی کام کیا تھا سکندر پر اتنا تاؤ اور غصہ تھا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ یہ سوچ سوچ کر کلستی رہی تھی کہ وہ اس سے گستاخانہ گفتگو کا مرتکب آخر کس برتے پر ہوا پھر اپنی غلطی یا قصور اسے پاگل بنانے لگتا۔ اس وقت بھی وہ بے چارگی کی انتہا کو چھو رہی تھی جب لامہ اسے پکارتی ہوئی اندر آئی تھی۔

"بجو! یہ دیکھیں یہ ایک ثبوت ملا ہے مجھے اس آدمی کا۔" لامہ کے لہجے میں دبا دبا جوش محسوس کرکے لاریب نے اچھل کر تکیے سے منہ اٹھایا اور اسے نامفہم نظروں سے دیکھا۔

لامہ نے اپنی بند مٹھی اس کے سامنے کھول دی جس پر نیوی بلیو کلر کا بٹن نمایاں تھا۔

"رات جب میں اس سے اپنا آپ چھڑا رہی تھی اس کی شرٹ کے بٹن ٹوٹنے کی آواز میں نے خود سنی تھی۔" لامہ کا لہجہ یقین تھا۔ لاریب کا دماغ جھنجھنا اٹھا۔

(جاری ہے)

کس جرم کی پاداش میں آخر یہ سزا ہے
میں نے تو جو سچا تھا وہی حرف لکھا ہے
میں نے کبھی اپنوں سے شکایت تو نہیں کی
پھر کس لیے مجھ سے میرے اپنوں کو گلہ ہے

وہ اس کے کمرے میں آئیں اسے دیکھا تو وہ اپنے کمرے میں جھولتی کرسی پر گم صم بیٹھی تھی جیسے فرصت سے وہاں بیٹھی ہو جیسے ایسے ہی بیٹھے رہنا ہو اور جیسے دنیا میں ایسے ہی اسے رہنا ہو۔

"نیلم! آؤ آئس کریم کھانے چلیں۔" اس نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"چلو نا بیٹا!" وہ چاہتی تھیں کہ وہ اس گم صم حالت سے نکل آئے۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔" وہ ہمیشہ ایسے ہی انکار کردیتی تھی۔

"بیٹا! ایسے کب تک چلے گا، تمہیں خود کو ٹھیک کرنا چاہیے۔"

"جب ہم وہ کرتے ہیں جو بظاہر ٹھیک ہوتا ہے تو وہ غلط کیوں ہوتا ہے ماما! ہمیں تو سب ٹھیک ٹھاک ہی چاہیے نا پر ٹھیک ہوتا ہی نہیں۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بولی۔

"کچھ غلط نہیں ہوا میں سب ٹھیک کرلوں گی۔" انہوں نے کہا۔

"غلط ہوا ہے ماما! ہم سب جانتے ہیں غلط تو ہوا ہے لیکن مجھے صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ میرا قصور کیا ہے، غلطی مجھ سے کہاں ہوئی؟" اس نے یاسیت سے کہا اک عمر کی تھکن اس کے لہجے میں سمٹ آئی تھی۔

"تمہاری کوئی غلطی نہیں۔" یہ بات وہ اسے بہت بار سمجھا چکی تھیں ان کا اپنا انداز کھوکھلا سا ہوگیا تھا۔

"پھر کوئی گناہ کیا ہوگا میں نے خالی پیپر پر تو صفر ملتا

ہے نمبر تو غلط جواب دینے پر کٹتے ہیں۔"
اتنی الجھی بات...... اس بات نے ان پر عجیب سا اثر کیا۔
"مجھے یقین ہے یہ کسی گناہ کی سزا ہے۔" وہ مزید گویا ہوئی۔
"نیلم ایسے مت سوچو۔" اس نے اسے سمجھانا چاہا۔
"پھر کیسے سوچوں...... کون سوچے گا ایسے؟" انہوں نے اندر ہی اندر دہل کر خود سے کہا۔ میں اسے کمرے میں ہی اکیلا چھوڑ کر دوبارہ لاؤنج میں آگئی۔

❀......❀......❀

زنیرہ رات کے کھانے کے لیے کچن میں خانساماں کے ساتھ کام کروا رہی تھی۔ اس نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا انہوں نے زنیرہ کو دیکھا اور دیکھتی ہی رہیں۔
"مجھے یقین ہے یہ کسی غلطی کسی گناہ کی سزا ہے۔" نیلم نے بہت پہلے بھی ایسی ہی کوئی بات کی تھی بازگشت نئے سرے سے ان کے اندر تازہ ہوگئی تھی۔
"زنیرہ......" انہوں نے آواز دی۔
"جی مامی!" وہ کچن سے نکل کر ان کے پاس آئی۔
"کیا کر رہی ہو کچن میں؟ کرنے دو خانساماں کو کام تم یہاں آؤ میرے پاس آ کر بیٹھو۔" زنیرہ ہاتھ میں پکڑی چھری واپس کچن میں رکھ آئی وہ انہیں کبھی انکار نہیں کرتی تھی۔
"کامران ٹھیک ہے نا۔"
"ٹھیک ہیں وہ۔" وہ پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔
صائمہ رکی ...سوچا اور پوچھ ہی لیا۔
"تمہارا اپنا گھر ہے جب تک چاہے رہو لیکن تم کبھی ایک دن سے زیادہ نہیں رہی، کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا کامران کے ساتھ؟" زنیرہ مسکرائی۔
"کامران نے ہی کہا تھا کہ جا کر رہ لو میں خود بھی رہنا چاہتی تھی۔ نیلم کو میری ضرورت ہے مامی!" انہوں نے گہری سانس لی۔ زنیرہ کی شادی کے ڈیڑھ سال بعد انہیں خیال آیا کہ وہ پوچھے کہ وہ کامران کے ساتھ خوش ہے، جس نظر سے انہیں نیلم اداس اور گم صم دکھائی دے رہی تھی وہ نظر اس پر کبھی نہیں پڑی تھی۔
"آپا کا فون نہیں آیا پہلے تو روز کرتی تھیں ...... دیکھو کتنے دن ہوگئے کیا نے ملا کر دینا مجھے میں فون کرتی ہوں آپا کو۔" زنیرہ نے فون لا دیا۔
"اتنے دن ہوگئے آپا آپ نے فون ہی نہیں کیا؟" ان کی آواز سنتے ہی شکوہ کرنے لگیں۔
"اتنے دن کہاں صائمہ! تین دن پہلے ہی تو کیا تھا فون۔" نرگس آپا ٹھیک کہہ رہی تھیں وہ تین چار دن بعد فون کیا کرتی تھیں ہمیشہ سے۔ صائمہ کو یہ دن بہت لمبے لگ رہے تھے کہ کٹتے ہی نہیں تھے۔ اتنا وقت ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔
آپا کچن میں بنی الماریوں کے بارے میں بتانے لگیں جو انہوں نے نئی بنوائی تھیں پھر پردوں اور رنگ و روغن پر آگئیں۔ جیسے ہی وہ خدا حافظ کہنے لگیں، صائمہ بات بڑھا دیتی آدھے گھنٹے بعد انہیں ضروری کام کا کہہ کر فون بند کرنا ہی پڑا۔ صائمہ تشویش سے فون ہاتھ میں پکڑے دیکھ رہی تھیں آپا نے پھر ساری باتیں کر ڈالیں نہ کی تو نیلم اور فرقان کے رشتے کی بات، اپنی کار کی سروس تک کا بتا ڈالا کتنے اشارے دیئے انہوں نے نیلم کے لیے انہوں نے سمجھ ہی نہیں۔ بمشکل ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ انہوں نے پھر سے آپا کا نمبر ملایا۔
میری بہن ہے سیدھی طرح بات کرنے میں کیا جاتا ہے اُن سے نہ کہوں تو کس سے کہوں۔ ڈرنا کیسا، جھجک ہٹ کیسی، وہ نمبر ملانے لگیں۔
قریبی مارکیٹ تک ہی تو جانا تھا انہیں آ گئیں ہوں گی انہوں نے ساتھ ہی وقت کا حساب بھی کیا۔
"خیر تو ہے صائمہ!" آپا نے چھوٹتے ہی کہا، ان کی آواز سے پریشانی عیاں تھی۔
"جی ... وہ بس۔" وہ شرمندہ اور آپا چپ سی ہوگئیں۔
"پریشان ہو صائمہ؟"

"بہت......" وہ رونے لگیں۔
"نیلم......" آپا سمجھ گئی تھیں
"تم سے کیا چاہتی ہو؟" آپا نے پوچھا۔
"آپا وہ ... فرقان اور نیلم ... آگے وہ کہہ بھی نہیں سکیں آپا نے جیسے گہری سانس لی۔
"صائمہ! تم میری بہن ہو اور اب تم سے کیا چھپانا، تمہیں اس لیے نہیں بتایا کہ تم اداس ہو جاؤ گی۔ نیلم کی طلاق کے بعد ہی میں نے فرقان سے بات کی تھی اس نے کہا جب خالہ نے پہلے ہاں نہیں کی اب کیسے کریں گی۔"
"میری طرف سے ہاں ہے آپا!" انہوں نے آپا کو درمیان میں ہی ٹوک دیا۔
"صائمہ! میری پوری بات سنو۔ اس نے کہا کہ خالہ کہیں پھر تو انکار کر دیجیے گا، جو پہلے انکار تھا وہ اقرار کیوں بن گیا۔ صائمہ! میں فرقان کی بات سمجھ گئی تھی، مجھے افسوس ہے کہ تم نے انکار کرتے ہوئے اتنا نہیں سوچا مگر اب تم ..."
"آپا اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں۔"
"اسی لیے ساری دنیا چھوڑ کر نیلم کا رشتہ تم سے مانگا تھا اس وقت تمہارا کہنا تھا کہ تم اپنی اکلوتی بچی کو اتنی دور امریکہ میں نہیں بھیج سکتیں۔ اب تم کیسے بھیج دو گی؟"
صائمہ اس سوال پر چپ ہی رہی۔
"افسوس تو یہ ہے صائمہ کہ تب نیلم میری خواہش تھی تم نے ہاں نہیں کی اب اپنی مجبوری کے وقت تم......" انہوں نے تلخی سے کہا۔
"مجبوری کیسی آپا! لولی لنگڑی تو نہیں ہے نیلم! خوب صورت ہے پڑھی لکھی ہے۔" آپا نے طنز نہیں کیا تھا مگر انہیں طنز ہی لگا۔
"آپ مجھے کیا جتانا چاہتی ہیں یہی کہ وہ طلاق یافتہ ہے، صرف نکاح ہوا تھا اس کا رخصت نہیں ہوئی تھی وہ۔ نکاح بھی صرف آٹھ ماہ رہا، کیا دنیا میں طلاقیں نہیں ہوتی۔ نیلم کی طلاق ... نیلم کی طلاق ... ویسی کی ویسی ہے میری بچی! ایک صرف اتنی سی بات، ایسی ہی لعنت ہوتی یہ طلاق تو جائز نہ ہوتی۔ ہمارا مذہب اس کی اجازت نہ دیتا لیکن آپ لوگ ... ڈریں خدا سے۔" وہ آپا سے نہیں دنیا کے کسی بڑے جج سے مخاطب تھیں جیسے وہ چاہتی تھیں کہ فیصلہ ہو ہی جائے کہ جائز عمل پر اتنا واویلا کیوں، حق پر داغ کی مہر کیوں؟
"وہی نیلم جس کے سب آگے پیچھے گھومتے تھے آج وہی نیلم بُری بن گئی۔" ان کا غصہ عروج پر تھا۔
آپا نے تحمل سے سب سنا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔ صائمہ نے ہی غصے سے فون بند کر دیا۔

❀ ❀ ❀

"کیا عیب ہے اس میں؟" جلال انہیں پاس بٹھاتے پوچھ رہے تھے۔
"کوئی عیب نہیں ہے۔" انہوں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔
"تو یہ انکار کیوں؟"
"یہ انکار نہیں میری مرضی ہے اور میری مرضی یہ ہے کہ میں اس کی شادی کروں جیسے مجھے نیلم کی کرنی ہے۔" انہوں نے جواز پیش کیا۔
"شادی کا ہی تو کہہ رہا ہوں فائق سے کر دو اس کی شادی۔"
"ایک بار کہا ہے بار بار مت کہلوائیں، فائق سے اس کی شادی نہیں ہوگی۔"
"تم تو کہتی تھیں کہ زنیرہ تمہاری بیٹی ہے۔" وہ تحمل سے پوچھ رہے تھے۔
"کہتی تھی اب بھی کہہ رہی ہوں، زنیرہ میری بیٹی ہے۔ بیٹیاں بیاہی جاتی ہیں انہیں گھر میں نہیں رکھا جاتا۔"
"فائق کے ساتھ بیاہ دو گی تو کیا جائے گا تمہارا؟"
"فائق میرا بیٹا ہے زنیرہ اس کی بہن ہے۔"
"بہن نہیں ہے زنیرہ اس کی، اپنے انکار کے لیے تم اسے زبردستی اس کی بہن بنا رہی ہو۔"

"ابھی تو آپ نے پوچھا کہ یہ وہ میری بیٹی نہیں اب فائق کی بہن ہونے سے انکار کیسے؟" انہوں نے طنز کیا۔

"یہ لفظوں کا ہیر پھیر ہے صائمہ ایسا مت کرو۔" انہوں نے سمجھانا چاہا۔

"آپ اس معاملے میں مت بولیے' یہ میرا مسئلہ ہے۔"

"یہ مسئلہ فائق کا ہے۔" انہوں نے ایک بار پھر کوشش کی۔

"فائق کا کیا مسئلہ ہے اس سب سے؟" وہ چڑ گئیں۔

"کیونکہ فائق نے ہی مجھے کہا ہے تم سے بات کرنے کے لیے۔"

"فائق نے...؟" وہ سناٹے میں آ گئیں۔

"تم نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں تو کم سے کم اپنے بیٹے کی آنکھیں ہی پڑھ لیتیں۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ جو پٹی آپ نے اس کی آنکھوں پر باندھ دی ہے وہ پڑھ لوں۔" ایک افسردہ سی نظر جلال نے ان پر ڈالی۔

"تم تو کبھی ایسی نہیں تھیں صائمہ' بیٹی بنا کر رکھا ہمیشہ اسے پھر اب کیا ہو گیا؟ یا تمہیں اس کے ٹیڑھے ہاتھ پر اعتراض ہے۔" انہوں نے صاف گوئی سے پوچھا۔

"مجھے اس کے ہاتھ سے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میں نے اسے کبھی فائق کی بیوی کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔"

"اب دیکھ لو...."

"میں دیکھنا نہیں چاہتی' ہم نیلم کی طرح زنیرہ کو بھی اس گھر سے رخصت ہی کریں گے بس... آپ یا کوئی اور اس موضوع پر دوبارہ کوئی بات نہ کرے۔" انہوں نے اٹل انداز میں کہا۔

"تمہیں نظر نہیں آتا کہ وہ زنیرہ کو کس قدر پسند کرتا ہے۔"

"وہ صرف اپنی کزن کو پسند کرتا ہے کزن کی حیثیت سے ہی ورنہ وہ تو سارا سال باہر رہتا ہے اسے تو پڑھائی سے ہی فرصت نہیں اپنی خواہش کو ... پسند کا نام مت دیں۔"

"یہ میری بھی خواہش تھی ... ایک بیٹی ایک بیٹا۔ دونوں کا سرپرست میں ہی ہوں' سب ... کر سکتا ہوں ان دونوں کا نکاح' تم سے رائے ... منانا مگر تم... تم تو کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتیں۔" جلال کو بے تحاشا غصہ آ گیا۔

اس انداز اور اس بات پر وہ بھڑک کر اپنے کمرے سے باہر نکلیں' لاؤنج میں سب خاموشی سے بیٹھے ... گفتگو سن رہے تھے۔ ایسی بحث ان میں پہلے بھی ... بار ہو چکی تھی۔ گھر میں چلنے والی کشمکش سے سب ... واقف تھے' ان سب میں صرف زنیرہ ہی موجود نہیں تھی وہ اپنے کمرے میں گم صم بیٹھی تھی۔ صائمہ نے زنیرہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ کمرے میں لے گئیں۔

"زنیرہ کیا میں نے تمہیں ماں بن کر نہیں پالا۔" زنیرہ سر جھکائے کھڑی رہی۔

"وہ کون سی چیزیں ہیں جو فائق' نیلم اور شاہ میر کو تو دیں مگر میں نے تمہیں نہیں دیں؟ کس چیز کو تم نے مانگا اور میں نے انکار کیا؟" وہ زنیرہ کے پاس کھڑی اپنی نیکیاں گنوا رہی تھیں۔ اب وہ ان نیکیوں کا اجر مانگ رہی تھیں۔

"جب ماں بن کر سب کچھ میں نے کیا تو تمہاری شادی بھی میں کروں گی یا..... تم اپنی مرضی اپنے ماموں کو بتا دو۔" صائمہ نے صاف صاف زنیرہ کو دو راستے دکھا دیئے ایک اس کی پرورش سے اب تک کا اور ایک اس کی اور فائق کی شادی کا۔ پہلی صورت میں اسے مامی کا قرض اتارنا تھا' دوسری صورت میں وہ احسان فراموش بن جاتی اس سے ماں جیسی مامی چھن جاتیں۔

زنیرہ نے سر اٹھا کر دونوں کی طرف دیکھا' اس نے ایک بار بھی اپنے دل کی طرف نہیں دیکھا۔

"مامی! مجھے آپ کا ہر فیصلہ قبول ہے۔" کہہ کر وہ چلی گئی۔ صائمہ نے جلال کی طرف دیکھا' جلال نے تاسف سے انہیں گھورا۔

"افسوس کہ جو انسان ساری زندگی انسانیت کی معراج کی محفلیں لوٹتا رہا ہو آج اس نے چیزیں اور انسان [illegible] کر کسی کا حق لے لیا اگر تم واقعی میں ... ہوتیں تو زنیرہ کے چہرے کی وحشت پڑھ لیتیں۔ تم اس کے لیے دنیا کا بہترین انسان اپنا بیٹا منتخب کرتیں' بہترین ... گھر اسے دیتیں' صرف اپنی بیٹی کہہ دینا کافی نہیں ہوتا' ماں بننا پڑتا ہے تم نے اسے چیزیں تو سب لے کر دیں جن پر اس نے انگلی رکھی کیونکہ تمہارے پاس اتنے پیسے تھے جب اس نے انگلی تمہارے بیٹے کی طرف کی تو تم بدل گئیں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" انہوں نے صرف اتنا ہی کہا اور کمرے سے نکل گئیں۔

❁ ❁ ❁

گھر پر ان دنوں عجیب خاموشی کا راج تھا' ایک وہی تھیں جو بولتی تھیں' انہوں نے زنیرہ کے لیے رشتہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ نیلم کو تو جو دیکھتا وہی رشتہ مانگ لیتا مگر زنیرہ کے ساتھ ایسا نہیں تھا۔ خوب صورت زنیرہ بھی بہت تھی' ایم بی اے کر رہی تھی لیکن سب ہی ملنے جلنے والے جانتے تھے کہ وہ اس کے سرپرست ہیں' ماں باپ نہیں۔ اس صورت میں لوگ نیلم کے لیے تو کہتے تھے لیکن زنیرہ کا نام نہیں لیتے تھے' اپنے کیپٹن' پائلٹ' ڈاکٹر' انجینئر' بزنس مین بیٹوں کے لیے انہیں ایک بڑے خاندان کی لڑکی چاہیے تھی' بڑے خاندان میں پلنے والی لڑکی نہیں۔ زنیرہ کے والد اور والدہ کا دوران عمرہ کار ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوا تھا' اس وقت وہ چار سال کی تھی اور اپنی دادی کے ساتھ پاکستان میں تھی۔ دادی نے چند ماہ تو پرورش کی پھر اپنی بیماری کے ہاتھوں مجبور ہو کر جلال کو بلوا لیا' اس وقت صائمہ کے اصرار پر وہ زنیرہ کو اپنے گھر لائے تھے ورنہ زنیرہ کے بڑے ماموں جو کینیڈا میں ہوتے تھے اسے اپنے ساتھ رکھنے کے لیے تیار تھے مگر صائمہ نے ضد کی کہ وہ زنیرہ کو اپنے پاس رکھیں گی۔ زنیرہ کو اس کے چچا اور پھوپھو بھی لینے کے لیے تیار تھے مگر زنیرہ کی دادی کا خیال تھا کہ وہ اپنے ننھیال میں زیادہ اچھی طرح پرورش پا سکے گی اور ایسا ہی ہوا۔ نیلم اور زنیرہ میں سال کا ہی فرق تھا۔ زنیرہ نیلم سے ایک سال ہی بڑی تھی' دونوں کے ایک جیسے ہی کپڑے بنتے تھے' دونوں ایک ہی اسکول میں تھیں' کوئی بھی چیز ایسی نہیں تھی جو نیلم کے پاس تو تھی مگر زنیرہ کے پاس نہیں تھی۔

لیکن اب ... زنیرہ کے انکار پر سب ہی حیران رہ گئے اور ان کی ناں ہاں میں نہیں بدلی' انہوں نے زنیرہ کے لیے رشتہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ددھیال والوں سے بھی بات کی لیکن وہ خود اس بات پر حیران تھے کہ اپنے بیٹے سے کرنے کی بجائے وہ ان سے کیوں پوچھ رہی ہیں ان کی حیرانگی پر وہ چڑ گئیں اور انہوں نے دوبارہ کہنا ہی فضول سمجھا' زنیرہ کے لیے رشتہ تلاش کرتے انہیں پہلی بار احساس ہوا کہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے' لوگ ان کا نام اور خاندان کے بارے میں جان کر گھر تک تو آ جاتے مگر باقی تفصیلات جان کر واپس پلٹ جاتے۔

توبہ اتنے سوال جواب... انہیں غصہ آ جاتا' ایک رشتہ آیا تو وہ زنیرہ کا ٹیڑھا دایاں ہاتھ دیکھ کر ہی پلٹ گیا۔

"بس کرو یہ تماشہ۔" جلال کو سن گن ملی تو تڑپ اٹھے۔

"تماشہ بنا ڈالا ہے اس بچی کا' کچھ ڈرو خدا سے صائمہ! سوچو اس تکلیف کا جو زنیرہ کو ہوتی ہو گی۔ کہاں گیا وہ تمہارا رحم دل' تمہاری ہمدردی' تمہارا پیار۔" وہ گڑبڑا گئیں۔

"رشتوں کے معاملات میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔"

"رشتے... ہونہہ! تمہاری خوب صورت بیٹی کے بڑے باپ کی وجہ سے اس کے پیچھے تو رشتوں کی لائن لگی ہے تو تمہیں کیا پتا رشتوں کے سلسلے میں کیا معاملات درپیش ہوتے ہیں۔"

"جو نیلم کے لیے تلاش کروں گی وہی زنیرہ کے لیے کر رہی ہوں۔" انہیں جلال کا طنز برا لگا۔

"نیلم کے لیے تمہیں تلاش کرنا نہیں پڑے گا' یہ بات تم بھی جانتی ہو۔ کاش تم زنیرہ کو بھی اس سب سے آزاد

رو دیتیں۔ ”مان لو میری بات صائمہ! اس بچی پر رحم کرو اگر تمہارے احسانوں نے اس کی گردن جھکا دی ہے تو تم ہی آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگاؤ۔“ انہوں نے کچھ [illegible] دے انہیں منایا مگر حسب معمول ناامید ہی رہے۔

❁ ❁ ❁

خاندان کے بہت سے اور لوگوں نے انہیں سمجھایا کہ گھر کی لڑکی گھر میں ہی رکھ لیں اور پھر جب گھر کے لڑکے چھوڑ کر باہر نکلو تو لوگ سمجھتے ہیں لڑکی میں کوئی عیب ہے مگر عیب تو کہیں اور تھا‘ وہ عیب انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

کچھ فیملی فرینڈز نے حتیٰ کہ نرگس آپا نے بھی سمجھایا مگر انہوں نے کسی کی نہیں سنی اور زنیرہ کا رشتہ طے کر دیا۔ لڑکے کا خاندان ان کے خاندان کی طرح بڑا اور اونچا نہیں تھا لیکن انہوں نے ہاں کر دی۔ جلال تو اس سارے معاملے میں بولے ہی نہیں اور فائق بہت پہلے ہی لندن واپس جا چکا تھا اس نے اپنی چھٹیاں بھی پوری نہیں گزاری تھیں۔ اپنی ماں کے رویے سے وہ بُری طرح سے دل برداشتہ تھا۔ اس سب سے پہلے زنیرہ بھی نیلم کی طرح ہی ضدیں کیا کرتی تھیں۔ ہاں‘ ناں‘ یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے یہ چاہیے وہ نہیں چاہیے لیکن پھر اس نے ماں کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دی حتیٰ کہ اس نے دلہن کا اپنا جوڑا بھی خود پسند نہیں کیا‘ گھر کی پہلی شادی تھی اس لیے خوب دھوم دھام سے کی گئی پھر بھی شادی‘ شادی نہیں لگ رہی تھی۔

زنیرہ کا ایم بی اے بھی نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے فٹ سے شادی کر دی۔ وہ جلال کے تیور دیکھ چکی تھیں۔ نیلم کالج میں فورتھ ایئر کی طالبہ تھی‘ زنیرہ کی شادی کے چند ماہ بعد انہوں نے جلال کے ایک بزنس مین بیٹے کے ساتھ نیلم کا بھی نکاح کر دیا۔

شادی ازمیر کی تعلیم کے مکمل ہونے پر ہونی تھی‘ نکاح کے بعد ازمیر لندن پڑھنے چلا گیا۔ جلال ہی کے کہنے پر فائق نے ازمیر کے ساتھ لندن میں میل ملاپ بڑھانا شروع کر دیا‘ چند ماہ نہ جانے جمال اور فائق میں کیا چلتا رہا کہ جمال کو لندن جانا پڑا‘ چند ہفتے وہاں گزار کر جب جمال واپس آئے تو آتے ہی ازمیر کے والدین سے طلاق کا مطالبہ شروع کر دیا۔ وہ وہاں [illegible] باپ تھا‘ ازمیر کی اسکول کی تعلیم بھی لندن سے ہی ہوئی تھی وہ چند ماہ ہی پاکستان میں گزارتا تھا۔ اس کا سارا خاندان البتہ لاہور میں ہی آباد تھا اور اس خاندان کو دیکھ کر انہوں نے رشتہ دیا تھا۔

صائمہ کی پُرآسائش اور مکمل زندگی میں یہ پہلا بڑا اور شدید جھٹکا تھا وہ کیسے چوک گئیں وہ سالوں [illegible] کے خاندان کو جانتی تھیں‘ جب وہ رشتہ لے کر آئے تو انہوں نے فوراً ہاں کر دی‘ جلال کے اصرار پر بھی انتظار نہیں کیا ورنہ فائق لندن میں ہی تھا کچھ تو اتا پتا کر سکتا تھا۔ جلال کو ان کی جلد بازی پر افسوس تھا مگر بروقت [illegible] پر وہ مطمئن تھے لیکن وہ خود کو نہیں سنبھال سکیں وہ شدید دکھ میں رہنے لگیں ان کی بچی گھر بیٹھے بیٹھے ہی طلاق یافتہ ہو گئی تھی۔

ایک دن نیلم کالج سے آئی تو اس نے آتے ہی اپنا بیگ پھینکا اور لاؤنج کے فرش پر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی وہ حواس باختہ اس کے پاس بھاگی آئیں۔

”وہ سب پوچھتی ہیں کہ کیا میں نے عدت مکمل کر لی؟ مجھے بتائیں کہ کیا اس طرح کی طلاق پر عدت ہوتی ہے۔ مجھے بتائیں ماما کہ طلاق کیا ہوتی ہے؟ طلاق لی ہے میں نے یا خلع؟ بتائیں ماما مجھے لڑکیاں پوچھتی ہیں وہ اتنا کچھ پوچھتی ہیں؟“ وہ روئے جا رہی تھی ان کے دل پر قیامت گزر گئی‘ انکی کالج جاتی بچی چند ماہ کے فرق سے طلاق یافتہ ہو گئی تھی۔

کیا اتنی بُری ہوتی ہے طلاق؟ اتنی گھٹیا چیز؟ اس سب میں نیلم کا کیا قصور تھا؟ ان کا دل چاہا ایک ایک سے جا کر پوچھیں۔

نیلم نے کالج جانا چھوڑ دیا‘ اونچی آواز میں موسیقی سننا آدھی رات کو پیزا منگوا کر کھانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ زنیرہ نے اسے لاکھ سمجھایا کہ وہ کالج جائے اپنی تعلیم پر توجہ دے مگر

نہیں مانی۔ وہ شروع سے ہی حساس تھی اب اس کی ساری حساسیت سامنے آ رہی تھیں۔ اس کی اونچی پونی ان بکھرے ہوئے بالوں کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اس نے شدت سے اپنی طلاق کا صدمہ لیا تھا اور صدمے کی سی کیفیت میں صائمہ تھی۔ نیلم روتی تو نہ جانے کیوں انہیں زنیرہ کی آنکھیں یاد آ جاتیں۔ انہیں یاد آیا کہ جس دن زنیرہ نے جلال کی سامنے ان کے ہر فیصلے کو ماننے کا کہا تھا اس سے اگلے دن اس کی آنکھیں کس قدر سرخ اور [illegible] تھیں۔

یہ سب انہیں اب کیوں یاد آ رہا ہے‘ زنیرہ کا چپ رہنا اور گیلی آنکھوں کو چھپاتے پھرنا اور وہ آدھی رات کو پچھلے لان میں ایک کونے میں بیٹھے رہنا۔

وہ لوگ مری میں دس دن رہ کر آئے تو زنیرہ نے اپنے کمرے میں جاتے ہی رونا شروع کر دیا۔ صائمہ اس کے کمرے کی طرف بھاگیں‘ سوکھے سڑے پودے کو وہ ہاتھوں میں لیے رو رہی تھی‘ وہ جاتے ہوئے اسے باہر لان میں رکھنا بھول گئی تھی تاکہ مالی اس کی دیکھ بھال کر سکے۔ پودا بند کمرے میں بنا پانی کے سوکھ چکا تھا‘ سب نے اسے لاکھ سمجھایا مگر وہ نہیں سمجھی۔ سوگ کی صورت لیے کئی دن پڑی رہی‘ صائمہ نے بھی اسے سمجھایا تو اس نے کہا کہ وہ صرف ایک پودا نہیں تھا وہ ایک شگون تھا جو نہ جانے کیوں اسے اب بدشگون لگ رہا ہے۔ زنیرہ اس پودے کے لیے نہیں اس بدشگونی کے لیے روئی تھی۔

وہ پودا اسے فائق نے لا کر دیا تھا‘ وہ شاید اسے اپنی محبت کا تحفہ سمجھ کر پروان چڑھانا چاہتی تھی شاید کچھ اور بھی تھا اس کے لیے اس پودے میں کہ وہ اب اس کے لیے بدشگون بن گیا تھا۔

اس وقت وہ یہ نہیں سمجھیں کہ وہ اسے بدشگونی کیوں کہہ رہی ہے صرف ایک پودے کے سوکھ جانے پر اور اب وہ سمجھ گئی تھیں۔ ”کچھ باتیں ہم کتنی دیر میں سمجھتے ہیں نا‘ کتنا غلط کرتے ہیں۔ آنکھیں اور دماغ کھول کر نہیں رکھتے‘ ضمیر اور دل ضرور کھلا رکھنا چاہیے۔ ہم انسان کتنی جلدی شیطان بنتے ہیں‘ کتنی جلدی ہوتی ہے بگڑنے کی ہمیں۔“ صائمہ نے اپنی نیلی آنکھیں پونچھیں‘ ان کے اندر بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ نیلم کے پیچھے ہی رشتوں کی لائن تبدیل ہو گئی تھی‘ لوگ اب اپنے بیٹوں کا تذکرہ ان کے سامنے نہیں کرتے تھے بلکہ نیلم کی طلاق پر افسوس کرتے تھے۔ ان کے لیے اب بھی ان کی بیٹی پہلے جیسی ہی تھی اور پہلے جیسا ہی رہنا تھا‘ وہ آج بھی اس کے لیے سب کچھ اعلیٰ اور بہترین ہی چاہتی تھیں۔

جلال نے ٹھیک کہا تھا انہیں زنیرہ کا ٹیڑھا ہاتھ نظر آتا تھا‘ لوگ ان کے میڈیکل کے اسٹوڈنٹ بیٹے کے لیے ان کے آگے پیچھے ہوتے تھے انہیں یہ سب اچھا لگتا تھا۔ زنیرہ کے ساتھ شادی کی صورت میں سسرال بھی وہی ہوتا اور میکے والے بھی وہی۔ اتنے لائق فائق بیٹے کے لیے تو شہر کے بڑے بڑے خاندان ان کے اشارے کے منتظر تھے‘ انہی سب میں انہیں زنیرہ نظر نہیں آئی نہ ہی فائق اور زنیرہ کی محبت۔ انہوں نے نام نہاد ضد اور مرتبے کے لیے جو کیا بُرا کیا۔ وہ خود سے کہہ رہی تھیں کہ صائمہ کچھ بُرا ہو گیا ہے مگر اب وقت ان کی مٹھی سے پھسل چکا تھا‘ بہت سے دن بُرا لگا کر گزر گئے۔

❁ ❁ ❁

ایک دن زنیرہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئیں اور اسے سینے سے لگا لیا۔

”مجھے معاف کر دو۔“ زنیرہ ان کے الفاظ پر سُن سی ہو گئی۔

”ایسے مت کہیے۔“

”مجھے کہنے دو اور تم صرف سنو بجائے اس کے کہ میرا گناہ مجھے پڑھ کر سنایا جائے مجھے سنانے دو۔ تم مجھے یہ اقرار کرنے دو کہ میں کب گر گئی‘ میں نے کہاں گناہ کیا‘ اپنا دل سخت کر لیا‘ مجھے بولنے دو مجھے قبول کرنے دو زنیرہ! تمہیں بیٹی کی طرح پال ہی سکی تمہیں بیٹی بنا نہیں سکی‘ بنا لی تو تمہاری سوجھی ہوئی آنکھیں پڑھتی۔ تمہارے دکھ کی کھوج میں لگتی‘ میں اندھی نہیں تھی مجھے نظر آ رہا تھا کہ فائق

تمہیں کس قدر پسند کرتا ہے ورتم اس سے کتنی محبت کرتی ہے۔ تمہاری ہنستی مسکراتی محبت مجھے سنائی دے رہی تھی' میں نے ہی کان بند کرلیے تھے' تمہارے جسم کا یہ نقص' تمہارا پیدائشی ٹیڑھا ہاتھ بھی دکھائی دیتا تھا۔ آج نیلم کی طلاق مجھے عیب نہیں نظر آتی' ہاں مگر تمہارے ہاتھ کا عیب جب نظر آتا تھا' مجھے بار بار یہ یاد آتا تھا کہ میں نے تمہیں پالا ہے۔ یہ میرا احسان ہے۔ ماں باپ پوٹ کر احسان کرتی ہیں پھر میں نے اپنے فرائض صرف تمہیں ہی کیوں گنوائے؟ نیلم کو دیکھ کر مجھے تم یاد آتی ہو تب مجھے نیلم اور تم الگ الگ کیوں نظر آئی تھیں؟ میری کم ظرفی کے میں نے تمہیں چیزیں تو سبھی دیں مگر اپنا پیٹ نہیں دے سکی۔ میں گرگئی اپنے مقام سے۔'' بولتے بولتے وہ رونے لگیں۔

''مامی! '' زنیرہ نے ان کا ہاتھ چوما۔

''آپ مجھے ہر رشتے سے زیادہ پیاری ہیں' ایسا مت سوچیے۔''

''ٹھیک کہا اسی لیے تم نے مجھ کو فائق پر ترجیح دی' تم فائق کو پاکر مجھے کھونا نہیں چاہتی تھیں مگر میں نے تمہیں کھودیا۔ تم نے مجھے ماں جیسا رتبہ ہی دیا پر میں نہیں دے سکی۔ جیسے اپنی بیٹی کی تکلیف پر تڑپ رہی ہوں' راتوں کو سوتی نہیں' تمہارے لیے یہ سب نہیں کیا میں نے۔ فرق واضح ہوگیا زنیرہ! مجھے میری اوقات معلوم ہوگئی' تمہاری پرورش وہ خیرات تھی جو مجھے باہر کرنی تھی مگر میں نے تمہیں گھر میں دی' خدا کی راہ میں خدا کو خوش کرنے کے لیے جو صدقہ و خیرات کیا جاتا ہے۔ تمہاری پرورش وہی خیرات تھی' دکھ تو یہ ہے کہ خدا کو خوش کرنے کے لیے میں نے خیرات ہی کی' کاش اپنا آپ بھی پیش کردیتی۔ تھوڑا سا ہی دل وسیع کرلیتی' رتبے اور شان و شوکت کا نہ سوچتی۔ کاش میں انسانیت سے نہ گرتی' نیلم کے لیے آج مجھے ساری دنیا گری ہوئی نظر آتی ہے۔ نیلم کے لیے ہی کیوں' تمہارے لیے مجھے اپنا آپ اس وقت گرا ہوا کیوں نظر نہیں آیا۔'' وہ رو رہی تھیں۔

ان کے اندر کی خلش باہر نکل رہی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سب کو اکٹھا کرکے بتائیں کہ انہوں نے ... کردیا۔ زنیرہ ان سے کس قدر پیار کرتی تھی وہ سمجھ کرلیتیں۔ زنیرہ ان کی ہر بات مانتی تھی کبھی انکار نہیں کرتی تھی وہ بھی زنیرہ کی مان لیتیں اسے انکار نہ کرتیں۔

وہ بہت دیر تک روتی رہیں' زنیرہ بار بار ان کا ہاتھ اور پیشانی چوم رہی تھی۔

''آپ نیلم کے لیے پریشان مت ہوں مامی! ہم سب کا خیال ہے کہ وہ دباؤ اور خود ترسی کا شکار ہوگئی ہے ماموں اور میں چاہتے ہیں کہ ہم اسے دوست کے پاس لندن بھیج دیں تاکہ وہاں نئے ماحول میں وہ اپنی تعلیم شروع کرسکے۔ مامی! طلاق کو ہمیں عفریت بنا کر زندگیاں برباد نہیں کرنی چاہئیں۔ نیلم بھی سمجھ جائے گی آپ بھی اسے سمجھائیں اور خود کو بھی اذیت نہ دیں۔''

''کیا تم چاہتی ہو ایسا ہو؟'' انہوں نے زنیرہ سے پوچھا۔

''بالکل! ہم سب چاہتے ہیں کہ نیلم خود کو کمرے میں بند کرنے کی بجائے خود کو کامیاب کرے۔''

''پڑھنا تو تم بھی چاہتی تھیں' میں نے ہی درمیان میں تمہاری شادی کردی۔''

''میری فکر مت کریں' کامران میرا ایڈمیشن کروا رہے ہیں' ہمیں صرف نیلم کے بارے میں سوچنا ہے مجھے وہ بہت پیاری ہے۔''

''اور مجھے تم دونوں پیاری ہو۔'' وہ مسکرائیں ضرور مگر وہ جانتی تھیں کہ ندامت ایک عرصے تک ان کے اندر رہنے والی ہے۔ میری دو بیٹیاں ہیں وہ کہا کرتی تھیں انہیں اب کوشش کرنی تھیں اسے ثابت کرنے کی۔

❀

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

آصف ہارون کوہاٹ

ج۔ نماز کی پابندی کریں۔ بعد نماز فجر 41 مرتبہ سورۃ الفاتحہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ پورے جسم پر پھونک ماریں۔ نماز کے بعد سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 11 مرتبہ پڑھیں۔ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ

مریم شاہین راولپنڈی

ج۔ عشاء کی نماز کے بعد 41 مرتبہ سورۃ الفاتحہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ ہاتھوں پر دم کرکے سر اور پورے جسم پر پھیرا کریں۔

امتحان میں کامیابی کے لیے ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ سورۃ القریش پڑھا کریں۔ دعا بھی کیا کریں۔

سر درد اور آنکھوں میں پانی آنا پڑھتے وقت ''کچی نزلہ'' کی نشانی ہے۔ اس کا علاج کروائیں۔

ش۔ن... نامعلوم

جواب:۔ مسئلہ 1:۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا یہ مانگیں کہ جہاں حق میں بہتر ہو وہیں رشتہ ہو۔ عشاء کی نماز کے بعد 1 تسبیح استغفار 1 تسبیح درود شریف (درود ابراہیمی) دعا بھی کریں۔

مسئلہ 2:۔ بیٹے کے سرہانے کھڑے ہوکر جب وہ سو جائے سورۃ العصر پڑھیں 41 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف اتنی آواز میں کہ اگر جاگ رہا ہو تو سن سکے۔

تمثیلہ شہزادی... حافظ آباد

جواب:۔ مہینہ نہانے کے بعد لگاتار 3 دن طلوع سے پہلے سورۃ والضحیٰ 21 بار پڑھ کر دعا کیا کریں۔

نسرین اختر... ہری پور ہزارہ

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھ کر اپنے بچوں کے لیے دعا کریں۔ مالی حالات کے لیے سورۃ القریش 1 تسبیح روزانہ۔

سعدیہ... چمبڑ

جواب:۔ ''رجوع الی اللہ'' سب کچھ بھول کر اللہ سے تعلق جوڑو۔

بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74'70 بار پڑھیں۔ اول و آخر 11'11 بار درود شریف۔ بہتر رشتے کی دعا بھی کریں۔ دونوں بہنیں و بھتیجیاں۔ عمل 4 ماہ۔

آمنہ اعوان... حیدر آباد

جواب:۔ ''یا حکیم یا اللہ'' تعداد 1000 مرتبہ روزانہ رات کے وقت اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف (درود ابراہیمی)۔ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس کے تمام مسائل حل فرمائے۔

پڑھتے وقت مسائل حل ہونے کا تصور ذہن میں رکھ کر پڑھیں۔

محمد شہادت حسین... راولپنڈی

جواب:۔ ہر نماز کے بعد سورۃ الفاتحہ آیۃ الکرسی اور آخری تین قل شریف 3'3 بار پڑھ کر اپنے پر پھونکیں۔

رات سونے سے پہلے 25'25 بار درود ابراہیمی اول و آخر درمیان میں ''سورۃ النصر'' 125 بار پڑھ کر (نوکری) معاشی حالات اچھے ہونے کی دعا کریں۔

اور خود بھی بھاگ دوڑ کریں ناغہ نہ ہو۔

خالدہ نورین... میاں چنوں

جواب:۔ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ذہنی۔ پریشانی کی وجہ سے پڑھائی پر توجہ نہیں قائم رہتی۔

والدہ اور تینوں بہنیں پڑھیں۔ "اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم"

نیت۔ اے اللہ نجات دے (چچی) اس کی نحوست اور شر سے جو ہمارے بارے میں سوچتا اور کرتا ہے
صبح وشام ایک ایک تسبیح۔ ہر نماز کے بعد 11 بار ذہن یکسو ہو۔

حمیرا ... وہاڑی

جواب:۔ قوت برداشت اور خود اعتمادی نہیں ہے آپ میں۔ یرقان کا مکمل علاج کروائیں سورۃ طٰحہ کی پہلی پانچ آیات پڑھ کر پانی پلائیں۔ آپ روزانہ سورۃ القریش ہر نماز کے بعد 41 بار پڑھ کر معاشی حالات بہتر ہونے کی دعا مانگیں۔

بیوی کے لیے:۔ ایک کلو کدو لے کر 8 پیس بنا کر 6 کلو پانی میں پکائیں۔ جب 4 کلو رہ جائے تو اس کو اتار کر ٹھنڈا کر کے چھان لیں۔ وہ پانی آپ کی بیوی پیے۔ اس کے علاوہ پانی استعمال نہ کریں روزانہ یہ عمل کرنا ہے۔

در نجف ... ٹاؤن شپ

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ "سورۃ الاخلاص" پڑھیں۔ اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

شازیہ بی بی ... حویلیاں

جواب:۔ رات کو سونے سے پہلے سورۃ الاخلاص 11 بار پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر چہرے کو دھوئیں۔ پانی نالی میں نہ جائے باقی جسم کا کانپنا اور درد ہونا قریبی اچھے عامل سے رجوع کریں۔ علاج روحانی ضروری ہے۔

عبدالرحمان ... میانوالی

جواب:۔ 40 روز تک روزانہ "سورۃ یسین" شریف مع اول وآخر 11'11 بار درود ابراہیمی کے پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر پئیں اور گھر میں بھی چھڑکیں۔ مویشیوں پر بھی چھڑکیں۔ کوشش کریں کہ پلا بھی دیں۔ ان شاء اللہ افاقہ ہونا شروع ہوگا۔

نسرین اختر ... میانوالی

جواب۔ مسئلہ نمبر ا۔ جب گھر میں چینی آئے تو اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل اول وآخر 7'7 مرتبہ درود ابراہیمی پڑھ کر دم کریں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ عشاء کی نماز کے بعد 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھ کر اپنے اوپر اور شوہر کو تصور میں دم کریں۔ (دعا بھی کریں)۔

مسئلہ نمبر ۲۔ یا مذل دکان پر بیٹھ کر ایک تسبیح پڑھا کریں۔ یہ پریشانی نہیں ہوگی۔ پڑھتے وقت اس کا تصور رکھیں۔ اول وآخر 11 11 مرتبہ درود شریف۔

نماز کی پابندی کریں ہر نماز کے بعد سورۃ قریش پڑھا کریں 21 مرتبہ برکت کے لیے۔ بیٹے کے لیے بھی دعا کریں۔

گرمیوں میں ٹھنڈی چیزیں استعمال کریں۔

رینا شاہد ... شور کوٹ شہر

جواب:۔ یا علیم 41 مرتبہ اول وآخر 3'3 مرتبہ درود شریف صبح نہار منہ پانی پر دم کر کے پلائیں اور پڑھتے بیٹھتے وقت 11 مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

سدرہ ... شور کوٹ

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ یا فتاح پڑھا کریں۔

عائشہ رحمت علی ... گوجرانوالہ

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 41 مرتبہ سورۃ والضحیٰ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت یہ تصور ہو کہ بھائی رابطہ کر رہا ہے۔ اس کا دل اور دماغ گھر کی طرف راغب ہو رہا ہے۔ پابندی سے پڑھیں مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

م ن۔ ب س ... کھڑیانوالہ

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں جلد اور اچھے رشتے کے لیے۔

ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھیں۔ تصور یہ ہو کہ والدین سنجیدہ ہو رہے ہیں۔ گھر میں کوئی ٹرسٹ نہیں۔

سعدیہ ... شور کوٹ

جواب:۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر 38، بعد نماز عشاء 313 مرتبہ روزانہ۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ عاجزی وانکساری کے ساتھ دعا مانگیں۔

م۔م ... راولپنڈی

جواب:۔ (۱) آیات شفاء تیل پر دم کر کے مالش کریں گھٹنوں کی۔

(۲) بلڈ پریشر کے لیے کالا نمک استعمال کریں۔ آنکھوں کے لیے "یا نور" روزانہ 101 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں۔ روزانہ آنکھیں دھوئیں، اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

م ش ... راولپنڈی

جواب:۔ (۱) جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل (اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کر دیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ بھائیوں کے روزگار کے لیے سورۃ القریش کا ورد رکھیں۔

(۲) آپ اپنے ماضی اور حال کو مد نظر رکھ کر مستقبل کا فیصلہ کریں۔ استخارہ کر لیں۔ عشاء کی نماز کے بعد 313 مرتبہ آیت کریمہ پڑھیں۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اللہ سے مانگیں جو آپ کے حق میں بہتر فیصلہ ہے۔

نرگس صدیق ... سیالکوٹ

جواب:۔ شوہر کے لیے "یا لطیف یا ودود" 313 مرتبہ (اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف)۔ پڑھتے وقت تصور رکھیں کہ دل نرم ہو رہا ہے اور دماغ ٹھنڈا اور آپ کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

بچوں کے لیے۔ "سورۃ العصر" 21 مرتبہ (اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف) رات جب سو جائیں سرہانے کھڑے ہو کر ہلکی آواز میں نیت ہو کہ فرمانبردار بن جائیں۔

شاہدہ بانو ... رحیم یار خان

جواب:۔ عشاء کی نماز کے بعد "یا عدل" 1100 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اللہ سے اپنے حق کے لیے دعا کریں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے جولائی ۲۰۱۳ء

نام	والدہ کا نام	گھر کا مکمل پتا

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں

بیاضِ دل

میمونہ رومان

امبر گل...... جھڈو سندھ

بس ایک خاک سی اُڑتی ہے جس طرف دیکھیں
نشاں بہار کا کوئی پس بہار نہیں
یہ ایک روپ ہے اس بے نیاز مالک کا
کسی کو وقت کی گردش پر اختیار نہیں

نوشین اقبال نوشی..... گاؤں بدر مرجان

اک لمحے کا سفر ہے زندگی
پس منظر سے منظر کی طرف

فصیحہ آصف خان...... ملتان

جس کے دل میں اترنا تھا
اس کے دل سے اتر گئی ہوں
قدموں میں دیکھ تو اپنے ذرا
سوکھے پتے کی طرح بکھر گئی ہوں

سارہ چوہدری..... ڈوگہ گجرات

آگ سے سیکھ لیا ہے ہم نے یہ قرینہ بھی
بجھ بھی جانا تو بڑی دیر تک سلگتے رہنا
نجانے کس عمر میں جائے گی یہ عادت اپنی
روٹھنا اس سے اوروں سے الجھتے رہنا

ملائکہ فرزانہ گل..... اورنگی ٹاؤن کراچی

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے

ثمینہ طاہر بٹ..... لاہور

حالات کے لکھے کو مٹا کیوں نہیں دیتے
یہ بوجھ ہے سینے پر ہٹا کیوں نہیں دیتے
کیوں ہم سے گریزاں ہو بتا کیوں نہیں دیتے
اس راز سے اب پردہ اٹھا کیوں نہیں دیتے

چندا مثال..... قصور

وصال موسم گزر گیا تو خیال بن کر ملا کریں گے
بچھڑ گئے ہم اگر تو پھر ماہ و سال بن کر ملا کریں گے
کتابِ دل کے وفا کے اک اک ورق پہ اپنی خبر بنیں گے
ہم اہل الفت محبتوں کی مثال بن کر ملا کریں گے

شگفتہ خان ٹوانی..... بھلوال

زندہ رہنا ہے تو حالات سے ڈرنا کیسا؟
جنگ لازم ہو تو لشکر نہیں دیکھے جاتے

اقصیٰ زرگر..... جوڑہ

تمہارا نام لکھنے کی اجازت چھن گئی جب سے
کوئی بھی لفظ لکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

لبنیٰ ساجد..... صفدر آباد

یہ آج دن خراماں دھرے ذرا سے
جبینِ شوق ہے بے تاب نقشِ پا کے لیے

سباس گل..... رحیم یار خان

اب دیکھتے ہیں کسی کی جان جاتی ہے؟
میں نے اس کی اس نے میری قسم کھائی ہے

عائشہ پرویز..... کراچی

نہ رئیس ہوں نہ امیر ہوں
نہ بادشاہ ہوں نہ وزیر ہوں
درِ مصطفیٰ ہے میری سلطنت
اُسی سلطنت کا فقیر ہوں

شمسہ ارشد ہمدانی..... ہٹیاں بالا آزاد کشمیر

وہ مجھ پر عجیب اثر رکھتا ہے
میرے ادھورے دل کی خبر رکھتا ہے
شاید کہ میں اسے بھول جاتا مگر
یاد آنے کے وہ سارے ہنر رکھتا ہے

فوزیہ کنول فوزی..... ٹوبہ

اگر ہوں پھول پردیسی تو مت چھو بے وفا ہوں گے
وطن کے ہو اگر کانٹے تو بھر لے اپنے دامن میں

نازش انور..... خانیوال

چند سکوں میں بکتا ہے یہاں انسان کا ضمیر
کون کہتا ہے میرے ملک میں ہے مہنگائی بہت

فیاض اسحاق..... سلانوالی

بے نور ہو چکی ہیں شہر کی فضائیں بہت
تاریک راستوں میں کہیں کھو نہ جائیں ہم
آج اس کے بغیر دل بہت اداس ہے جالب
یارو چلو کہیں سے اسے ڈھونڈ لائیں ہم

ماریہ انمس..... ہارون آباد

یہ دستورِ وفا صدیوں سے رائج ہے زمانے میں
صدائے قرب دی جن کو انہی کو دور دیکھا ہے

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

اپنی تنہائی میرے نام سے آباد کرے
کون ہے جو مجھے اس طرح سے یاد کرے
میرے آنسوؤں سے جس کی روح کانپ اٹھے
ہے کوئی ایسا جو مجھے اتنا پیار کرے

شہناز شانزے سیال..... خانیوال

گلیوں گلیوں بھٹک رہا تھا اک سنہرا خواب جسے
میرے بڑوں نے اپنی لاکھوں نیندیں بیچ کے پالا تھا
امجد یہ تقدیر تھی اس کی یا قدرت کا کھیل
گرا جہاں پر رات کا پنچھی تھوڑی دور اُجالا تھا

زرشا نورین..... چونالہ

رکھتے ہیں جو اوروں کے لیے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کر بکھرا نہیں کرتے

فرزانہ سرور..... بتیس چک ملتان

وقت وقت کی بات ہے
کہاں یہ وقت ساتھ ہے
ملے بھی تو خواب میں
کیسی یہ ملاقات ہے

فرزانہ اکرام..... سرگودھا

اس چاند سے کہو چھپ جائے کہیں
اس سے میرے مقدر کے ستارے نہیں ملتے

آسیہ اشرف..... گنگاپور

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

قرۃ العین پارس..... کراچی

گرداب کی مانند رواں ہے زندگی
چلوں تہی سے پہنچوں تہی تک

حنا فاطمہ..... کراچی

ہم تسلیم کرتے ہیں ہمیں فرصت نہیں ملتی
مگر جب یاد کرتے ہیں زمانہ بھول جاتے ہیں

ثمرین کنول..... کراچی

خوابِ عدم سے چونکے تھے ہم تیرے واسطے
آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے

ماریہ انصاری..... کراچی

اے دل تجھے رونا ہے تو جی کھول کے رو لے
دنیا سے نہ بڑھ کر کوئی ویرانہ ملے گا

نمرہ علی..... لاہور

عشق میں خواب کا خیال کسے
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

صبا حبیب..... کراچی

عشق جب تک نہ کر چکے رسوا
آدمی کام کا نہیں ہوتا

جنید راجپوت..... کراچی

ابھی تو خشک بہت ہے موسم بارش ہو تو سوچیں گے
ہم نے اپنے ارمانوں کو کس مٹی میں بونا ہے

سمیرا غزل صدیقی..... کراچی

سلگتی شام کی پھیلی ہوئی تنہائی میں
دل میں یادوں کا دھواں ہو تو غزل ہوتی ہے

طیبہ آمنہ..... فیصل آباد

کچھ نہیں چاہیے تجھ سے اے میری عمرِ رواں
میرا بچپن میرے جگنو میری گڑیا لا دے

سامعہ ملک پرویز..... احاطہ ٹیکسلا

جس کے دم سے روشن یہ جہاں ہے
جس کی چاہت پر خلوص بیش بہا ہے
جس کی دعا سے آجاتی ہیں قدموں میں منزلیں
ایسی ہستی دنیا میں صرف ماں ہے

ڈش مقابلہ

صحت آفرین

ہاٹ چکن جنجر، سپر رائس

اجزاء:

چکن (بون لیس)	ڈیڑھ کپ
سویا سوس	ایک چائے کا چمچہ
کالی مرچ	چوتھائی چائے کا چمچہ
ادرک (لمبائی میں کاٹ لیں)	دو چائے کے چمچے
ٹماٹو پیسٹ	ڈیڑھ کپ
ٹماٹو کیچپ	دو کھانے کے چمچے
تیل	تہائی کپ
کلونجی	چوتھائی چائے کا چمچہ
نمک	حسب ضرورت
یخنی	ایک کپ

ترکیب:

تیل گرم کرلیں اس میں چکن اور ادرک ڈال کر ہلکا سا فرائی کرلیں۔ دو منٹ بعد اس میں ٹماٹو پیسٹ اور کلونجی ڈالیں۔ تین چار منٹ لگائیں پھر نمک، کالی مرچ، لال مرچ، سویا سوس اور ٹماٹو کیچپ ڈال دیں اور تھوڑی دیر بھونیں پھر ایک کپ مرغی کی یخنی یعنی چکن اسٹاک ڈال کر پکائیں۔ جب تیل اوپر آجائے تو اتار لیں اور سپر رائس کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

یاسمین بیگم۔ کراچی

اناناس کا شربت

اجزاء:

اناناس	آٹھ چھٹانک
گلاب کا عرق	ڈیڑھ کلو
چینی دانے دار	آٹھ چھٹانک

ترکیب:

اناناس کو چھیل کر بے کار اور غیر ضروری حصہ نکال دیں۔ اب اناناس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کریں یہ ٹکڑے پتلے ہوں تو بہتر ہیں۔ ایسے باریک چھوٹے اور پتلے ٹکڑوں کو آٹھ چھٹانک لے کر کلو بھر گلاب کے عرق کے ساتھ آگ پر آدھے گھنٹے تک رکھیں۔ پکا لیں اور اتار لیں۔ پھلوں کو گلاب کے عرق میں کچل لیں تاکہ ان کا سارا عرق نکل جائے اور پھر کپڑے سے نکال لیں۔ بچے ہوئے گلاب کے عرق میں چینی پکائیں تاکہ شربت حاصل ہوسکے۔ دس منٹ بعد اناناس کا رس اس میں ڈال دیں اور پندرہ منٹ تک اور پکنے دیں تاکہ یہ ایک جان ہوجائے۔ دو چھٹانک پانی میں ایک تولہ ڈال کر استعمال کریں۔ یہ طاقت بخش ہے اور ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔ اس شربت کے بہت سے فائدے ہیں۔

دیا طاہر۔ کراچی

فالسے کا شربت

اجزاء:

فالسے	پانچ سو گرام
چینی	چھ سو گرام
پانی	ایک لیٹر
سٹرک ایسڈ	آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب:

فالسوں کو اچھی طرح صاف کریں۔ تھوڑے پانی میں فالسے ڈال کر ہاتھوں کے ذریعے مسلیں اور گھٹلیاں الگ کریں۔ گودا ملا پانی مکسر میں ڈال کر پتلا رس نکال لیں۔ چینی اور پانی ملا کر چینی حل ہونے تک پکائیں چھان کر ایک تار کی چاشنی بنائیں۔ رس ڈال کر تھوڑی دیر تک پکائیں۔ اسے ٹھنڈا کرکے سٹرک ایسڈ ملائیں۔ اب اس شربت کو صاف خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں۔ گرمی میں آئے مہمانوں کو برف اور ضرورت کے مطابق پانی ڈال کر اس مشروب کو ملا کر پیش کریں۔

حرا عابد۔ ملتان

کچے آم کا شربت

اجزاء:

کچے آم کا گودا	دو کپ
چینی	چار کپ
نمک	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
بھنا پسا زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
پسا پودینہ	ایک چائے کا چمچہ
پانی	دو کپ

ترکیب: پانی اور چینی ملا کر چاشنی بنالیں۔ چاشنی کو ٹھنڈا کرکے چھان لیں۔ آم کا گودا مکسر میں ڈالیں۔ نمک اور پودینہ ڈالیں اور مکسر چلا کر باریک پیس لیں۔ تیار چاشنی میں پسے ہوئے کچے آم کا مرکب ملائیں۔ صاف اور خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں۔ پینے پلانے کے وقت ایک حصہ رس یا شربت میں تین حصے پانی اور برف ملائیں۔
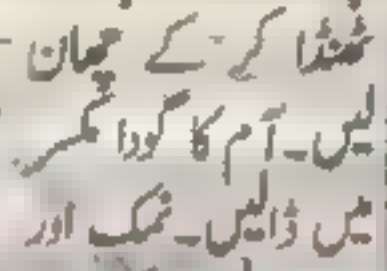
نائلہ جنید۔ کراچی

سیاہ انگور کا شربت

اجزاء:

انگور سیاہ	چھ کپ
پانی	چھ کپ
چینی	نو کپ
نمک	ایک چائے کا چمچہ
سٹرک ایسڈ	ایک چائے کا چمچہ
پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ	چٹکی بھر

ترکیب:

چھلے سیاہ انگوروں کو جوسر یا مکسر میں ڈال کر رس نکال لیں۔ پانی میں چینی حل کریں۔ باریک کپڑے میں چینی ملا کر پانی چھانیں اور ابال لیں۔ ایک تار کی چاشنی بنائیں اور اس کو ٹھنڈا کریں۔ ٹھنڈی چاشنی میں رس اور سٹرک ایسڈ ملائیں۔ اچھی طرح یک جان مرکب بنالیں۔ نمک کو ایک چوتھائی کپ پانی میں حل کرکے پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ ملائیں اور مرکب میں ملائیں۔ بوتلوں میں بھر کر سیل بند کرلیں۔ پیش کرتے وقت ٹھنڈا پانی اور برف ملائیں۔

سمیرا غزل صدیقی۔ کراچی

چیری کا شربت

اجزاء:

چیری کا رس	ایک کلو
پانی	آدھا کلو
چینی	ایک کلو
سٹرک ایسڈ	تین گرام
پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ	تین گرام
چیری ایسنس	دو ملی گرام
شربت کا سرخ رنگ	تین گرام

ترکیب:

اچھی پکی ہوئی چیری خرید کر انہیں پانی سے دھو کر صاف کرلیں۔ پھر انہیں ہاتھوں سے مسل کر یا مکسر سے کچل کر صاف اور باریک کپڑے سے چھان کر ان کا رس

نکال لیں۔ ۔۔۔ تول کر ایک کلو رس ناپ لیں۔ اب اس رس میں چینی، پانی اور سٹرک ایسڈ بھی ملا دیں۔ دھیمی آنچ پر رکھ کر پکائیں۔ جب شربت پک جائے تو نیچے اتاریں اور ٹھنڈا کر لیں۔ اب پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ کو تھوڑے سے پانی میں گھول لیں اور اسی طرح رنگ کو بھی گھول کر اور چھان لیں۔ اب ان کو سارے شربت میں اچھی طرح ملا دیں۔ آخر میں چیری ایسنس ملانے سے خوشبو اور ذائقہ میں اضافہ ہو جائے گا۔ چیری کا شربت تیار ہے۔ اسے صاف اور خشک بوتلوں میں محفوظ کر لیں۔

ماریہ انصاری ۔ کراچی

جو اور لیموں کا شربت

اجزاء

جو کا آٹا	دو سو پچاس گرام
چینی	ڈیڑھ کلو
لیموں کا رس	سات سو پچاس گرام
زرد رنگ	ایک گرام

ترکیب:۔

جو کے آٹے میں تھوڑا سا پانی ملا کر لسی کی طرح بنا لیں۔ اب اس میں ایک کلو پانی ملا کر دس منٹ تک پکائیں۔ اس کو بالکل ہلکی آنچ پر پکائیں اور چمچہ ساتھ ساتھ چلائیں۔ اب اس کو اتار کر ٹھنڈا کر کے چھان لیں۔ پہلے موٹے کپڑے سے چھانیں پھر باریک کپڑے سے چھان لیں۔ اب لیموں کا رس نکالیں۔ رس کو بھی باریک کپڑے سے اچھی طرح چھان لیں۔ اس کے بعد جو کا پانی، لیموں کا رس اور چینی ملا کر خوب مکس کریں۔ اب اس کو آگ پر چڑھا دیں اور پکنے دیں۔ جب شربت ایک تار کا ہو جائے تو رنگ پانی میں

گھول کر اس میں ڈال دیں۔ ایک دو جوش آنے کے بعد اتار لیں اور ٹھنڈا کر کے صاف خشک بوتلوں میں ۔۔۔ لیں۔

۔۔۔ ۔۔۔

آلو بخارے کا شربت

اجزاء

آلو بخارے	500 گرام
چینی	ایک کلوگرام
کھانے کا زرد رنگ	ڈیڑھ گرام
ایسنس	چند قطرے

ترکیب:۔

آلو بخارے اچھی طرح دھو کر صاف کر لیں۔ ۔۔۔ لیٹر پانی میں آلو بخارے ڈال کر رات بھر کے لیے چھوڑ دیں۔ صبح کو اسی پانی میں آلو بخاروں کو ابال لیں۔ ۔۔۔ جوش آنے کے بعد چولہے سے اتار لیں۔ چھلکے اور گٹھلی نکال کر پھینک دیں۔ اب اس میں چینی ملا کر پکائیں۔ ایک تار کی چاشنی تیار ہو جائے تو ایسنس اور زرد رنگ بھی ملا دیں اور چمچہ چلا کر سب کچھ اچھی طرح ملا لیں۔ پھر اتار کر ٹھنڈا کر لیں اور صاف بوتل میں بھر لیں۔

نجمہ عابد... کراچی

صندل کا شربت

اجزاء:

برادہ صندل	60 گرام (سرخ یا سفید)
چینی	ایک کلو
عرق گلاب	ایک لیٹر
روح کیوڑہ	ایک شیشی
لیموں	چھ گرام

ترکیب:۔

صندل کا برادہ صاف کر کے گلاب کے عرق میں ڈال دیں۔ چوبیس گھنٹے بعد برادہ مع عرق گلاب دیگچی میں ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ آنچ ہلکی رکھیں۔ جب خوب پک کر عرق گلاب آدھا رہ جائے گا تار کر ململ کے کپڑے سے چھان لیں۔ اب اس میں چینی ملا کر پکائیں۔ تو میٹھی کے قریب ہے تو ساتھ لیموں ڈال دیں اور میل اتارتے جائیں۔ قوام ایک تار کا ہو جائے تو ٹھنڈا ہونے دیں۔ پھر اس میں روح کیوڑہ ڈال دیں۔ چند منٹ بعد شربت کو صاف اور خشک بوتل میں بھر کر ڈھکنا مضبوطی سے بند کر دیں۔

اسماء حفیظ ۔ فیصل آباد

فروٹ کریم

اجزاء

تازہ کریم	250 گرام
چینی	ایک چوتھائی کپ
انار کے دانے	ایک چوتھائی کپ
سیب	ایک عدد (چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں)
سردا	دو سلائس (چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں)
کیلا	ایک عدد (چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں)
بادام	چند دانے
خشک چیری	چند دانے
کشمش	چند دانے
چھوٹی الائچی	دو عدد (پسی ہوئی)

ترکیب:۔

چینی اور کریم کو اچھی طرح پھینٹ لیں۔ اس میں پھینٹنے کے دوران تھوڑا سا دودھ ملا دیں۔ اس کے بعد انار کے دانے، سیب، سردا، کیلا، بادام، خشک چیری، کشمش شامل کر دیں۔ آخر میں الائچی پاؤڈر چھڑک دیں اور ٹھنڈا کر کے سرو کریں۔

ہنی ایمان ۔ گلشن اقبال

کوکونٹ آئس کریم

اجزاء

کوکونٹ ملک	ٹن پیک دو عدد
پسی ہوئی چینی	ڈیڑھ کپ
پانی	تین کپ
کریم	تین کپ
پسا ہوا ناریل	دو کھانے کے چمچے

ترکیب:

چینی اور پانی کو ایک دیگچی میں ڈال کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔ چینی حل ہونے کے بعد شیرے کو دس منٹ تک تیز آنچ پر ابال کر ٹھنڈا کر لیں۔ پھر کسی سانچے میں ڈال کر اسے ڈھک دیں پھر تین گھنٹے تک فریزر میں رکھ دیں۔ پھر پیالے میں نکال کر چھری سے اس کے ٹکڑے کر لیں۔ فوڈ پروسیسر میں آدھی مقدار ڈال کر نرم کر لیں۔ دونوں کو یکجا کرنے کے بعد کریم شامل کر کے اچھی طرح پھینٹیں تاکہ یہ آئس کریم کی طرح ہو جائے اور اس میں پسا ہوا ناریل شامل کر کے سانچے میں ڈال کر خوب ٹھنڈا کر لیں۔ پیش کرتے وقت فریزر سے نکالیں۔

نزہت جبین ضیاء... کراچی

بیوٹی گائیڈ

رو بینہ احمد

خوب صورت اور گھنے بال ہر ایک کی کمزوری ہیں۔ بال تبھی خوب صورت لگتے ہیں جب ان کی صحیح طریقے سے حفاظت کی جائے۔ آپ اپنے بالوں کو مندرجہ ذیل طریقوں سے خوب صورت اور مضبوط کر سکتی ہیں۔

☆ ٹوٹے ہوئے دندانوں کی کنگھی کبھی استعمال نہ کریں۔ اس کے علاوہ دوسرے کی استعمال شدہ کنگھی بھی استعمال نہیں کرنی چاہیے۔

☆ سر دھونے کے لیے ٹھنڈا پانی استعمال کریں، البتہ سردی کے موسم میں ہلکے گرم پانی سے سر دھوئیں۔ تیز گرم پانی سے سر میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ نہانے سے پہلے بالوں میں تیل لگائیں اس سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ بازاری خوش بودار تیلوں کے بجائے ناریل یا سرسوں کا خالص تیل استعمال کریں۔

☆ کبھی کبھی نیم گرم پانی میں تھوڑا سا سرکہ اور لیموں کا عرق ملا کر اس سے سر دھو لیا کریں۔

☆ خوش رہنے کی کوشش کریں کیونکہ خوش رہنے اور بالوں کی تندرستی کا بہت گہرا تعلق ہے۔ چڑچڑے پن سے فکر اور خوف سے سر کی شریانیں سکڑ جاتی ہیں اور بالوں کی جڑوں کو تقویت پہنچانے کے لیے خون کا پہنچنا بند ہو جاتا ہے۔ دماغی پریشانیوں کے وقت آپ بارہ منٹ بالوں میں کنگھی کریں یہ بالوں کے لیے فائدہ مند ہے۔

☆ بال لمبے، گھنے اور چمک دار کرنے کے لیے مہندی کا ٹوٹکہ ایک چقندر، ایک ٹکڑا دنداسہ، ایک ٹی اسپون کافی، ایک ٹی اسپون چائے پتی کو چار پانچ گلاس پانی میں پکا کر ایک گلاس بنائیں اب اسے چھان کر اس میں ایک چمچہ لیموں کا رس، دو چمچہ سرسوں کا تیل اور حسب ضرورت مہندی گھول کر کچھ گھنٹے کے لیے بالوں میں لگائیں۔ اس قدر عمدہ خوبصورت رنگ آئے گا اور بال بھی چمک دار ہو جائیں گے۔

☆ دہی میں شکر ملا کر لگانے سے بھی خشکی میں کمی ہو جاتی ہے اس کے علاوہ ایک آزمودہ نسخہ یہ ہے
ایک بڑا چمچہ مہندی، ایک چمچہ سرسوں کا تیل ایک دیسی انڈا اور آدھے لیموں کا رس ان سب کو ملا کر چند گھنٹے کے لیے سر میں لگائیں اور پھر بال دھو لیں۔ اس چار ماہ بعد یہ ٹوٹکہ کریں تو کبھی خشکی نہیں ہوگی۔

☆ زیتون کے تیل کو ہلکا سا گرم کر کے رات کو سر پر مساج کریں اور صبح نیم گرم پانی سے سر دھو لیں۔

☆ سر میں خشکی ہو تو چقندر کاٹ کر پتوں سمیت ابال لیں اور اس پانی کو شیمپو کی طرح لگا کر بال دھو لیں اگر چند گھنٹے یہ پانی لگا رہنے دیں تو زیادہ مفید ہے۔ پھر سادہ پانی سے دھو لیں۔ اس سے نہ صرف سکری دور ہوتی ہے بلکہ بال مضبوط اور گھنے ہوتے ہیں۔

☆ بالوں کو سیٹ کرنے کے لیے بازار سے اسپرے اور لوشن تو ملتا ہے مگر آپ گھر پر بہت کم قیمت پر بنا سکتی ہیں۔ ایک کپ گرم پانی میں ایک ٹی اسپون جیلاٹین پاؤڈر ملا کر بالوں میں لگائیں اور سیٹ کر لیں۔

☆ مٹھی بھر آلو کے خشک ٹکڑے لوہے کے برتن میں ایک دن کے لیے بھگو دیں، دوسرے دن اس پانی سے سر دھونے سے بال سیاہ ہو جائیں گے۔

روبینہ ریاض، ثوبیہ کوثر.. ملتان

سوال۔ السلام علیکم! امید کرتے ہیں کہ آپ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں گی ویسے تو ہمیں بیوٹی کے حوالے سے کوئی مسئلہ نہیں لیکن میری جو پلکیں ہیں وہ بہت ٹوٹتی ہیں۔ میں کیا کروں کہ یہ ٹوٹنا بند ہو جائیں۔ پہلے میری پلکیں گھنی تھیں اب لگتا ہے کہ کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ دلی حل بتائیں اور آنکھوں کے گرد حلقے ہیں ان کا بھی کچھ حل بتائیں۔
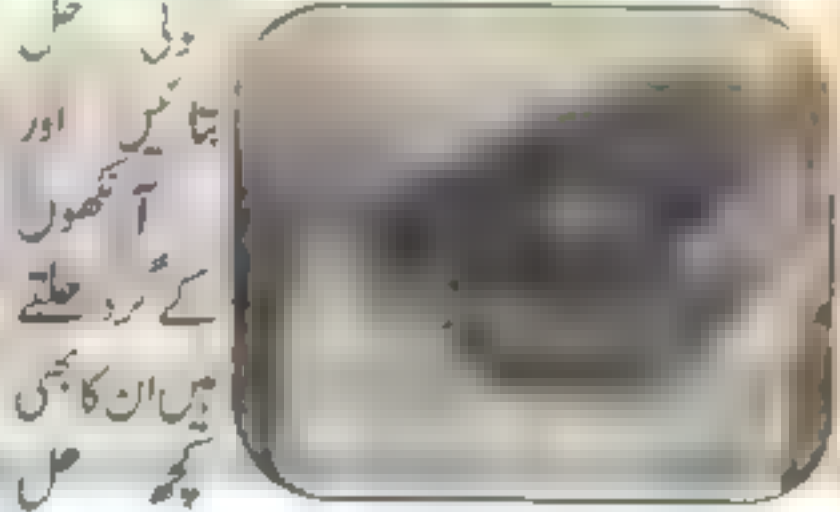
جواب:۔ آپ رات کو سونے سے پہلے زیتون کا تیل اپنی پلکوں پر لگا لیں اور صبح کسی اچھے فیس واش سے چہرہ دھو لیں آپ ایک ہفتہ میں نمایاں فرق محسوس کریں گی۔

طیبہ نذیر ... شادیوال گجرات

سوال:۔ میری دوست ماریہ کے چہرے پر بال بہت زیادہ ہیں اس نے پورے چہرے کی تھریڈنگ کروائی تھی اب بال زیادہ ہو گئے ہیں پلیز اس کا کوئی حل بتا دیں؟

جواب:۔ آپ اپنی دوست ماریہ کو یہ مشورہ دیں کہ جب بھی فیس کی تھریڈنگ کروائیں تو تھریڈنگ کے بعد کسی بھی آئل (سرسوں یا بادام کا آئل) سے چہرے کا ہلکے ہاتھوں سے مساج کریں۔ بال بہت جلد ختم ہو جائیں گے۔

نازش بتول... واہ کینٹ

سوال:۔ میرے بال لمبے ہیں لیکن خشکی کی وجہ سے از حد پریشان ہوں۔ اچھے شیمپو اور تیل کے استعمال کے باوجود کوئی خاطر خواہ فرق نہیں بلکہ بالوں کا جھڑنا بھی زیادہ ہو گیا ہے آپ سے گزارش ہے کہ ان دونوں مسئلوں کا حل بتا دیجیے۔ شکریہ

جواب۔ آپ اپنے بالوں میں ایک پاؤ دہی میں ایک انڈہ مکس کر کے لگائیں۔ بالوں میں خشکی کی شکایت دور ہو جائے گی اور آپ کے بال جھڑنا بھی بند ہو جائیں گے۔

نائلہ جنید ... کراچی

سوال۔ میری آنکھوں کے گرد گہرے حلقے ہیں کافی کریمز و گھریلو ٹوٹکے بھی آزما کے دیکھ لیے لیکن یہ کم ہونے کے بجائے بڑھتے جا رہے ہیں جبکہ نیند و آرام کی بھی کوئی کمی نہیں اس کا کوئی بہتر حل تجویز کریں؟

جواب۔ آنکھوں کے گرد حلقوں کی شکایت تقریباً ہر لڑکی کا مسئلہ ہو گیا ہے لیکن اس کا بہترین حل یہ ہے کہ آپ آلو کے باریک قتلے کاٹ کر اپنی آنکھوں پر 15 منٹ کے لیے رکھیں اور ریلیکس کریں۔ بالکل اسی طرح آپ کھیرے کے باریک قتلے کاٹ کر آنکھوں پر رکھیں۔ اپنی آنکھوں کی خوب صورتی کے لیے 15 منٹ ضرور نکالیں۔ روزانہ یہ عمل دہرانے سے بہت جلد آپ اپنی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں سے چھٹکارا پا سکتی ہیں۔

جوابات کے لیے ہم مہرین رحیم بیوٹی سالون لاہور کے شکر گزار ہیں۔

نوٹ

تمام قارئین بہنوں کی پرزور فرمائش پر اگلے ماہ سے بیوٹی گائیڈ میں آپ کی بیوٹی کے مسائل کے حل کے لیے سوالات کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے جس کے جوابات مشہور ماہر بیوٹیشنز دیا کریں گی۔ تمام بہنیں نوٹ فرما لیں۔

استحصال

کبھی قحط زدہ میں ڈھلتے کھار
شدید گرمی میں لو لگا کر
کہ جوان ہتھیلی پر سجا کر
خود آپ اپنے پر حکمرانی کے واسطے
تو نے جن خداؤں کو چنا تھا پیارے
اب انہی خداؤں نے دیکھ تجھ کو بھلا دیا ہے
دوا دارو تو دسترس سے بہت ہی باہر
تجھے تو بس ایک وقت کی سوکھی روٹی کو ترسا دیا ہے
شدید گرمی میں گرم سورج کی تیز کرنیں جو کاٹتی ہیں
تیرا بدن ہے
گلی دنوں نے جو بھوک کے بچے تیرے ہی گھر میں بلک رہے ہیں
وہ تیرا دکھ ہے.....
کڑی مشقت کے بعد بھی جب
دیہاڑی کے سارے سو روپوں میں
تو اپنے لختِ جگر کو صاحب
کسی "مسیحا" کی بھاری بھرکم فیس بھر کر
"چیک" تلک نہ کروا سکے تو
بتاؤ پیارے.....
تمہارا غم تم سے بانٹنے کو تمہارے گھر میں
یہ "ناخدا" کتنی بار آئے
یہ محل جیسے گھروں کے باسی تمہاری جانوں پہ عیش کر کے
قارون بننے کی خواہشوں میں
بس ایک دوجے سے لڑ رہے ہیں
تیرا تو استحصال کر رہے ہیں

نازیہ کنول نازی

پیارے آنچل کے نام

میری دعا ہے لمحہ بہ لمحہ
تیری حیات کارواں کو ملے سرور
ہر پل چاہتوں کا خوشیوں کا

...
بے زوال
وسعتِ فلک سے بھی وسیع
سمندر کی عمیق گہرائیوں سے بھی گہرا پیار
تیرا نصیب ہو
سدا عروج تیرے قریب ہو
تیرے نام کو ملے وہ ہر جا کی شناسائی
جس پر کرے رشک ساری خدائی
سبھی چاہتیں، سبھی محبتیں
سبھی رونقیں سدا تیرا نصیب ہوں
میری دعا ہے لمحہ بہ لمحہ
تیری حیات کارواں کو ملے سرور
ہر پل چاہتوں کا خوشیوں کا رہے نزول

سامعہ ملک پرویز ..... احاطہ ٹیکسلا

غزل

جب وہ شہرِ وفا سے چلا جائے گا
پھر ہی معنی محبت کا تُو سمجھ پائے گا
اسیر کر کے قفس میں بھولا نہیں مجھے وہ
ٹوٹے ہوئے پر میرے ابھی دیکھنے وہ آئے گا
میں جو ریزہ ریزہ ہوتا جا رہا ہوں
ٹوٹنا اسے بھی ہے وہ بھی بکھر جائے گا
تم جو روٹھ جاتے ہو چھوٹی سی بات پہ ہم سے
ہم نہ ہوں گے تو بھلا کون تمہیں منائے گا
بارشِ اشک میں کیسے اسے ڈھونڈو گے
اب روٹھ گیا وہ تو لوٹ کے نہ آئے گا
کفِ افسوس ملو گے نہ ہم کو ڈھونڈ پاؤ گے
ترکیبِ وقت میں اک ایسا بھی وقت آئے گا
مجھے یقین ہے ترکِ تعلق کے باوجود
صابر وہ دیوانہ وار روئے گا مرقد پہ چلے آئے گا

گلزار احمد صابر..... پاک پتن

تیری یاد کی خوشبو !

تیری یاد کی مسحور کن خوشبو
جب
دریچۂ دل سے ٹکراتی ہے
تو پورے وجود میں
وحشتِ تنہائی پھیل جاتی ہے
احساسِ ترکِ تعلق
اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے
اور دل خون کے آنسو روتا ہے
چاروں اور بکھری
خوابوں کی کرچیاں
یاد دلاتی ہیں...
جزیرۂ نیند کی شوخیاں
کہ جن کو سمیٹتے سمیٹتے
میرے ہاتھ لہولہان ہوئے
اور شہرِ دل کے سب موسم
بہت خاموش اور ویران ہوئے
کہ...
تیری یاد کی خوشبو
جب...
دریچۂ دل سے ٹکراتی ہے
تو ہجر شہرِ دل میں رقص کرتا ہے
اور خوشیوں کو الوداع کہتا ہے
اور میں...
لمحہ لمحہ
تنہائی کی منزلوں کو طے کرتی ہوں
کہ
میرے دل میں بسی وحشتیں.....
مجھ پہ ہنستی ہیں
اور تنہائی...
وجود میں سنسناتی ہے
کہ
تیری یاد کی خوشبو
جب دریچۂ دل سے ٹکراتی ہے

سمیرا غزل صدیقی ..... کراچی

انوکھا رابطہ

رات کے پچھلے پہر
بیڈ روم میں پھیلی
نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں
جب اس کی نیند کھلتی ہے
میری جگہ بستر پر خالی سلوٹیں پا کر
پھر وہ یک دم اٹھتا ہے
اس کے قدم خود بخود
ٹیرس کی طرف بڑھتے ہیں
پھر دبے قدموں سے میرے پیچھے آ کر وہ
دھیرے سے میرے شانوں پر
ہاتھ رکھ کر کہتا ہے
کیا چاند کا شاعرانہ حسن
تمہیں اتنا اٹریکٹ کرتا ہے
کہ تم راتوں میں اٹھ کر پہروں اس کو تکتی ہو
کچھ بھی نہ بولو تم
اتنا کہہ کر میں اس کو ٹال دیتی ہوں
پھر اس کے پیچھے اک اک سیڑھی اترتے وقت
دل کے نہاں خانے سے اک آواز آتی ہے
کس طرح بتاؤں میں
کیسے یہ سمجھاؤں میں
مجھ سے دور کہیں کوئی گرمیوں کی راتوں میں
لائٹ کے جانے پر
حبس زدہ کمرے کی جب کھڑکی کھولتا ہوگا
چاند کو دیکھتا ہوگا

ام ثمامہ..... جھنڈو سندھ

آج پھر

آج پھر کسی نے محبت کا نام لیا ہے
آج پھر دل میں
اک اُبال سا اٹھا ہے
دریا اشتعال سا بھڑکا ہے
میرے کچے آنگن میں رات ہوئی ہے
آج پھر میری آنکھوں سے
بن بادل برسات ہوئی ہے
آج پھر سسک سسک کر روئی ہے تنہائی میری
آج پھر آنکھوں کا آنسوؤں سے
مات ہوئی ہے
آج پھر تنہا کمرے میں
تیری یادوں کو بلایا ہے میں نے
آج پھر بے نشاں میری ذات ہوئی ہے
آج پھر تیری یادوں میں کھوئی ہوں
اور ٹوٹ ٹوٹ کر روئی ہوں......!!

نوشین اقبال نوشی گاؤں بدر مرجان

نظم

بس اک تجھ کو
خدا سے مانگا تھا
اور یہ الزام دھر دیا مجھ پر
کے
تو نے ساری خدائی مانگی ہے

سپاس گل۔ رحیم یار خان

غزل

ہیں عشق کے آزار مسلسل
اور ٹھہرے ہم خطاوار مسلسل
ہے ازل سے یہی مشغلہ جاری
اشکوں سے برسرِ پیکار مسلسل
یاد کے پنجرے میں قید
تیری یاد کی رفتار مسلسل
بے ربط سا لہجہ اور لگاوٹ
دکھائی دیے جدائی کے آثار مسلسل
ہجر و فرق اور یہ تنہائی
دیکھی صدموں کی یلغار مسلسل
تو نے جو امید بندھائی
پڑ گئی اس میں دراڑ مسلسل
بیچ کھڑی ہے تیرے میرے
آسماں تک دیوار مسلسل

فصیحہ آصف خان

غزل

محبت کی پہلے سزا سوچ لینا
کہ ہونا ہے اک دن جدا سوچ لینا
محبت کے موسم تو آتے رہیں گے
خزاؤں کے بارے ذرا سوچ لینا
میں ہر دم تجھے یاد آتا رہوں گا
بھلانے سے پہلے ذرا سوچ لینا
یہاں لوگ بستی میں ہیں گونگے بہرے
اگر دو کسی کو صدا سوچ لینا
کیا تم نے جذبات میں فیصلہ پر
ملے وقت تو بخدا سوچ لینا
ملو غیر سے تم پر یہ وعدہ کرو تم
کہ رانا کی پچھلی وفا سوچ لینا

قدیر رانا......راولپنڈی

زندگی

آج برسرِ محفل
کئی بار مجھے دیکھ کر
اس نے کہا تھا کہ
"میرا زندگی پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے"
اور مجھے یاد پڑتا ہے
وہ اکثر مجھے زندگی کہا کرتا تھا

کنیز ماجی۔۔ بھیرہ، سرگودھا

امید

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کہ جس کو ہمسفر جانیں
جسے پانے کی خواہش میں
[illegible]
کبھی ہم خود لیتے ہیں
زمانے کے گلے شکوے
کبھی اغیار کی باتیں
کئی جاگی سوئی راتیں
ہمیں تحفے میں ملتی ہیں
تمنا جس کو پانے کی
زباں پر ورد کی صورت
ہمیشہ جاری رہتی ہے
وہ جس کا نام سن کر
دل دھڑکنا بھول جاتا ہے
ہم اس خوش بخت کی خاطر
جاں پر کھیل جاتے ہیں
کبھی دکھ جھیل جاتے ہیں
مگر ایسا بھی ہوتا ہے
کہ جس کو ہم سفر جانیں
ہمارے دل کی باتوں سے
وہی لاعلم رہتا ہے

فاخرہ گل۔۔ [illegible]

بہاریں لوٹ آئی ہیں

سنا ہے!
بارشیں برسیں، بہاریں لوٹ آئی ہیں
بہت رنگین موسم ہے بہاریں لوٹ آئی ہیں
برستے بادلوں نے پھر سے بہت سے تذکرے چھیڑے
تمہاری یاد کے منظر میری آنکھوں میں پھر ٹھہرے
کہ......
دھند میں لپٹے سرمئی بادل بھی لوٹ آئے
ہوا کا شور، وہ جھومتے منظر بھی لوٹ آئے
سبھی بادل آ کر مجھے پھر سے ستاتے ہیں
تمہارے ساتھ جو گزرے وہ لمحے یاد آتے ہیں
میں کیسے مان لوں جاناں!
بہاریں لوٹ آئی ہیں

جب تم لوٹ آؤ گے
تو یہاں منظر بھی بدلے گا
بہاریں لوٹ آئیں گی
سنو......!
تم لوٹ آؤ ناں!

نزہت جبیں ضیاء کراچی

غزل

جب جاں یہ خود نمائی کس لیے
آپ اپنی رہنمائی کس لیے
دل ہمارا لے لیا ہے آپ نے
ہم سے آخر بے وفائی کس لیے
ہم غریبوں پر تمہاری جانِ جاں
ایک مدت سے خدائی کس لیے
مر چکے ہیں جو قفس میں دوستو
ان پرندوں کی رہائی کس لیے
کیوں نبھانے لگ گئے ہیں دشمنی
اب زمانے میں بھلائی کس لیے
گھر میں بچے مر رہے ہیں بھوک سے
اور تیری یہ کمائی کس لیے
دو دلوں کا وصل ممکن ہو گیا
اب محبت میں جدائی کس لیے
یاد کے البم کو راشد کھول کر
یاد کی شمع جلائی کس لیے

راشد ترین۔ مظفر گڑھ

غزل

حرفِ حق کہتا سرِ بازار ہوں
عہدِ حاضر کا میں اک اخبار ہوں
شر پسندوں پر مری گہری نظر ہے
قلم میں برسرِ پیکار ہوں
میں تلاطم خیز موجوں کا حریف
مشکلوں سے ہر گھڑی دوچار ہوں
خستہ حالوں سے ہے میری دوستی
ہر کسی مفلوک کا غم خوار ہوں
بم دھماکوں سے جہاں خوف و ہراس
میں اسی نگری کا پہرے دار ہوں
حرمتِ لوح و قلم کا پاس ہے
ایک شاعر شہر کا خوددار ہوں
شعر کہتا ہوں میں جس کے ہجر میں
اس حسیں کا طالبِ دیدار ہوں

برکت راہی... ڈگری

غزل

میرے چشم نم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
ہر خوشی ہر غم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
بھلے وہ تنہائیوں کا دور ہو یا زمانہ ہجوم
میری ہر اک بزم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
خدا ہی جانے اس جنوں کا ماحصل کیا ہو؟
دل خوش فہم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
نہیں جاتی تمہارے قرب کی خوشبو نہیں جاتی
میرے ہمہ وقت تبسم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
جب سے تم کو اپنا ہمدرد و مسیحا پایا ہے
میرے ہر درد و زخم کو عشق تم سے ہوگیا ہے

زینب بلال

غزل

وقت اپنا بچا لیا ہوتا
پاس مجھ کو بلا لیا ہوتا
مر گئی آس سسکیاں ... ر
پردہ اب تو اٹھا لیا ہوتا
چین ملتا تو نیند آجاتی
مال تھوڑا کما لیا ہوتا
آج مالک بھی دل کے ہوتے تم
ہاتھ ہم سے ملا لیا ہوتا
اب ہوائیں بڑی مخالف ہیں
دیپ پہلے جلا لیا ہوتا
دب کے رہنے سے تھا یہی بہتر
زخم سینے پر کھا لیا ہوتا
غیر بیٹھے تھے تاک میں دانش
نام میرا مٹا لیا ہوتا

جاوید دانش... بھکر

پانچواں موسم

سب کہتے ہیں میرے یار
ایک برس کے موسم چار
پانچواں موسم پیار کا موسم
اس موسم میں ملے تھے ہم تم
پھولوں جیسے کھلے تھے ہم تم
کتنے اچھے دن تھے وہ بھی
کتنی اچھی تھیں وہ راتیں
مہکے مہکے لہجے میں جب
خوشبو جیسی تیری باتیں
پھر نجانے کیا ہوا تھا
غم کی آندھی چل نکلی تھی
کس کی نظر بد لگی تھی
ہم دونوں ہی اتر گئے
ہجر کی گہری دلدل میں ....!

فریدہ فری یوسف زئی ..... لاہور

سنو !!

... پر رہنے والے
شبنمی رُت ہے
موسموں کی دھنک ہے
پہاڑوں پہ بھی
برف اب پگھلنے لگی ہے
دلوں پہ لگے زخم
بھرنے لگی ہے
سنو!
وادیوں کے ... پر
کوئی شدت سے
تمہارا منتظر ہے
تمہاری یادیں
تمہاری باتیں
کسی کا اثاثہ ہیں
سنو!
زندگی اب تھکنے لگی ہے
تمہارے عہد و پیمان کا
وقت ختم ہونے لگا ہے
لوٹ آنے کا موسم آگیا ہے

سمیرا انور ۔ جھنگ

نظم

نیلی جھیل کنارے بیٹھے
یادوں کے کچھ پہرے ہوں گے
پھولوں کے اک گوشے میں
پُروا پیغام لائے گی
اور بھی
وقت کی پرچھائی سے
لمحوں کے دریچوں سے
آس کے کچھ جگنو چرا لینا
جب ہماری یاد آئے تو
دھیرے سے مسکرا لینا

... سحر شیخ

محبت !!

محبت مسکرائے تو
اسے تم پاس بلا لینا
اگر وہ پاس آئے تو
اسے بانہوں میں بھر لینا
اگر وہ دور جائے تو
اسے جانے نہیں دینا
وفا کے رشتوں میں
خطائیں ہو ہی جاتی ہیں
تم ان خطاؤں کو حسنین
بہانہ مت بنا لینا
محبت روٹھ جائے تو
اسے جلدی منا لینا

علی حسنین ... کراچی

غزل

نازک سے لب والی شرمیلے سے گالوں والی
آنکھوں میں مستی چھپائے ہوئے ہے
یہ نازک سی پیار کے بھید دل میں چھپائے ہوئے
پوچھتا ہوں محبوبہ سے اس پیار کے بھید
اس نازک لب اور شرمیلے گالوں کے آثار کیا ہیں
یہ نازک سی پیار کے بھید دل چھپائے ہوئے
نازک سی پیاری سی چمکتی دمکتی شے ہے وہ
آنکھوں میں اس کے مستی چہرے پر رونق
یہ نازک سی پیار بھید دل میں چھپائے ہوئے
اس کے لب پر مسکراہٹ یہ خوش رونق چہرہ
میرے دل کو ستائے میرے من کو بہلائے
یہ اشتیاق میرا بڑھ جائے یہ غزل مجھ سے لکھوائے

محمد فیصل اشتیاق

دوست کا پیغام آئے

ہما حمد

سویٹ سی نازیہ کنول نازی اور عشنا کوثر سردار کے نام

ڈیئر نازی اور عشنا جی! السلام علیکم! میں آپ کی ہر کہانی اور ہر ناول کی دیوانی ہوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ دونوں میرے ساتھ ہمیشہ سے ہیں آپ کی تحاریر میں مجھے صنف نازک کے حساس جذبات کا عکس نظر آتا ہے۔ نازی جی! میں نے آپ کا انٹرویو پڑھا تو مجھے یوں لگا آپ بظاہر جتنی مضبوط نظر آتی ہیں اندر سے اتنی ہی تنہا ہیں۔ کیا میرا خیال صحیح ہے؟ اگر ایسا ہے تو اللہ سے دعا ہے کہ آپ کی ہر پریشانی کو دور کردے۔ آپ کی والدہ کو صحت عطا فرمائے آپ یقین کریں گی کہ آپ کی پسند ناپسند، خوبیاں خامیاں 90 فیصد مجھ میں موجود ہیں ایسا لگتا ہے آپ کا رشتہ میرے دل سے جڑا ہے اور عشنا جی! آپ کی تحاریر میں لفظوں کا سحر ہمیشہ کے لیے ذہنوں پر طاری ہوجاتا ہے، لفظوں اور استعاروں کا اتنا خوب صورت استعمال، اللہ آپ دونوں کو ادب کی دنیا میں جگمگاتا رکھے، دعا گو۔

سیدہ فرزانہ حبیب فرزین ۔۔۔ کراچی

دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہیں دوستو! امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی۔ سعدیہ اقلیس اتنی مدت کے بعد تم سے ملاقات ہوئی، مجھے تو ایسا لگا کہ جیسے میرے اوپر نرم پھوار برس رہی ہو، جیسے تپتے صحرا میں مدتوں بعد بارش کی بوند ٹپکی ہو اور عالیہ (آنو) آپی! بھئی سلام ہے آپ کی یادداشت کو، پہلی نظر میں پہچان لیا۔ نمبر لے کر کال کرنا تو شاید بھول گئی ہو (چلو کوئی گل نہیں)۔ تہذیب تم سے مل کر بہت اچھا لگا، تمہارے دل میں اپنے لیے محبت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مسکراتی رہو، خوش رہو اور اپنی تمام اسٹوڈنٹس کو بہت بہت پیار۔ شہزادیوں آپ کو پتا ہے مجھے نام بھول جاتے ہیں، بس لیے سب کو سلام اور پیار اور ہاں آپ سب جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھایئے گا اس ناچیز کو ضرور یاد رکھیے گا۔ فیصل آباد کی میری دوست رخسانہ اور سعدیہ کو سلام۔ [illegible] مصباح مہوش [illegible] میمونہ سدرہ، عبیرہ سعدیہ [illegible] سب کو بہت بہت زیادہ سلام۔ سباس آپی! [illegible] بنا کے سر راہ چھوڑ دینا کہاں کا انصاف ہے؟ [illegible] ہم دوستی کے لیے حاضر ہیں، جس جس کو ہم سے [illegible] تسلیم خم ہے (ہاہاہا)۔ جی تو [illegible] اللہ حافظ [illegible] اگلی ملاقات تک۔

آنسہ شبیر عطاریہ ۔۔۔ ڈوگہ گجرات

ڈیئر ذخیرہ آپی [illegible] کے نام

پیاری دوست تمہیں اپنی منگنی کی بہت بہت مبارک ہو [illegible] خوش رہو۔ دوست ہمیں [illegible] نہیں [illegible] منگنی کرلی اور ہمیں پھر بھی پتا چل ہی گیا [illegible] کہتے ہیں نا عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ دوست منگنی پر نہ سہی شادی پر ضرور انوائٹ کرنا [illegible] مہندی تو میں نے ہی آپ کو لگانی ہے (شوخی)! [illegible] ایک بات بتاؤں سدرہ تو ابو [illegible] ایسے گم ہوئی ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ سدرہ [illegible] کا اب رخصت ہوجانے کا ارادہ ہے (بائے بائے)۔ اب اجازت چاہتی ہوں دوبارہ شرکت کے لیے [illegible] خیال رکھیے گا، تمام آنچل اسٹاف، رائٹرز، ریڈرز کو میرا سلام اور دعائیں، اللہ حافظ۔

رضیہ تسکین ۔۔۔ کوٹھیالہ، سیالکوٹ

سویٹ کزن خولہ بنت رشید کے نام

السلام علیکم! خولہ گل کیسی ہو؟ یقیناً ٹھیک ہوگی۔ میری طرف سے امی ابو اور خدیجہ کو سلام دینا۔ تبسم [illegible] تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے زندگی؟ میری طرف سے آنچل کی تمام قاری بہنوں کو سلام۔ تبسم [illegible] اگست میں میری سالگرہ ہے، تم اگست کو وش کردو گی نا؟ انس کو میری طرف سے پیار اور [illegible] اللہ حافظ۔

عظمیٰ کنڈی ۔۔۔ [illegible]

پیارے بھیا بھابی اور فرینڈز کے نام

19 جون کو میرے پیارے بھیا اور بھابی کی شادی کو تین مہینے ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ میرے بھیا اور بھابی کو ہمیشہ ایسے ہی ہنستا اور مسکراتا رکھے، نظر بد سے بچائے آمین۔ ڈیئر فرینڈز کیسی ہو؟ فرینڈز ویسے تو میں نے آپ کو کبھی نہیں بتایا کہ مجھے آپ سے کتنا پیار ہے، سوچا آنچل کے ذریعے سے ہی بتادوں، فرینڈز آپ سب مجھے بہت بہت پیاری ہیں۔ [illegible] سدرہ، مس رومیصہ اور [illegible] آپ سب بہت [illegible] مرضی پوچھ لو یار میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ آپ [illegible] بہت اچھی ہیں آپ مس [illegible] چھوڑ دینی ہے [illegible] میں آپ سب کو بہت مس کروں گی، [illegible] مس زارہ آپ کو آپ تو بچوں کی بھی [illegible] ٹیچر ہیں، آپ سب کا احساس کرتی ہیں [illegible] بہت [illegible] ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے، ترقی دے اور کامیابیوں سے نوازتا رہے، آمین۔ آپ [illegible] کی فرینڈز!

عمیرہ راؤ ۔۔۔ [illegible]

پیاری پھوپو اور [illegible] کے نام

السلام علیکم! ڈیئر پھوپو [illegible] کیسی ہو؟ اور میرا پیارا بھائی بلال یعنی (بھانو) کیسا ہے اور شرارتی بچہ حسنین کیسا ہے اور پھوپو آپ ہم سے ناراض تھیں کہ ساری پھوپیوں کو خط یعنی (دوست کا پیغام آئے) میں مخاطب کیا ہے [illegible] آپ کے تو اس لیے اب صرف اور صرف آپ کو ہی مخاطب کررہی ہوں اب تو آپ خوش ہیں نا اور ہاں ماموں گلزار جی ہم آپ کو بھی نہیں بھولے۔ آپ کیسے ہیں ماموں جی؟ آپ اپنا پیٹ تھوڑا سا کم کردیں پلیز ورنہ آپ حد سے زیادہ موٹے لگو گے۔ اوکے اب تو ناراضگی ختم ہوگئی نا اور آخر میں پھوپو اقصیٰ کی طرف سے سب کو سلام خدا حافظ، دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

سنیوں زرگر ۔ جوڑہ

آنچل فرینڈز کے نام

سب سے پہلے طیبہ نذیر دعاؤں سے نوازنے کا بے حد شکریہ، اللہ تعالیٰ آپ پر بھی ہمیشہ اپنا خاص کرم رکھے، آمین۔ صائمہ طاہر سومرو! آپ کو مجھ سے ملاقات اچھی لگی آپ کا بھی بہت شکریہ۔ مریم شاہ آپ کا تعارف مجھے اچھا لگا کیونکہ پاکستان سے محبت ہماری ایک مشترک خاصیت ہے۔ ہمارے نوجوان اپنے ملکی حالات سے بے خبر نہیں، پورا ادراک رکھتے ہیں اور اس کے لیے فکرمند بھی ہیں۔ فریحہ شبیر! تعارف کی پسندیدگی کا شکریہ ”اور یہ جنون ہے روشنی کا“ میں نے ہی لکھی تھی، ہر محب وطن پاکستانی اپنے ملک کے لیے ایسا ہی جنون رکھتا ہے۔ فوزیہ سلطان شاید میں اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کے لیے درست الفاظ منتخب نہیں کرسکی افغانستان سے نفرت کا مطلب یہ نہیں کہ اس پاک دھرتی سے یا وہاں کے مظلوم مسلمانوں سے نفرت ہے، ان کے حکمرانوں جو ہمارے حکمرانوں کی طرح امریکہ کے پٹھو ہیں وہ آئے دن پاکستان کے خلاف زہر اگلتے ہیں یہ بات مجھے بری لگتی ہے۔ پاکستان نے 35000 سے زائد افغانیوں کو پناہ دی اور نتائج آج تک بھگت رہے ہیں۔ پتا نہیں میری وضاحت کو آپ کس حد تک سمجھیں بہرحال آپ کی دل آزاری ہوئی اس کے لیے معذرت لیکن میرا مطلب وہ نہیں تھا جو آپ نے لیا۔ نادیہ یٰسین پرستان کی سیر والی آفر بدستور برقرار ہے۔ مہنگائی کی آپ فکر نہ کریں، وسعت نظر، وسعت دل، وسعت ذہن اس مہنگائی میں بھی قائم ہے۔ پرستان چھوڑ آپ کہیں گی تو چاند کی سیر بھی کر آئیں گے (اس تک نہ پہنچے تو ستاروں اور کہکشاؤں کے درمیان لینڈ کرجائیں گے)۔ شگفتہ خان (بھلوال) آپ کے نام بھی ہم نے دوستی کا پیغام چھوڑا تھا شاید آپ کی نظر سے نہیں گزرا یا پھر [illegible] آنچل ایک راہ نما کی طرح ہے اور استاد کی طرح بھی۔ ہم سب کو یقیناً بہت کچھ سیکھنے کو مل رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے منتظمین اور قارئین پر اور وطن عزیز پر اپنا خاص الخاص کرم فرمائے، آمین۔

عظمیٰ شاہین رفیق ۔ نامعلوم

نجمہ انور بھٹی اور آنچل فرینڈز کے نام

ڈیئر نجمہ انور! 17 جون کو تمہاری سالگرہ ہے، میری طرف سے بہت بہت مبارک باد۔ اللہ آپ کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے، آمین۔ زنیرہ طاہر گیارہ جون کو تمہاری بھی برتھ ڈے ہے تو ڈیئر ہیپی برتھ ڈے اینڈ بیسٹ وشز۔ تمہارے خوب صورت لیٹر کا شکریہ، آنچل فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ میری وہ فرینڈز جنہوں نے رات کو بارہ بجے جاگ کر مجھے برتھ ڈے وش کیا ان کا اسپیشل تھینکس، اریبہ شاہ، ام کلثوم، ثوبیہ مرزا، نجمہ انور، سحر ثاقب، صبا جبین، ثناء ملک، حمیرہ نگاہ، ایمان بٹ، فریدہ

(شیخوپورہ) فصیحہ آصف پنڈ جاناں آپ سب نے میری سالگرہ کو یادرکھا آپ سب کی محبتوں کی ممنون و مشکور ہوں۔ باقی فریدہ فری غزالہ راؤ شاہ اعوان شمائل یوسف، ام مریم سمیرا طور، فریحہ شبیر، منزہ ناز (کدھر ہو تم)۔ فضہ اسلم آبرو اینڈ باقی آنچل فرینڈز اور قارئین کو میرا بہت بہت سلام اور آنچل کے لیے دعا ئیں دعا گو۔

بشریٰ باجوہ ۔۔۔ دکاڑوہ

سویٹ فرینڈز کے نام

آنچل پڑھنے والی تمام فرینڈز کو میرا پُرخلوص سلام۔ کیسی ہو آپ؟ امید کرتی ہوں خیر و عافیت سے ہوں گی۔ مائی ڈیئر لولی فرینڈ فرح طاہر میری طرف سے آپ کو جنم دن بہت بہت مبارک ہو اور ڈھیر ساری برتھ ڈے ٹو یو اور یہ پھولوں کا ٹوکرا بھی میری طرف سے وصول کیجیے جس میں آپ کو چاہت خلوص محبت وفا اور اعتبار کے پھول ملیں گے۔ سمیرا شریف طور آپ کے بارے میں پڑھا سب اچھا لگا آپ کے بارے میں جان کر آپ کا شمار میری فیورٹ رائٹرز میں ہوتا ہے۔ دعا ہے خدا آپ کو ڈھیروں کامیابیوں سے نوازے آمین۔ آخر میں تمام آنچل فرینڈز جن کی مئی میں سالگرہ ہے میری جانب سے مبارک باد اور نیک تمنائیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

صدیقہ خان ... باغ آزاد کشمیر

پریوں سی دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری پریوں؟ سمیعہ یار! لاہور جا کر بھول گئی ہو شہر چھوڑنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندہ اپنے بچپن کے دوستوں کو ہی بھول جائے پلیز رابطہ کرو میں انتظار کروں گی۔ فرزانہ! کچھ اپنے اوپر رحم کھاؤ موٹی کم کھایا کرو اپنا ڈھیر سارا خیال رکھنا اور مجھ سے ملنے ضرور آنا۔ اگست میں تم نے وعدہ کیا ہے اور یہ عابدہ ہر وقت ہی بیمار رہتی ہے کھاتی پیتی نہیں ہو اس لیے آئے دن بیمار اور سوکھ کر کانٹا بن گئی ہو۔ میری طرح رہا کرو مست مولا ایک دم فسٹ کلاس او کے اچھا اب چلتی ہوں دعاؤں میں یاد رکھنا خدا حافظ۔

ناہید اختر میو راجپوت ۔۔۔ احسان پور

پیاری سمیرا شریف طور کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ آپی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں آپ نے میرے سارے سوالوں کے جواب اتنے اچھے دیے ہیں کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ آپی آپ واقعی بہت پیاری ہیں آپ کی ساری کہانیاں اچھی ہوتی ہیں تعارف بھی بہت اچھا تھا۔ پڑھ کر اور آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا جہاں تک دعا کی بات ہے میں آپ کے لیے آپ کے کہنے سے پہلے ہی [illegible] تب سے جب آپ نے یہ چاہتیں یہ شدتیں میں [illegible] تھا در ان شاء اللہ ہمیشہ کرتی رہوں گی کیونکہ آپ میری دوستی کا ہاتھ تھامے پر رہے جو تھا [illegible] آپی آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں آمین۔

کشور غفور ۔۔۔ عبدالحکیم

اپنوں کے نام

السلام علیکم! فصیحہ آصف خان کاجل شاہ [illegible] مسکان پروین افضل شاہین سباس گل عالیہ حرا نور [illegible] شاہد سعدیہ مسرت فریدہ فری زلفی سمیرا شریف طور دلکش مریم انیلہ کنول عبدالحکیم فوزیہ سلطانہ آسیہ [illegible] سیال صائمہ طاہر سومرو نازیہ کنول نازی ایمن وفا شہر شازیہ سیال حمیرا عروش ماہ رخ سیال سرگودھا عائشہ پرویز کراچی کول رباب بانو ظلم ہما پاکیزہ سحر بشریٰ مائرہ صبا نواز بھٹی فرحت نورین سب فرینڈز کو دل کی دھڑکنوں سے میری یعنی سدرہ شاہین کی طرف سے سلام و پیار۔ کیا حال ہے آپ سب کا؟ میری دعا ہے اللہ آپ سب فرینڈز کو خوش رکھے اور آپ پھولوں کی مانند مسکراتی رہیں آمین اللہ حافظ۔

سدرہ شاہین ۔۔۔ خانیوال

16 اسٹارز کے نام

کیسی ہو میری بھولی بھالی! سویٹ سی اور خوب صورت سی دوستو! کالج میں تو روز ملتے ہیں مگر آنچل کے ذریعے گفتگو کرنے کا مزا ہی کچھ اور ہے۔ روبی جی پڑھائی تو گھر میں بھی کی جا سکتی ہے کالج میں تو کچھ ٹائم ہمیں دے دیا کرو اور اقصیٰ زیادہ آنکھیں نہ بنایا کرو۔ شازیہ بی بی تم تو اسٹینس رکھ کر ہمیں بھول ہی گئی ہو اور مریم تمہیں تو میں کیا کہوں خدا ہی پوچھے تمہیں اور

ساجدہ بیگم تم بہت بُری ہو اور آخر میں پیپرز کے لیے بیسٹ آف لک!

امبر ایمن ۔۔۔۔۔ حضرو

پیارے بھائی ظہیر احمد کے نام

جہاں رہو خوش رہو اللہ تمہیں ہر جگہ کامیابی عطا کرے اور تم اسی طرح ایمان داری اور لگن سے کام کرتے رہو اور جلدی سے واپس آؤ کیونکہ ہم تمہیں بہت مس کررہے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو آمین۔

ام حبیبہ نذیر ۔۔۔ بوسال مصور

پیاری دوست صوفیہ کے نام

السلام علیکم! آنچل ایک بہترین رسالہ ہے امید ہے اس کی تمام قاریات خیریت سے ہوں گی۔ یہ خط میں نے اپنی پیاری دوست صوفیہ کے لیے لکھا ہے میرا حلقہ احباب کچھ زیادہ وسیع نہیں ہے لیکن صوفیہ ملک ہماری محفلوں کو رونق بخشنے کے لیے کافی ہے نیک سیرت اچھے اخلاق اور سلجھی عادت ان کی شخصیت کی پہچان ہیں۔ جہاد ان کا راستہ شہادت ان کی منزل ہے۔ میری دعا ہے خدا آپ کو آپ کے مقصد میں ضرور کامیاب کرے آمین۔ صوفیہ میں چاہتی ہوں آپ ایک کہانی آنچل کے لیے بھی لکھیں کیونکہ آپ کے قلم میں جادو سا کمال ہے۔ آپ اپنی اس خداداد صلاحیت کے ذریعے کچھ آنچل کو بھی نوازیں۔ نازیہ کنول نازی آپ کا ناول "جھیل کنارہ کنکر" بہت مشہور ہوا خدا آپ کو مزید کامیابیوں سے نوازے۔ صائمہ ملک آپ بھی تو ایک بہترین شاعرہ ہیں پلیز آنچل کے لیے بھی لکھیے۔ صدف شگفتہ نوید اور پیاری اقصیٰ یقیناً آپ سب بھی خیریت سے ہوں گی۔ اللہ آپ سب کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے آمین۔ سمیرا جاوید سوہی یقیناً آپ اپنی پڑھائی میں خوب مگن ہیں میرا آپ سے رابطہ تو نہیں لیکن آج بھی آپ کو بہت مس کرتی ہوں۔ حمیرا اپنا خوب خیال رکھنا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا۔ آخر میں قاریات سے گزارش ہے کہ وہ میری پیاری آنٹی کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعا کریں۔ والسلام۔

شہربانو ... ہارون آباد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم دوستو! کیسے کیسے مزاج ہیں آپ سب کے؟ دعا ہے آپ سب خیریت سے ہوں آمین۔ پیاری آپی فریدہ جاوید فری، قیصر ناز صدیقی صائمہ احمد سومرو حوریہ فاطمہ سیدہ جیا عباس سویٹ منزہ حیدر سدرہ شاہین فریحہ شبیر صوفیہ ملک فاخرہ گل بشریٰ باجوہ فرح زینب فرح طاہر قریشی عمارہ حامد آمنہ منظور فرام فیصل آباد جاناں آنسہ شبیر عطاریہ مدیحہ نورین صدف خالد آپ کی پسندیدہ اور محبتوں کا بہت شکریہ۔ حورین فاطمہ آج سے آپ بھی ہماری دوست ہیں خوش ہو جائیے۔ سائرہ رضی دلکش مریم پیاری نبیلہ ملک فرام چونیاں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ خوش رہیے۔ پروین افضل شاہین نادیہ فاطمہ رضوی دھڑکن بلوچ کیسی ہیں آپ سب؟ فاخرہ گل ڈیئر اس بار جو تم اکیلی گئی ہو تو کوئی خبر نہیں گھر اور فون نمبر بدل لیا ہے رابطہ کرو فوراً فکر ہو رہی ہے بھئی کہاں گم ہو گئیں؟ آنچل میں دیکھ کر تسلی ہوئی ہے اب۔ نورین شفیع انعم خان کنول خان کہاں ہیں آپ دوستی کر کے بھول گئیں؟ شہناز اقبال فرام کروڑ پکا بہت شکریہ آنچل کے ساتھ آپ کا اور ہمارا ساتھ جڑا رہے گا ان شاء اللہ۔ طیبہ نذیر ام ثمامہ فصیحہ جی سمعیہ مریم نوشین اقبال نوشی وجیہہ خان سب کو دعا و سلام پیار۔ جن بہنوں کے نام لکھنے سے رہ گئے ہیں پلیز وہ بُرا نہ منائیں آپ سب ہماری دعاؤں میں شامل ہیں اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شامل رکھیے گا۔ آپ سب کی صحت سلامتی اور خوشیوں کے لیے دعا گو والسلام۔

سباس گل ۔۔۔۔۔ رحیم یار خان

فیملی فرینڈز اینڈ آنچل کے نام

السلام علیکم ڈیئر اینڈ سویٹ آنچل آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو آنچل کی سالگرہ کے موقع پر میں اپنے گھر والوں سے اپنی فیلنگز شیئر کرنا چاہتی ہوں فرسٹ آل مما جی! آئی لو یو اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین۔ آج ہم جو کچھ بھی ہیں آپ کی وجہ سے ہیں۔ بابا جانی آئی رئیلی مس یو کاش آج آپ بھی ہوتے تو شاید کسی کی جرأت نہ ہوتی ہماری طرف دیکھنے کی اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے آمین۔ مائی سویٹ ماں جی آئی لو یو میں آپ سے بہت

پیار کرتی ہوں اب یہ مت کہیے گا کہ یہ بھی شوخی ہے' ہاہاہا۔ ڈیئر سسٹر سحر (نجو) بھائی حامد اور مائی سویٹ سسٹر [illegible] میں آپ لوگوں سے بہت پیار کرتی ہوں [illegible] سویٹ پری [illegible] آپ تو میری جان ہو اگر میں آپ سب سے لڑتی ہوں تو پتا ہے کہ آپ لوگوں کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی پلیز گستاخی معاف کردیا کریں آپ جیسے بھی ہیں تو میں ہوں' اب سویٹ سی فرینڈز [illegible] آپی میم نادیہ مدیحہ سفینہ انجم معاف کرنا [illegible] طیبہ پلیز میں آپ سے آنچل کے ذریعے معافی مانگتی ہوں اور پلیز میری پہلے کے جیسی فرینڈ بن جاؤ' مجھے ایک بیسٹ فرینڈ کی بہت ضرورت ہے۔ ماریہ اصغر تم کہاں ہو یار' میں تمہیں بہت مس کرتی ہوں پلیز رابطہ کرو' پلیز اگر کوئی بھی ماریہ اصغر کو جانتا ہو تو پلیز میرا یہ پیغام اس تک پہنچادے۔ یار تم طیبہ سے جو تمہاری کزن ہے گاؤں میں اس سے میرا کانٹیکٹ لے لینا' پلیز رابطہ ضرور کرنا۔ نیناں' شاہ زندگی' سہاس گل' ام مریم' تہذیب راؤ تہذیب' ام ثمامہ' جیا عباس یار وانیڈ تانی آ کسفورڈ آپ سب بہت گریٹ ہو یار اینڈ مجھ سے کوئی دوستی کرنا چاہتا ہے تو موسٹ ویلکم لیکن دوستی پکی والی کرنا ہوگی صرف چار دن کے لیے نہیں۔ آپ بھی کہہ رہی ہوں گی کہ نہ جان نہ پہچان میں تیری مہمان والی بات' جناب جان پہچان بھی بہت جلد کروا دیں گے بس آپ لوگ ٹائم اور آنچل موقع دے تو ان شاء اللہ اب آتے رہیں گے' ہمیشہ خوش رہیں اور سب کو خوش رکھیں' اللہ نگہبان۔

نگینہ بحر ۔ چیچہ وطنی

سویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل رائٹرز' اسٹاف اینڈ ریڈرز کیسے ہیں آپ سب لوگ؟ میں بھی الحمدللہ ٹھیک ہوں۔ فرسٹ آف آل ڈیئرسٹ عطروبہ سکندر 17 جون کو آپ کی برتھ ڈے ہے سو میری طرف سے آپ کو اپنا جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ یار تم ہی وہ ہستی ہو جس کی وجہ سے آج مجھے آنچل کی اتنی پیاری پیاری لڑکیاں دوستوں کی صورت میں ملیں اور مزے کی بات تو دیکھو کہ جس کی وجہ سے سب سے دوستی ہوئی ہے آج وہ ہی مجھے بھولی بیٹھی ہے۔ یار ایسا بھی کیا ہوگیا ہے تمہیں کیوں اتنی انجان بن گئی ہو۔ میں تو آج بھی وہی پہلے والی [illegible] ہی ہوں اگر تم سمجھو تو' ورتمہاری واپسی کی منتظر [illegible] بہت شکریہ' [illegible] آپ کو اپنے بھائی اور [illegible] بہت [illegible] مبارک ہو' وہاں بھی [illegible] ہے اور [illegible] عابر کرن وفا' ارم گل مہ [illegible] سدرہ [illegible] سدرہ سحر عمران' سارہ کرن' ثمرین [illegible] نوشین اقبال' چندا مثال' ہادیہ ظفر' نادیہ [illegible] دوستوں سے [illegible] رائٹرز [illegible] نیک کام میں شریک ہونا چاہیے' موسٹ ویلکم' اور [illegible] شاہین اور شمع مسکان آپ دونوں کا بھی [illegible] مجھے یاد رکھنے کا اب آپ سب سے [illegible] برتھ ڈے وش کرتا اور مائے سویٹ [illegible] آپ کا بھی بہت بہت شکریہ کہ آپ کو بھی یاد رہا مجھے برتھ ڈے وش کرنا۔ آپ کی اپنی۔

امبر گل ۔ ٹھٹھہ' سندھ

آنچل فیملی کے نام

تمام شکر اس مالکِ بحر و بر کا جس نے مجھ ناچیز کو اس قابل بنایا کہ آج وہ آپ کی ساتھی ہے اور کروڑوں درود اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اور پھر اتنا شکریہ قیصر آرا آنٹی کا جنہوں نے میرا افسانہ سلیکٹ کیا آپ کو معلوم ہے یہ افسانہ پچھلے سال اپریل میں بھیجا تھا میں نے اور اب تو مایوسی ہی ہونے لگی تھی مگر آنچل نے ثابت کردیا کہ یہ کبھی لگن کو ضائع نہیں کرتا اور اب بات ہوجائے آنچل فرینڈز کی تو عظمیٰ شاہین بٹ' سیدہ جیا (میں نے بہت پیغام بھیجے آپ کے نام پر جگہ نہ ملی) دلکش مریم' فریحہ شبیر (آپ کی ہم نام میری اسٹوڈنٹ بھی ہے) نورین شفیع' مہرین آصف بٹ' صدیقہ' انیقہ ملک' نادیہ یسین' یاسمین کنول آپ سب کی حوصلہ افزائیوں کا بہت شکریہ اور شمع مسکان آپ کی تو کیا ہی بات ہے کہ آپ ہمیں آنچل کی برتھ ڈے پر آنچل والا لے گئیں۔ آئی ایم ویری تھینک فل ٹو یو۔ امید ہے اب ہمارا ساتھ کبھی نہیں چھوٹے گا' آپ سب سے التجا ہے شہر قائد میں امن و امان کے لیے دعا کریں۔

ملائکہ گل' مہر گل ۔۔۔اورنگی ٹاؤن' کراچی

پیاری آپی جیا' بسمہ اور ربیعہ کے نام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف و قارئین کو میرا پُرخلوص سلام اور خلوص دل سے ڈھیروں ڈھیر دعائیں۔ اللہ [illegible] آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں خوش و خرم [illegible] عافیت رکھے آمین۔ میری [illegible] سویٹ آپی جیا اور جانی اسوری آپ کی۔ سالگرہ بھی 7 اپریل کو [illegible] تو آپی جانی کی شادی کی سالگرہ بھی آنی ہے 18 جون کو شادی کی سالگرہ ہے 24 جون کو [illegible] شوہر اور بھائی مرحوم کی برسی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صبر عطا کریں اور آپ کو ہر امتحان میں [illegible] آمین۔ آپی شکریہ کہ آپ نے مجھے اپنی دوستی کا شرف بخشا' شکریہ آپی جانی' پیاری بسمہ کاشف 2 جون اور ربیعہ جانی جی 11 جون کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ آنچل کو اللہ تعالیٰ ترقی عطا کرے آمین۔ خدا حافظ۔

فائقہ سکندر حیات ۔ کنجاہ' گجرات

کچھ اپنوں اور کچھ آنچل والوں کے نام

تمام قارئین کرام کو السلام علیکم! امید ہے سب اچھے ہوں گے' سب سے پہلے میرے پیارے راج دلارے منے چنے بھیا وسیم ریاض کو منی منی پپی برتھ ڈے ٹو یو' دیکھا وسیم مجھے اچھے سے یاد تھا کہ تمہاری برتھ ڈے 4 جون کو ہوتی ہے اب جلدی سے کیک کھلاؤ۔ اس کے بعد میری بہت اچھی فرینڈ عائشہ احسن کو (جس کی برتھ ڈے 18 جون کو ہوتی ہے) جنم دن مبارک ہو' ہائے عائش میرا سرپرائز کیسا لگا' اب چلتے ہیں آنچل فرینڈز کی جانب نادیہ یسین' آئی ایم ریئلی پراؤڈ آف یو۔ بیسٹ آف لک رب کرے تم جلد حافظہ بن جاؤ اینڈ رومان ملک' انا احسن رشک حبیبہ اور تانی چوہدری (UK) آپ لوگ کہاں ہو آج کل' آنچل کے صفحات پر نظر ہی نہیں آتے۔ جلدی حاضری دو' اس کے علاوہ میری اکیڈمی کی فرینڈز اقراء امیر' حمیرا امیر' حمیرا انوار' اسماء آپی (مہوش)' مدثرہ (یعنی مدو آپی) اور اسماء ریاض کو ڈھیر سارا سلام۔ اسماء ریاض پلیز اب تو مان جاؤ اور ساجدہ و شگفتہ کے لیے نیک تمنائیں' ہماری ٹیچر صباء اور ان کی کزن تنزیلہ کو سلام۔ چلو کوئی گل نہیں۔ تنزیلہ جی آپ نے ہمیں عمیرہ احمد کا ناول (پیر کامل) نہیں دیا۔ خیر ہم آپ سے ناراض نہیں ہیں بقول آپ کے کہ اب وہ آپ کے پاس نہیں ہے اور اکیڈمی کے تمام ٹیچرز کو سلام' اس کے علاوہ [illegible] شمشاد' فریدہ فری اور ام مریم آپ تینوں اپنی کتابیں مجھے پڑھنے کے لیے دیجیے گا' اینڈ [illegible] کل [illegible] ثریا' سامیہ چوہدری' شاہ زندگی' شمع مسکان' چندا مثال' دلکش مریم' عائشہ پرویز' صائمہ جاء' حمیرا نوشین' سونی علی اور جن کے نام رہ گئے سب لوگوں کو ڈھیروں ڈھیر سلام اور پیار۔ ارے ارے ناراض کیوں ہو رہی ہو تمہارا نام بھی لے رہی ہوں میری بچپن کی فرینڈ جو ٹفتھ کلاس سے میرے ساتھ ساتھ ہے اور میری سب سے اچھی دوست ہے اور اس پیاری لڑکی کا نام ہے آمنہ ظفر آئی مس یو' ایک بیسٹ آف لک تمہارا اور میرا 6 جون کو پیپر ہے ناں تم ٹینشن نہ لو جتنے لوگ ہمیں پڑھیں گے سب دعا کریں گے۔ کرو گے نا سب دعا؟ اینڈ سمیعہ اسرار کو سلام اور سب کو بیسٹ آف لک جن جن کے فرسٹ ائیر کے پیپر ہیں۔ صائمہ رحمٰن رضیہ (سونی)' شازیہ' نازیہ اور مائرہ کامران کو سلام' اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو' اللہ حافظ۔

ثوبیہ کوثر ۔ ملتان

بیسٹ فرینڈ انجم شہزادی اور نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم کیسی ہیں نازیہ آپی! آپی آپ مجھے بہت بہت اچھی لگتی ہیں۔ آئی لو یو آپی! پلیز مجھ سے دوستی کرلیں میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں آپ کی ہر بات ہمارے دلوں پر نقش ہو جاتی ہے پلیز مجھے جواب ضرور دینا۔ انجم تمہیں تمہاری کامیابی پر ڈھیر ساری مبارک آئی لو یو۔ میری وجہ سے اگر کبھی بھی تمہارا دل دکھا ہو تو مجھے معاف کردینا' میں تمہیں ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتی ہوں پلیز خوش رہا کرو۔ میں تمہاری آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں دیکھ سکتی' اللہ تعالیٰ تمہاری ہر خواہش پوری کرے۔ نازی آپی میں آپ کی بہت دیوانی ہوں پلیز مجھے جواب ضرور دینا اور انجم سرپرائز کیسا لگا ضرور بتانا۔

اسماء ورعباسی' مریم عباسی۔۔۔۔ دھیر کوٹ آزاد کشمیر

فرینڈز اور اپنوں کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل فرینڈز کیسے ہو آپ؟ مجھے سب کو سالگرہ وش کرنا بہت اچھا لگتا ہے اگر آنچل کے ذریعے وش کردیا جائے تو رونق ہی دوبالا ہو جاتی ہے۔

13 جون پیارے بھانجے عبداللہ کی سالگرہ ہے' بہت بہت مبارک ہو جنم دن کی۔ 17 جون زینب بتول ولد محمد عثمان' ہاہا۔ زیادہ خوش مت ہو عثمان بھائی جی! آپ کی بیٹی کو ہی وش کر رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ لمبی زندگی دے اور نصیب اچھا کرے' آمین۔ بھابی مزا آیا نا میں نے زینب کو کتنے الگ طریقے سے وش کیا ہے۔ جانیں بھابی حبیبہ! آپ بھی کیا یاد کریں گی کہ کس پیاری نند سے پالا پڑا ہے اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو خوش و خوش رکھے۔ جی مجھے یاد ہے تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں' میرے پیارے بھائی عبدالخالق آپ کی سالگرہ بھی 17 جون کو ہے تو جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ مائی سویٹ اینڈ لٹل سسٹر فاطمہ مجھے اچھی طرح یاد ہے پیاری بہنا آپ 19 جون کو ہمارے پیارے سے گھر میں خدا کا تحفہ بن کے آئیں اور ہمارے دلوں میں بس گئیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لمبی صحت والی زندگی عطا کرے۔ ابھی دو بھانجے رہتے ہیں تو سرمد محمود 23 جون کو آپ کی اور ارحم عمران 25 جون کو آپ کی سالگرہ ہے آپ دونوں کو خالہ کی طرف سے سالگرہ کی ڈھیروں خوشیاں مبارک ہوں۔ تمام کزنز اور بہنوں' آپا کرن' ہاجرہ' مصباح باجی' نازیہ باجی' عائشہ آپی' کلثوم آپی' آپی سمیرا' سعدیہ' ندا' زارا' فائزہ' رابعہ' سمیعہ' آمنہ' رقیہ' عارفہ' بھابی ثمرین' بھابی حبیبہ اور آسیہ کو بہت سا پیار اور سلام' آپ سب کی اپنی۔

مریم عبدالرحمٰن... سیالکوٹ

ان سب اپنوں کے نام جن سے لفظوں' محبتوں اور دعاؤں کا رشتہ ہے

سب سے پہلے ان قارئین بہنوں کے نام بہت خلوص کے ساتھ شکریہ جنہوں نے میرے درد کو اپنا سمجھا اور مجھے بہت سی دعاؤں سے نوازا جنہوں نے بھائی جان کو ایان' ارسلان کو دعاؤں میں یاد رکھا کیونکہ دعا کو کوئی نعم البدل نہیں ہوتا مجھے ابھی بھی آپ کی دعاؤں کی اشد ضرورت ہے کہ بچھڑے آن ملنے کے روٹھے مان جائے کہ ڈیڑھ سال سے انتظار کی جس سولی پر ہم ٹنگے ہیں وہ اذیت ختم نہ سہی کچھ کم ہو جائے ان لوگوں سے دوری سوہان روح ہوتی ہے جن سے آپ کا سانس کی آخری ڈور تک کا رشتہ ہوتا ہے کسی بہت اپنے کے دل میں خود کے لیے بدگمانی کا دکھ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے مگر مجھے اپنے رب پر اور اپنے چاہنے والوں کی دعاؤں پر کامل یقین ہے کہ تاریکی' بدگمانی [illegible] کے بادل چھٹ جائیں گے اور رشتوں اور [illegible] کا نیا سویرا جلد روشن ہوگا آخر میں ایک پیاری سی دعا ہر اس شخص کے لیے جس نے مجھے محبتوں میں چاہتوں میں دعاؤں میں یاد رکھا۔ ''اے خدا میں اس کو درپیش سارے مسائل کے متعلق نہیں جانتی مگر تجھے ان تکالیف کا علم ہے' میں نے صرف اس کی خاموشی کو سنا ہے مگر تو اس کے گریہ سے بھی آگاہ ہے میں نے ہمیشہ اسے ہنستے ہوئے دیکھا ہے مگر تجھے علم ہے کہ اس نے کیا کچھ سہہ چکا ہے میں نے اسے ہنستا دیکھا تھا مگر تو نے اس کے آنسو بھی دیکھے ہیں' میں نے اس کا صاف چہرہ دیکھا ہے مگر تو اس کی روح پر لگے داغوں سے بھی واقف ہے مجھے اس کے ایمان کا علم ہے مگر تو اس کے شکوک کو بھی جانتا ہے میں اس کے لیے تیری بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ تو اسے وہ سب کچھ دے جس کی اسے ضرورت ہے اور جو اس کے لیے بہتر ہے' آمین۔

ام ثمامہ... جھڈو' سندھ

دوستوں کے نام

میرا نام نگہت ظفر ہے مجھے اپنی دوستوں کی تلاش ہے اگر وہ یہ تحریر پڑھیں تو مجھے جواب ضرور دیں' میں میرپور خاص ہائی اسکول میں تھی جب ہماری دوستی تھی مگر اب نجانے کہاں ہیں پھر ہم حیدرآباد آگئے۔ رضیہ عابدی' طلعت صدیقی تو اسکول کے بالکل پیچھے ان کا گھر تھا۔ خورشید جان محمد' نسیم اختر' رضیہ میری بہت پیاری دوست ہے' مجھے تم اور طلعت بہت یاد آتی ہو۔ مجھ سے ضرور رابطہ کرو میں ملنا چاہتی ہوں تم سب سے۔ میں آج کل نیویارک میں رہتی ہوں لیکن پاکستان آتی رہتی ہوں اگر مجھے میری دوست مل جائیں تو میں ضرور ملاقات کروں گی' ان شاء اللہ۔

نگہت ظفر... نیویارک

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی اس کے مذہب یا اس کی سیرت پر) پس انسان کو دوست بناتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔''

(احمد و ترمذی)

دو ہاتھ

میلے کچیلے لباس میں ملبوس
اپنے کام سے لگن اور خلوص
تپتی دوپہر دھوپ میں پسینے میں شرابور
محنت و مشقت کے قلعوں میں محصور
ویسے تو ہمت و حوصلہ ہے جواں
کسی دن جو ملنے کی طاقت نہ پائے جان
مزدوری پر اس دن نہ جا پائے
اپنی اس حالت پر بار بار پچھتائے
بچوں کو بھوکے پیٹ سلانا تھا مشکل
گھر میں آٹا ختم تھا بالکل
دن کو بخار میں جلتا رہا
رات کو انگاروں پر لوٹتا رہا
رات گزاری سحر کے انتظار میں
ذہن بھٹکتا رہا بچوں کے خیال میں
اللہ اللہ کر کے رات ہوئی ختم
ٹوٹے ہوئے بدن پر مزید کر کے ستم
اوزار لیے اپنی راہ چل دیا
ارمانوں خواہشوں کو اپنے مسل دیا
پھر ماہ و سال گزرتے رہے
مشقت میں دو ہاتھ چلتے رہے
دن رات خود کو جلاتے رہے
اپنے بچوں کا پیٹ پالتے رہے
بڑی بڑی عمارتوں میں رہنے والے
ابا کو ڈیڈی کہنے والے
پالتو کتوں کو اپنی گود میں کھلائیں
محنت کشوں کو جو تے کی نوک پر بٹھائیں
جس بلڈنگ کے حسن پر وہ ناز کرتے ہیں
اس کے معمار کو معمولی کیڑا خیال کرتے ہیں
کبھی سوچا ہے کہ کائنات میں حسن
کرتے ہیں تیرے لیے وہ کچھ بھی
عظیم خیال ہو تو نہیں خود سے بڑھ کر
عزت دے انہیں کسی وزیر سے بڑھ کر
جن آسائشوں کے مزے لوٹتا ہے صبح و شام
ان کے پیچھے ہے صرف دو ہاتھوں کا کام
ان دو ہاتھوں کا کمال تو دیکھو
ان کے فن کا حسن و جمال تو دیکھو
ہوگا پھر تجھ کو ان کی اہمیت کا احساس
وہ عام مزدور پھر تجھے لگیں گے خاص
اے خدا ان ہاتھوں کو سلامت رکھنا
انہیں عزت و عظمت کی علامت رکھنا

عاصمہ بشیر عباسی... ایبٹ آباد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی پھل کھائے تو لگانے والے کو صدقے کا ثواب ملے گا اور جو چوری ہو جائے گا اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور جو پرندے کھا جائیں تو اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور پھل کو کوئی کم نہ کرے گا مگر صدقہ کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔'' (صحیح مسلم)

امبر گل جھڈو' سندھ

استاد کی عزت و عظمت

اشفاق احمد لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اٹلی میں مجھے ٹریفک چالان ہوا' معروفیات کی وجہ سے چالان ادا نہ کر پایا۔ ایک ہفتہ بعد مجھے کورٹ بلایا گیا اور مجھ سے سوال کیا کہ تم نے ایک ہفتے کے اندر چالان ادا کیوں نہ کیا تو میں نے جواب دیا کہ صاحب استاد ہوں' آج کل اسکول میں پرچے ہو رہے ہیں' ابھی میں آگے بول ہی رہا تھا کہ جج صاحب اٹھ کر بولے (Teacher is in the Court) یہ کہنا تھا کہ

کورٹ میں موجود تمام فرد نے کھڑے ہو کر مجھ سے معافی مانگی سمیت جج صاحب کے اور پولیس افسر جس نے چالان کاٹ دیا تھا۔ جج صاحب نے حکم دیا کہ اگر آئندہ کوئی استاد کورٹ میں نظر آیا تو پولیس والوں پر باقاعدہ کیس چلایا جائے گا اور جج صاحب مجھے میری گاڑی تک چھوڑنے آئے اور بہت معافی مانگی بس پھر میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ ہم سے کیوں اتنا آگے نکل چکے ہیں۔

تم ہی زندگی ہو

تو اس طرح سے میری زندگی میں شامل ہے جہاں بھی جاؤں یہ لگتا ہے تیری محفل ہے۔ میں تم بن جینا چاہوں تو نہیں جی سکتی۔ یہ میری مجبوری نہیں میرا عشق سمجھو کہ جب تک تمہیں نہ دیکھ لوں میری صبح نہیں ہوتی۔ شام کے ڈھلتے سورج کے وقت تمہارا ساتھ اور بھی حسین لگتا ہے۔ سچ پوچھو تو تم میری روح ہو، میں اس قدر تمہیں چاہوں گی کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ڈاکٹرز تمہیں مجھ سے دور کرنا چاہتے ہیں آخر وہ یہ کیوں نہیں سمجھ پاتے، تم میری راحت ہو تمہارے بغیر میں ادھوری ہوں، کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ اگر تم نہ ہوتیں تو میری زندگی بے کیف ہوتی، جیسے بغیر خوشبو کے پھول، جیسے وہ بادل جو بارش برسائے بنا اڑ جائیں۔ جیسے پُرسکون سمندر، جیسے سانسوں کے بنا زندگی، میں تمہیں محسوس کرنا چاہتی ہوں اے میری چائے کے کپ! تم سے مجھے کس قدر سکون ملتا ہے۔

عظمیٰ کنڈی ... گل امام

بات سے بات

کسی بھی انسان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے ساتھ نہیں چاہتے۔

پریشانی حالت سے نہیں خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔

جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے اللہ جو کرتا ہے صحیح کرتا ہے۔

ہم جن کو رخصت کرتے ہیں وہی تو ہمارا استقبال کریں گے۔

اگر غلطی سے کوئی غلط فیصلہ ہو بھی جائے تو اس کی ذمہ داری سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

سمیرا مشتاق ملک ... اسلام آباد

خوب صورت باتیں

سکون یا اطمینان محنت کا نتیجہ نہیں یہ نصیب کی عطا ہے۔

خوب صورت ہونا اہم نہیں اہم ہونا خوب صورتی ہے۔

خوب صورت انسان سے محبت نہیں ہوتی بلکہ جس سے محبت ہو جائے وہ خوب صورت لگنے لگتا ہے۔

ہم کسی کو اپنی مرضی سے چاہ تو سکتے ہیں لیکن [illegible] وہ بھی ہمیں چاہے۔

رضوانہ ملک ... جلالپور پیروالہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اقوال

زمانے کی گردش عجیب ہے اور حالات سے غفلت عجیب تر۔

☆ بروں کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور نیکوں کی صحبت تنہائی سے بہتر ہے۔

☆ قلب پر اکثر آفتیں آنکھ کے راستے آتی ہیں۔

☆ عقل مندی کی پہچان کم گوئی ہے۔

☆ زبان کو گلے شکوے سے بچاؤ دل کی طمانیت حاصل ہوگی۔

صنم شاہ عرف سنی ... دربار حضرت پیر عبدالرحمن

یادگار لمحے

زندگی میں لمحے تو بہت سے ایسے آتے ہیں جو یادگار ہوتے ہیں مگر سالوں بعد پرانی ڈائری میں سوکھے پتے دیکھ کر جو محسوس ہوتا ہے وہ احساس اس واقعہ کی یاد تازہ کردیتا ہے جب وہ پھول کسی بہت پیاری ہستی نے دیا ہوتا ہے۔ جب ہماری ذات سے کسی کو خوشی ملے تو وہ لمحہ یادگار بن جاتا ہے اور جب کسی بچے کو روتے روتے ہنسا دیا جائے تو گویا وہ لمحہ نقش بن کر دماغ میں رہ جاتا ہے اور کچھ لوگ تو اتنے پیارے ہوتے ہیں کہ ان کی باتیں ان کی خوشیاں، دکھ سب یادگار لمحے لگتے ہیں۔ ان سب لوگوں کے نام پیا کا محبت بھرا سلام۔

ثوبیہ نور زیبا ... [illegible] معصوم

اللہ دیکھ رہا ہے

ایک بادشاہ کے تین بیٹے تھے بادشاہ بوڑھا تھا اور فکر میں تھا کہ یہ حکومت کس کے حوالے کرے ایک دن وزیر کو بلایا اور اپنی پریشانی بیان کی۔ وزیر نے کچھ دیر سوچا اور پھر بادشاہ کے کان میں کچھ کہہ کر چلا گیا۔ دوسرے دن بادشاہ نے اپنے تینوں ہونہار لڑکوں کو ایک ایک ناریل دیا اور کہا کہ اسے ایسی جگہ جا کر توڑیں جہاں انہیں کوئی نہ دیکھ سکے۔ تینوں لڑکے ناریل لے کر چل پڑے کچھ دیر بعد بڑا شہزادہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا اور کہا "ابا جان میں نے ناریل اپنے کمرے میں لے

جا کر مسہری کے نیچے بیٹھ کر توڑا۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔" کچھ دیر بعد منجھلا لڑکا دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ "میں نے ناریل اپنے کمرے میں الماری کے پیچھے جا کر توڑا مجھے وہاں کسی نے نہیں دیکھا۔" بادشاہ نے اس سے ناریل لے لیا سب سے چھوٹا شہزادہ آیا اس کے ہاتھ میں ثابت ناریل تھا یہ سب حیران ہوئے۔ بادشاہ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ "جب میں نے سب جگہیں دیکھیں تو ہر جگہ خدا موجود تھا اس کی وجہ سے میں ناریل نہ توڑ سکا۔" بادشاہ یہ سن کر خوش ہوا اور بہت خوشی سے اسے اپنا جانشین مقرر کرلیا۔

فضہ یونس ... فیصل آباد

زرداری کا زر

اس عوامی دور میں ان رہنما خاتون کو
ایک بلکی نے مجھے بھاری [illegible] دے دیجیے
اصطبل دار کی تانیث داری ہے اگر
مجھ کو زرداری کا زر داری انہیں دے دیجیے

فاطمہ سحر ... قصور

نیکی کر کے کل او آج سدھاریں

زندگی گزر رہی ہے ایک دن ختم بھی ہو جائے گی۔ کسی دن زندگی کے تمام وہ کام یاد کریں جن میں آپ کو لگے کہ آپ نے نیکی کی ہو اگر نیکیاں بہت زیادہ ہوں تو کوشش کریں کہ آگے بھی اس سلسلے کو جاری رکھ کر آخرت سنواریں اور اگر گناہ آپ کی نظر میں زیادہ ہوں تو فکر کریں اعمال نیک کر کے بچی ہوئی زندگی کو ضائع ہونے سے بچالیں۔ ہوسکتا ہے آپ کا آج کا نیکی کا کام آپ کے گزرے کل کے تمام گناہوں کی سیاہی کو دھو ڈالے اور آپ روز قیامت ندامت سے سر جھکا کر کھڑے ہونے سے بچ جائیں۔ زندگی میں ہر فضول کام کے لیے جس طرح ہم وقت نکال لیتے ہیں اس طرح اگر پختہ ارادہ کرلیں تو نیکیاں بھی کر سکتے ہیں۔ سوچیے مت زندگی کے آنے والے لمحوں کو صحیح طریقے سے استعمال کیجیے۔

شازیہ فاروق احمد ... خان بیلہ

پیار

خدا کو تمہارے سجدوں سے کوئی سروکار نہیں، اسے فقط تمہارے دلوں کی سچائی اور پاکیزگی سے پیار ہے۔ مصیبت میں مایوس نہیں ہونا چاہیے اور خوشی میں پھولنا نہیں چاہیے کیونکہ ہر شے متغیر ہونے والی ہے۔ قائم صرف خدا کی ذات ہے۔

شمسہ ارشاد سدوزئی ... [illegible] بالا آزاد کشمیر

مسکرائیے

☆ پہلی سہیلی دوسری سے بولی "ابا نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ اگر تم پھر اس امتحان میں فیل ہو گئیں تو میں تمہاری شادی کردوں گا۔"

دوسری سہیلی نے پوچھا "پھر تم کیسی تیاری کر رہی ہو؟"

پہلی سہیلی نے جواب دیا "بس ٹھیک ہے صرف ولیمے کا سوٹ خریدنا باقی ہے۔"

☆ ٹیچر نے اپنے شاگردوں سے پوچھا۔ "یہ بتاؤ کہ پھوپھی کو انگلش میں کیا کہتے ہیں۔"

شاگرد۔ "جناب آنٹ کہیں گے۔"

ٹیچر۔ "شاباش، اچھا تو چھوٹی کو کیا کہیں گے؟"

شاگرد۔ "جناب اسے آنٹی کہیں گے۔"

پروین افضل شاہین ... بہاولنگر

دوست اور دوستی

دوستی ہر غرض سے پاک ہوتی ہے اگر اس میں غرض شامل کرلی جائے تو وہ دوستی نہیں رہتی۔

دوستی پیار و محبت کا نام ہے دوست تحفہ ہے جو ہمیں زندگی نے عطا کیا ہے۔ دوست ہیرا ہے اور اس کو تراشنا جوہری کا کام ہے۔

دوستی پھول کی خوشبو کی طرح ہے جس طرح بارش کا ایک قطرہ صحرا میں جان ڈال دیتا ہے اس طرح اچھا دوست مشکل وقت میں کام آتا ہے۔

دوست پھول کی طرح ہوتا ہے جسے اگر توجہ نہ ملے تو وہ مرجھا جاتا ہے، جس طرح باغ میں گلاب کا پھول سب پھولوں میں نمایاں ہوتا ہے اس طرح اچھا دوست سب دوستوں میں نمایاں نظر آتا ہے۔

طاہرہ ملک ... جلالپور پیروالہ

عقل اور خواہش

امام غزالیؒ نے فرمایا "جانوروں میں خواہش ہوتی ہے اور عقل نہیں۔ فرشتوں میں عقل ہوتی ہے اور خواہش نہیں۔ انسان میں عقل اور خواہش دونوں ہوتی ہیں اگر عقل خواہش پر غالب آجائے تو انسان فرشتہ اور اگر خواہش عقل پر غالب آجائے تو انسان جانور۔"

صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر

رشتہ

یہ آپ کو پتہ ہے کہ دو آنکھوں کے درمیان کیا رشتہ ہے جب دیکھتی ہیں تو ایک ساتھ مسکراتی ہیں تو ایک ساتھ روتی ہیں تو ایک ساتھ بند ہوتی ہیں تو ایک ساتھ جب کہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہیں محبت ہو تو ایسی ہو۔

مدیحہ نورین...... برنالی

اچھی باتیں

شک محبت کی قینچی ہے بعض اوقات شک اور بدگمانی دیمک کی طرح رشتوں کو کھا جاتی ہے، اگر رشتوں کے بیچ میں شک اور بدگمانی آجائے تو پھر فاصلے سمیٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔

رشتوں کی مضبوطی ایک دوسرے کی برائیوں کو برداشت کرنے میں ہے بے عیب رشتے تلاش کرو گے تو دنیا میں اکیلے رہ جاؤ گے۔

شیشے اور رشتے میں صرف ایک ہی فرق ہوتا ہے ویسے تو دونوں نازک ہوتے ہیں مگر شیشہ غلطی سے اور رشتہ غلط فہمی سے ٹوٹتا ہے۔

آنسو اور مسکراہٹ دو اصول بتاتے ہیں پہلے کو اپنے تک محدود رکھو دوسرے کو لوگوں پر نچھاور کر دو۔

حافظہ اقرا الیاس...... لاہور کینٹ

معاف کرنا سیکھیے

غلطی کو تسلیم کر کے معافی مانگ لینا ہمیشہ اعلیٰ ظرف لوگوں کا کام ہے مگر وہ اور بھی عظیم لوگ ہوتے ہیں جو معاف کر دینے کے فن سے بخوبی آشنا ہوتے ہیں۔ معاف کرنے کی روش اپنائیے تاکہ آپ بھی معاف کیے جائیں دلوں کو کشادہ رکھیے آپ کا انتقام ظالم کو مجرم اور آپ کی معافی سرکش کو بھی راہ راست پر لا سکتی ہے۔ آزما کر دیکھیں کہ جب آپ دسترس رکھتے ہوئے معاف کرتے ہیں تو کتنے ہلکے پھلکے اور مطمئن ہو جاتے ہیں سوچیے گا ضرور۔

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

لفظ موتی ہے

♥ آگ لکڑی میں نہیں اس ہاتھ میں ہوتی ہے جو اسے لگاتا ہے۔

♥ پانی میں اترتے وقت یہ مت دیکھیے کہ پانی کتنا گہرا ہے یہ دیکھیے کہ آپ کا قد کتنا ہے۔

♥ انسان کی صحت دسترخوان پر بنتی ہے اور دسترخوان پر ہی بگڑتی ہے۔

♥ جو شخص اپنے خلوص کی قسمیں کھائے اس پر کبھی اعتبار نہ کرو۔

♥ بدبخت ہے وہ شخص جو خود مر جائے لیکن اس کا گناہ نہ مرے۔

♥ جو بات کان میں بتائی جائے وہ اکثر سو میل کے فاصلے سے سنی جاتی ہے۔

♥ بہت زیادہ وجہ تسمیہ کو پوچھ دیتا ہے۔

♥ دروازے ہمیشہ کھلا رکھو کیونکہ بعض لوگ دستک کے قائل نہیں ہوتے۔

نائمہ اشفاق...... کوٹ غلام محمد

اقوال

❖ جس میں عجز و انکساری اور دلی گریہ و زاری نہیں وہ رحمت خداوندی سے دور ہے۔

❖ نفس کی خرابیاں دور کرنے کا واحد ذریعہ توکل الٰہی ہے۔

❖ جس نے رحمان پر توکل و یقین کو کامل کر لیا وہ شیطان کی شیطانیت سے محفوظ و مامون ہو گیا۔

❖ غم حسین منانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آخرت کے کام آج ہی کرو اور دنیا کے کام کل پر چھوڑ دو۔

❖ قرب الٰہی کے لیے لازم ہے کہ خوش خلقی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا جائے۔

❖ انسانیت یہ ہے کہ بندہ غصے سے کبھی مغلوب نہ ہو۔

جویریہ ضیاء...... کراچی

حکمت کی باتیں

❖ نظر اس وقت تک پاک رہتی ہے جب تک جھکی رہے۔

❖ جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ نہ ہو اس کی محبت سے کیا فائدہ۔

❖ عالم سے ایک گھنٹے کی ملاقات دس برس کے مطالعے سے بہتر ہے۔

❖ زیادہ باتیں وہ کرتے ہیں جن کے پاس سوچنے کو کچھ نہیں ہوتا۔

❖ گفتگو اگر چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے۔

❖ اپنا ہر کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے سے بندہ آفات سے نجات پا جاتا ہے۔

❖ اس سے زیادہ گناہ گار کون ہوگا جس کے علم نے اسے گناہوں اور فحاشیوں سے نہ روکا۔

❖ بے عمل شخص پارس پتھر کی طرح ہے جو دوسروں کو تو سونا بناتا ہے اور خود پتھر رہتا ہے۔

عائشہ کرن صدیقی...... کوٹ چھٹہ

اونٹنی کا بچہ

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی آئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سفر کے لیے اونٹ عنایت فرمایا جائے کیونکہ میں دوسرے شہر جا رہا ہوں میرے پاس سواری کے لیے جانور نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اس شخص کو اونٹنی کا بچہ دے دیا جائے۔“ وہ صحابی پریشان ہو کر بولے کہ ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کا بچہ سفر کے لیے میرا اور میرے سامان کا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے۔“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مجھے تم یہ بتاؤ کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہے جو کہ اونٹنی کا بچہ نہیں ہے۔“

سمیرا انور...... جھنگ

غزل

کسی کی آنکھ سے سپنے چرا کر کچھ نہیں ملتا
منڈیروں سے چراغوں کو بجھا کر کچھ نہیں ملتا
ہماری سوچ کی پرواز کو روکے نہیں کوئی
نئے افلاک پر پہرے بٹھا کر کچھ نہیں ملتا
سکون ان کو کبھی ملتا نہیں پردیس جا کر بھی
جنہیں اپنے وطن سے دل لگا کر کچھ نہیں ملتا
عمل کی سوکھتی رگ میں ذرا سا خون شامل کر
میرے ہم دم فقط باتیں بنا کر کچھ نہیں ملتا
جگر ہو جائے گا چھلنی یہ آنکھیں خون روئیں گی
وسی بے فیض لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا

نرجس یاسمین...... کراچی

انسان کی حقیقت

❖ انسان اپنی مرضی کے خلاف دنیا میں آتا ہے اور اپنی خواہش کے خلاف دنیا سے چلا جاتا ہے۔

❖ بچپن میں فرشتہ، جوانی میں شیطان، بڑھاپے میں بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔

❖ جو غریب ہے تو فضول ہے۔

❖ امیر ہے تو مغرور ہے۔

❖ خیرات کرتا ہے تو شہرت کا بھوکا

❖ نہیں کرتا تو کنجوس کہلاتا ہے

❖ مذہب پرست ہے تو مکار کہلاتا ہے

❖ مذہب سے دور ہے تو گناہ گار ہے

❖ دنیا میں آتا ہے تو ہر کوئی اسے چومنا چاہتا ہے

❖ دنیا سے جانے کے بعد ہر کوئی اس سے جان چھڑانا چاہتا ہے

❖ آخر اس انسان کی حقیقت ہے کیا؟

سوچیے گا ضرور!

اریبہ شاہ...... بہاولپور

دوستی

دوست غم کا ساتھی
دوست دل کی دھڑکن
دوست روح کا ہم راز
دوست تنہائیوں کی محفل
دوست چہرے کی مسکراہٹ
دوست خیالات کا نگہبان
دوست سوچوں کا محور
دوست ہمارے احساسات کا پاسباں
دوست آنکھوں کی چمک
دوست سچی خوشی
الغرض سچا دوست ہماری زندگی

حنا لطیف...... ملتان

نامۂ اعمال

اے روزِ محشر مجھے قسم
عمر بھر میں نے تیری عبادت کی ہے
تو میرا نامۂ اعمال تو دیکھ
میں نے انساں سے محبت کی ہے

(کرن شہزادی...... بنو عاقل کینٹ)

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

صنم شاہ عرف سنی...... دربار حضرت پیر عبدالرحمٰن

س: آپی ایک بات پوچھوں آپ ہمارے خط شائع کیوں نہیں کرتیں؟

ج: تو یہ کیا ہے جناب!

س: آپی کیا رسالے میں لکھنا ہوتا ہے؟

ج: ہرگز نہیں۔

س: آپی مجھے کسی سے پیار ہو گیا بھلا کس سے بتاؤں؟

ج: آنچل سے بھئی اور کس سے۔

سمیرا اشتیاق ملک ...... اسلام آباد

س: آپی کیا میں آ سکتی ہوں یا ؟

ج: جی یا ہی...

س: آپی! آپ مجھے کافی عرصے سے نظر انداز کیوں کر رہی ہیں؟

ج: شاید آپ کی قریب نظر کمزور ہو رہی ہے۔

پروین افضل شاہین ...... بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین بہت ڈھیٹ ہیں، میں انہیں جب بھی باہر کھانا کھلانے کا کہتی ہوں تو وہ فوراً چارپائی اٹھا کر صحن میں بچھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لو باہر کھانا کھالو بتائیں میں انہیں کیسے سمجھاؤں کہ یہ والا باہر نہیں؟

ج: سمجھانا کیسا پلو سے کس کے باندھو اور بس۔

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین ڈالر کمانے کے لیے امریکہ جانا چاہتے ہیں، آپ بتائیں اجازت دوں یا نہیں؟

ج: وہ تو یہاں بھی بہت ہے اگر کمانے والا ہو تو۔

س: گرمیوں میں ان کا غصہ ناک پر ہی کیوں دھرا رہتا ہے؟

ج: ناک پر ہی رہتا ہے نا آپ کی ناک میں تو نہیں

تا......

س: چھوٹی سی دعا میرے نام کریں؟

ج: سدا خوش رہو اپنے میاں کے خرچے پر۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

س: السلام علیکم! شمائل آنی کیسی ہو؟

ج: وعلیکم السلام! اللہ کا کرم ہے

س: دوستو ناں سناتے کہ دنیا میں آپ سے بہترین (کرائٹ) جوابوں کی دھوم مچی ہوئی ہے؟

ج: بس ہمیں غرور نہیں ہے۔

س: شمائل آپی میرے دماغ میں آپ کا نقش یوں اس طرح بنتا ہے (آنکھوں پر عینک لگی ہوئی سر پر آنچل اوڑھے ہوئے جس میں سے بہت سے سفید بال نظر آ رہے ہوں ہمارے سوالات پڑھتے کبھی کھانستی نظر آتی ہوئی اور پھر کپکپاتے ہاتھوں سے ہمارے جوابات لکھنا) کیوں؟ اندازہ کس حد تک درست ہے؟

ج: ہمارے بارے میں یہ اندازہ بالکل غلط ہے البتہ آپ نے اپنا تعارف بہت اچھے طریقے سے کرا دیا۔

صبا نواز بھٹی ...... مسن ٹھٹھہ

س: شمائل آنی! مجھے ہر پل انتظار رہتا ہے؟

ج: ہم سے پوچھیے میں اپنی شرکت کا۔

س: شمائل آنی! جب ہم ایسے بے تکے سوال پوچھتی ہیں تو آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

ج: یہی کہ بس آپ سامنے ہو اور...

س: شمائل آنی! آفس میں شوہر بوس اور گھر میں...؟

ج: پیون (Peon)

س: ہمارا حق ہے کہ ہم ویل ڈن کریں خالی جگہ تو مانیں؟

ج: آپ کو داد دیں ایسے سوال کرنے پر۔

آنسہ شبیر...... ڈوگہ گجرات

س: السلام علیکم پہلی دفعہ شریک محفل ہوں، آپی کیا حال ہے؟

ج: الحمدللہ! خوش آمدید۔

س: آپی شعر کا جواب شعر میں دیں۔

وہ تو تم سے محبت ہو گئی ورنہ

ہم تو وہ خودسر ہیں کہ اپنی بھی تمنا نہ کریں

ج: جادو ہے یا طلسم تمہاری زبان میں

تم جھوٹ کہہ رہے تھے مجھے اعتبار تھا

ارم کمال...... فیصل آباد

س: دل اور دماغ میں سے آپ کے زیادہ اہمیت کس کی ہے؟

ج: دونوں کی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہے۔

س: وہ آئے اور اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی بھلا کیوں؟

ج: کیونکہ لوڈ شیڈنگ کا وقت ہو گیا تھا۔

س: نوٹ اور ووٹ میں کھوٹ کس میں ہوتا ہے؟

ج: دونوں بھائی بھائی ہیں۔

سیدہ عنبر اختر بخاری ...... چندی پور

س: ہیلو اپیا جانی! میں آ گئی آپ سے ملنے، پر تسی نال رخ موڑ کے بیٹھے او......

ج: تے ہو کی کراں

س: شمی اپیا میں نے بے وفا انسانوں کی دنیا سے ناطہ توڑ کر پتھروں کی وادیوں میں بسیرا کر لیا ہے؟

ج: بہت اچھا کیا پر بڑی دیر کے بعد۔

تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

س: اپنا بنانا ہے تمہیں دل میں بسانا ہے آپ کو نہیں کہہ ہی ایسے ہی خوش نہ ہو جایا کریں؟

ج: آپ کی طرف سے ہمیں یہ گمان بھی نہیں اور جس کے لیے کہا ہے وہ تو چھٹی لے کر بھاگ بھی گیا۔

س: اچھی لگی نہیں اس درجہ شناسائی بھی ؟

ج: عنبر کی چندی پور سے۔

س: آ گئی آ گئی آ گئی... بتا بھی دو کون؟

ج: وہی نا...

عشرت سید محمد رمضان ...... حیدرآباد

س: آپی ہم دوستی میں سب سے مخلص ہیں کوئی ہمارے ساتھ مخلص کیوں نہیں ہوتا؟

ج: مخلصی کے معاملے میں ہر کوئی مفلس ہے۔

س: آپی اگر کسی کی دعا قبول نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

ج: اپنے اعمال کا جائزہ لے کر صبر کیا جائے۔

س: آپی اپنا لہو کہاں تلاش کریں، خون جگر ہونے تک؟

ج: میں کس کے ہاتھ پر اپنا لہو تلاش کروں

تمام شہر نے پہن رکھے ہیں دستانے

س: آپی کریلے میٹھے بھی ہوتے ہیں، کیوں؟

ج: ہاں تا ہمارے ہاتھوں کی تاثیر ہی ایسی ہی ہے۔

سونی علی...... ریشم گلی مورو سندھ

س: اپنا بچہ روئے تو دل میں دوسرے کا روئے تو سر میں درد کیوں ہوتا ہے؟

ج: اب یہ بس خواب باتیں ہوں گی اب تو اپنے کے رونے پر پتا نہیں کہاں کہاں درد جاگ اٹھتا ہے۔

س: زندگی اک عجیب موڑ پر آ گئی ہے اب کیا کریں ہم؟

ج: آپ فوری قریب ترین یوٹرن لے لیں۔

یاسمین کنول ...... پسرور

س: بہاروں کے بعد مچھروں کی آمد کیوں شروع ہو جاتی ہے؟

ج: مچھروں اور گرمیوں کا چولی دامن کا ساتھ جو ٹھہرا۔

س: انسان اپنی نیند کیسے پوری کر سکتا ہے؟

ج: مچھروں اور لوڈ شیڈنگ سے دوستی کر کے۔

ناہید اختر میو ...... احسان پور

س: شمائل آپی! کیسی ہیں آپ؟ پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں، خوش آمدید نہیں کہیں گی؟

ج: خوش آمدید۔

س: کہتے ہیں کہ دل توڑنا منع ہے مگر لوگ پھر بھی ایسا کیوں کرتے ہیں؟

ج: جو کام منع ہو وہ کرنے میں زیادہ مزا جو ٹھہرا۔
س: اچھی آپی اب اجازت دیں' اچھی سی دعا کے ساتھ؟
ج: خوش رہو۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: السلام علیکم! آپی کیا میں اندر آسکتی ہوں؟
ج: اندر آنے کے بعد اجازت طلب کررہی ہو میڈم!
س: ہر نئی چیز اچھی ہوتی ہے مگر دوست پرانا کیوں اچھا ہوتا ہے؟
ج: کیونکہ تعلق جو استوار ہوتا ہے۔
س: اگر کسی کو دیکھ کر دل دھڑکنا بھول جائے تو؟
ج: ہارٹ اسپیشلسٹ سے فوراً رجوع کرو۔
س: آپی عورت کی محبت میں مرد نے تاج محل بنوایا مگر مرد کی محبت میں عورت نے کیا بنوایا؟
ج: عورت نے اپنی ہستی کو فراموش کردیا۔
س: سعادت مند مرد جورو کا غلام کہلاتے ہیں اور سعادت مند عورت؟
ج: غلام کی جورو۔

صدف سلیمان...... شورکوٹ شہر

س: آپی اتنے ماہ شرکت نہیں کی آپ کو ہماری کمی محسوس نہیں ہوئی؟
ج: کی نہ محسوس یہ ہمارا دوپٹہ ایسے ہی تو نہیں بھیگ گیا بھئی۔
س: آپی محبت میں جدائی کیوں ہوتی ہے؟
ج: جدا تو ہر چیز سے ہی ہونا ہے محبت ہو یا دنیا۔

فضہ یونس...... گنگا پور

س: السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟
ج: وعلیکم السلام! الحمدللہ ٹھیک ہیں۔
س: آپی موت کو کن لفظوں میں یاد کیا جائے؟
ج: عبرت۔
س: ہمارے ملک میں بجلی کا اتنا اضافہ کیوں ہورہا ہے؟
ج: بجلی کا اضافہ یا لوڈشیڈنگ کا اضافہ۔
س: آپی خدا حافظ! اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔
ج: آمین۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

س: السلام علیکم! شمائلہ آپی کیا حال ہے' بڑی مصروف ہو لفٹ نہیں دیتیں؟
ج: گرمی سے بے حال ہیں' لائٹ نہیں تو لفٹ بھی بند ہے۔
س: ہم بھی کسی سے کم نہیں اس بار آپ سے ملنے کا پکا بندوبست کرلیا ہے؟
ج: جی بالکل' نظر آرہا ہے۔
س: ہمارے سوالات آپ کو کیسے لگے؟
ج: ناقابل فہم۔

رابعہ عتیق...... گوجرانوالہ

س: السلام علیکم! شمائلہ آپی کیسی ہیں آپ؟
ج: ہمیشہ کی طرح حسین' خوب صورت اور...... اور
س: ہر مرد دوسری شادی اور دوسری والا تیسرا شادی کی خواہش کیوں کرتا ہے؟
ج: بقول رائٹرز انسان کی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں نا اس لیے۔
س: شدید غصے میں بھی میں اپنے میاں جی کو دیکھ کر مسکرا کیوں جاتی ہوں؟
ج: اب ان کی شکل ہی ایسی ہے ہنسی تو آئے گی نا۔
س: خدا آپ کو ڈھیروں خوشیاں عطا کرے اور سب نیک تمنائیں پوری کرے خدا حافظ۔
ج: آمین' فی امان اللہ۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

صبا نوشہرہ سے لکھتی ہیں کہ میری ناک پر پھوڑے نکل رہے ہیں اور میری بہن کا رنگ سانولا ہے۔

محترمہ آپ THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین مرتبہ روزانہ پیا کریں اور بہن کو JODIUM IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار دیں۔

سونیا پاکپتن سے لکھتی ہیں کہ میرے مسائل شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں اور HAIR GROWER کے لیے 600 روپے کل 1150 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ آپ کو دونوں ادویات ارسال کردی جائے گی۔ کزن کو ALFALFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیں۔

محمد علی گوندل ضلع فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب کے بعد قطرے آتے ہیں میں نے اپنی صحت خود برباد کی ہے۔

محترم آپ STAPHIS GARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عمر عباسی دولہ سے لکھتے ہیں کہ کئی ماہ سے ایک بیماری کا شکار ہوں کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ NATRUM MUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

صبا سونیا لکھتی ہیں کہ ہمارے سر کے بال گرتے ہیں لمبے بھی نہیں ہوتے امی کے بھی بال جڑ سے گرتے ہیں۔

محترمہ آپ 1800 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھ دیجیے گا وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ استعمال کرنے سے بالوں کا مسئلہ حل ہوگا۔

ا۔ج۔ دیوالیاں سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے نکلتے ہیں داغ چھوڑ جاتے ہیں اور چہرے پر بال ہیں میری چھوٹی بہن کا قد چھوٹا ہے۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں اور بہن کو CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار دیں چہرے پر بال ختم کرنے کے لیے کلینک سے APHRODITE منگالیں 900 روپے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ انشاء اللہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

آمنہ بی بی ننکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ میری کزن کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے سر کے بال 15 سال کی عمر میں سفید ہورہے ہیں۔ دوسرے میں نے 21 دسمبر کو بریسٹ بیوٹی کے لیے منی آرڈر کیا تھا دوا نہیں ملی۔

محترمہ آپ کزن کو JOBORANDI-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور HAIR GROWER استعمال کرائیں بریسٹ بیوٹی ارسال کیا جاچکا ہے امید ہے مل گیا ہوگا۔

ام اویس گجر خان سے لکھتی ہیں بوڑس میں رسولی ہے اور چھوٹی بیٹی کے دائیں بریسٹ میں بڑی سی گلٹی ہے جو تین سال سے موجود ہے اور ایک بیٹی کا ماہانہ اخراج بہت زیادتی سے ہوتا ہے۔ میرے شوہر کو پٹھوں کی تکلیف ہے صبح اٹھنے پر پٹھے کھنچتے ہیں۔

محترمہ آپ AURUM MORNAT 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ بریسٹ کی گلٹی کے لیے CAC FLUOR 6 کی چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور سیلان خون کی زیادتی کے لیے SABINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں شوہر کو RHUSTOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

سیماب تنویر شاہ کوٹ سے لکھتے ہیں کہ اپنی صحت خود اپنے ہاتھوں سے برباد کرلی ہے۔

محترم آپ STAPHISA GARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

محمد عثمان مغل اوکاڑہ سے لکھتے ہیں کہ بڑی امید سے آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔

محترم آپ STAPHIS GARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شگفتہ نرگس خان پور سے لکھتی ہیں کہ لیکوریا بہت زیادہ ہوتا ہے۔ نزلہ شدید بلغم گلے میں گرتا ہے۔ چہرہ پر دانے نکلتے ہیں نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے بال بھی گرنا شروع ہوگئے ہیں۔ خط کا جواب براہ راست دیجئے۔

محترمہ آپ AUMNA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن لیں مبلغ 1150 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری حصہ پر اپنا مکمل نام پتا اور مطلوبہ دوا کا نام ہیئر گرور اور بریسٹ بیوٹی ضرور لکھیں یہ ادویات آپ کے گھر بھیج دی جائیں گی۔

خالد منظور سرگودھا سے لکھتے ہیں مجھے پیلا یرقان ہے۔

محترم آپ CHILIDONNIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

لبنیٰ سعید کراچی سے لکھتی ہیں کہ بہن کا ماہانہ نظام درست نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ میری آنکھوں کے گرد حلقے ہیں رنگ سانولہ ہوتا جارہا ہے کیا میں ہیئر گرور استعمال کرسکتی ہوں۔

محترمہ بہن کو PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں اور JODUM IM کے پانچ قطرے پندرہ دن میں ایک بار لیں۔

ذکاء اللہ سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میری ناک کا گوشت بڑھا ہوا ہے ہر وقت نزلہ رہتا ہے۔

محترم آپ TEUCRIUM 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

شمس الدین سکھر سے لکھتے ہیں کہ میری ناک کی ہڈی بڑھی ہوئی ہے بہت علاج کیے مگر فائدہ نہیں ہوتا برائے مہربانی علاج بتائیں۔

محترم آپ AGRAPHIS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

بشریٰ عطاء اللہ سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت گرتے ہیں دو منہ والے ہوگئے ہیں۔ دوسرے حلقے ہیں رنگ سانولہ ہے آپ کے ہیئر گرور سے متعلق پڑھا ہے وہ VP کردیں۔

محترمہ آپ JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں اور HAIR GROWER کے لیے 600 روپے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں آپ کو ہیئر گرور گھر پہنچ جائے گا۔ VP سے کوئی دوا ارسال نہیں کی جاتی۔ منی آرڈر ہمیشہ کلینک کے نام پتے پر کیا کریں۔ پوسٹ بکس پر منی آرڈر ہرگز نہ کریں ورنہ ایک ماہ انتظار کرنا ہوگا۔

پوسٹ بکس کی ڈاک ایک ماہ تک جمع ہوکر ہمیں ملتی ہے۔

ام کلثوم گجرات سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 15 سال ہے ہم عمر لڑکیوں سے نسوانی حسن بہت کم ہے۔ کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اسے استعمال کرنے سے ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

عمارہ گل میانی سے لکھتی ہیں کہ مجھے کئی کئی ماہ تک اخراج نہیں ہوتا۔ جسم حد سے زیادہ پھیل گیا ہے سیلان الرحم کی شکایت بھی ہے۔

محترمہ آپ SENECIO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں باقی تمام دوائیں بند کردیں۔

عمر فاروق کوٹ ادو سے لکھتے ہیں کہ آپ نے میرے لیے مختلف اوقات میں دو دوائیں لکھی تھیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا دونوں دوائیں ایک ساتھ استعمال کرنا ہے۔

محترم آپ صرف USTILAGO-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

شاہین فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے دانت خراب ہیں جڑوں سے کالے پڑگئے ہیں روز بروز خراب ہورہے ہیں۔

محترمہ آپ KREOSOT 30 کے پانچ قطرے لیں آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ت ع چکوال سے لکھتے ہیں کہ خونی بواسیر کی شکایت ہے بواسیر بے حد زیادہ ہے۔

محترم آپ COLLENSONIA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

م ر منچن آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت بال ہیں سر کے بال بھی بہت گرتے ہیں اور نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 2050 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل نام پتا اور مطلوبہ ادویات کے نام الفروڈائٹ ہیئر گرور اور بریسٹ بیوٹی ضروری لکھیں یہ ادویات آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

س ا اڈہ پنواں سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے اور ماہانہ نظام بھی خراب ہے۔

محترمہ آپ CALCIUM PH 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن لیں۔

مختار احمد سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا وزن بہت بڑھ گیا ہے۔ موٹاپے سے پریشان ہوں غریب آدمی ہوں مہنگا علاج نہیں کرسکتا میری رہنمائی فرمائیں۔

محترم آپ PHYTOLACC-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مہناز شاہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ موٹاپا ہے پیٹ بڑھا ہوا ہے سر پر پسینہ بہت آتا ہے۔

محترمہ آپ CALCCARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ پیدل زیادہ چلا کریں۔

نعیم قریشی کوہاٹ سے لکھتے ہیں کہ آپ جو نسخے لکھتے ہیں اگر وہ کسی کے مطابق ہو تو استعمال کرسکتے ہیں یا خط لکھنا ضرور ہے۔

محترم یہاں ہم مختصر حال لکھ کر دوا تجویز کر دیتے ہیں۔ جبکہ خطوط میں مکمل کیفیت تفصیل سے لکھی ہوتی ہے۔ حسب حال دوا استعمال کر سکتے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ اپنی کیفیت مکمل لکھیں اس پر تجویز شدہ دوا استعمال کریں۔

معینہ شمشاد لاہور سے لکھتی ہیں کہ اسے کہتے ہیں چراغ تلے اندھیرا کینیڈا سے میری بہن نے آپ کے HAIR GROWER کے متعلق بتایا اس نے منگا کر استعمال کیا تو بال گرنا بند ہوئے اور لمبے گھنے ہوگئے۔ برائے مہربانی مجھے بھی ہیئر گروور ارسال کردیں۔

محترمہ آپ کو HAIR GROWER ارسال کردیا گیا ہے۔ استعمال کریں ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

اریبہ سلطان لاہور سے لکھتی ہیں کہ میں ہومیو پیتھک تھرڈ ائر کی طالبہ ہوں ہمارے کالج کی طالبات آپ کی صحت بہت شوق سے پڑھتی ہیں یہ ہم جیسے نو آموز ڈاکٹروں کی رہنمائی کے لیے بہت اچھا سلسلہ ہے۔ مریضوں کو صحت اور ڈاکٹروں کو رہنمائی ملتی ہے جناب مشتاق قریشی صاحب جنہوں نے آپ کو یہ موقع دیا ان کا اور آپ کا بہت شکریہ ادا کرتی ہوں ایک کیس لکھ رہی ہوں برائے مہربانی شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ مریضہ کو LACHISIS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ انشاء اللہ مریضہ صحت یاب ہوگی۔

موتی لعل سانگھڑ سے لکھتے ہیں کہ میری بیوی کے چہرے پر مردوں جیسے بال ہیں ہم بہت پریشان ہیں۔

محترم آپ 900 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے چہرے کے فالتو بال ان شاء اللہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

نورین شہزاد ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں کہ بچوں کو دودھ پلانے سے نسوانی حسن قائم نہیں رہا۔ بہت زیادہ پریشان ہوں۔

محترمہ آپ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے ان شاء اللہ قدرتی حسن بحال ہوجائے گا۔

طاہر علی ضلع ہری پور نے رجسٹرڈ ڈاک سے خالی پرچہ ارسال کیا ہے۔ جس پر کچھ نہیں لکھا ہے اب میں اس کا کیا جواب دوں۔

محمد جاوید ہری پور سے لکھتے ہیں کہ میرا وزن 100 کلو ہے موٹاپے سے پریشان ہوں دوسرے چہرے پر پیپ بھرے دانے نکلتے ہیں۔

محترم آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

مسز عمران گجرات سے لکھتی ہیں کہ موٹاپا ہے۔ بہن کے چہرے پر چھائیاں ہیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں اور بہن کو BERBARIS AQIUF-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

محمد کاشف آپ SALIXNIGRA 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

ملاقات و منی آرڈر کرنے کا پتا۔ صبح 10 تا 1 بجے۔ شام 6 تا 9 بجے۔ فون 021-36997059

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی۔ 75850۔

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75، کراچی۔
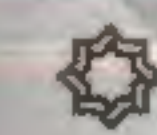
حنا احمد

بلڈ پریشر کم کرنے کیلئے خربوزہ کھائیں

جن لوگوں کا بلڈ پریشر بڑھا رہتا ہے انہیں طبی ماہرین یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ پوٹاشیم سے بھرپور سبزیاں اور پھل مثلاً تربوز خربوزہ اور سنگترہ کھائیں۔ امریکن ڈائیٹیک ایسوسی ایشن کی ترجمان ''لونا سینڈن'' نے کہا ہے کہ خربوزہ اور تربوز بالخصوص پوٹاشیم سے لبریز ہوتے ہیں۔ ایک عام سائز کے خربوزے کے چوتھائی حصے میں 800 سے 900 ملی گرام پوٹاشیم موجود ہوتا ہے جو روزمرہ ضرورت کا تقریباً 20 فیصد ہے۔ صحت کے لیے قابل قدر اس پوٹاشیم کے حصول کے لیے دیگر غذائیں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں مثلاً خشک خوبانی، انجیر، کیوی فروٹ، کینو، کشمش، کھجور، پھلیاں، آلو، ٹماٹر اور گریپ فروٹ میں بھی پوٹاشیم موجود ہوتا ہے۔

ایک امریکی تحقیق کے مطابق پوٹاشیم سے لبریز غذائیں جسم میں موجود نمک کو بلڈ پریشر بڑھانے سے روکتی ہیں ان سے گردوں میں پتھری بننے کا خطرہ بھی کم ہوجاتا ہے اور ممکنہ طور پر عمر میں اضافے کے ساتھ ہڈیوں کے کمزور ہونے کا امکان بھی بڑی حد تک گھٹ جاتا ہے۔ خربوزے کے مزید فوائد یہ ہیں کہ اس میں بیٹا کیروٹین کی زیادتی کی وجہ سے اسے وٹامن A کے حصول کا بہترین ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے جس سے آنکھوں میں موتیا اترنے کا خطرہ 39 فیصد کی حد تک کم ہوجاتا ہے۔ ایسی رپورٹس بھی منظر عام پر آئی ہیں کہ خوشبودار خربوزہ آنکھوں کے لیے گاجر سے زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کنساس یونیورسٹی میں کی گئی ایک حالیہ تحقیق کے مطابق خربوزہ کھانے سے خصوصاً ان لوگوں میں پھیپھڑے کے سرطان کا خطرہ کم ہوجاتا ہے جو خود تو سگریٹ نہیں پیتے البتہ دوسرے سگریٹ نوشوں کا دھواں اپنے پھیپھڑوں میں اتارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

فضہ یونس...... فیصل آباد

چند مفید ٹوٹکے

برتنوں کے نشان مٹانے کے لیے:

برتنوں پر کوئی چیز ابالنے سے اندر کی طرف نشان پڑجاتے ہیں جو اچھی طرح دھونے سے بھی نہیں جاتے اس لیے ابالنے سے قبل چند قطرے سرکہ کے ڈال دیں تو نشان نہیں پڑیں گے۔

زنگ کے داغ:

اگر کسی کپڑے پر زنگ کے داغ لگ جائیں تو لیموں کاٹ کر اس پر نمک چھڑکیں اور داغ والی جگہ پر رگڑیں، خشک ہونے پر واشنگ پاؤڈر اور پانی سے دھولیں۔ داغ پرانا ہو تو چاول ابالنے کے بعد جو پیچ نکلتی ہے گرم کھولتی ہوئی پیچ میں داغ والا حصہ ڈال دیں اور گھنٹہ بھر رہنے دیں داغ صاف ہوجائے گا۔

چاولوں کو محفوظ کرنے کا طریقہ:

نئے چاولوں میں نمک ملا کر رکھ دیا جائے تو ان میں کیڑا نہیں لگتا۔ سال بھر چاول پڑے رہیں تو وہ پرانے ہو کر خوب پکتے ہیں پھولتے بھی ہیں، ایک من چاولوں میں ایک کلو گرام نمک کافی ہے۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

جلد کو صاف اور نکھارنے کے لیے

روزانہ رات سونے سے قبل ایلو ویرا کا گودا چہرے پر کریم کی طرح لگائیں، چہرہ ایک ہفتے میں صاف شفاف اور چمک اٹھے گا، ان شاء اللہ۔

مقدس دل آویز...... اٹک

ٹوٹکے

کتابوں کا کیڑا نہ لگے

لیموں کے چھلکے کتابوں میں رکھنے سے کتابوں

میں کیڑا نہیں لگتا۔

ہچکی بند کرنے کے لیے:۔

ہچکی آ رہی ہو تو لونگ کھالیں ہچکی بند ہو جائے گی یا پھر گنڈیریاں چوسنے سے بھی ہچکی بند ہو جاتی ہے۔

دانتوں کو چمکانا:۔

دانت چمکانے کے لیے لیموں کے چھلکے سکھا کر پیس لیں' ان میں نمک ملا کر رکھ لیں دانتوں پر ملنے سے دانت چمک جائیں گے۔

گلے کی خرابی:۔

اگر گلے کی خرابی میں آواز بیٹھ جائے تو ادرک میں تھوڑا سا نمک ملا کر کھالیں' آواز کھل جائے گی۔

عظمیٰ کنڈی......گل امام

پیاز سے مختلف امراض کا علاج

کھانسی کے لیے:۔

پیاز کو پانی میں ڈال کر تھوڑا شکر ملائیں اور اتنا جوش دیں کہ شہد کے مانند ہو جائے۔ اسے مرتبان میں محفوظ کرلیں اور روزانہ غذا کے بعد ایک چمچ لیں اور بچے کو ایک چھوٹے چمچ سے روزانہ تین مرتبہ پلائیں۔

دمہ کے لیے:۔

پیاز کے عرق میں شہد ملا کر روزانہ صبح و شام ایک کپ پلائیں اور مسلسل ایک مہینہ استعمال کریں یہ نہایت مفید اور مجرب ہے۔

برص کے لیے:۔

پیاز کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تین دن تک سیب کے سرکہ میں بھگو کر رکھ دیں پھر اس میں سے روزانہ ایک کپ مسلسل پئیں۔

کینسر کے لیے:۔

پیاز کے چھلکے کو اچھی طرح دھوپ میں سکھالیں اور ہم وزن پوس بلوط پیس لیں اور دونوں کو شہد میں ملالیں اور روزانہ ایک چمچ ہمراہ عرق گاجر لیں اسے مسلسل ایک مہینہ استعمال کریں اور ایک مہینہ تک پیاز کا بگھارہ لیں۔

ٹوٹی ہڈی کے لیے:۔

گائے یا اونٹ (بالخصوص اونٹ) کی ہڈی کے گودا میں اور مغز میں پیاز ڈال کر شوربہ (سوپ) بنائیں اور روزانہ درمیان غذا سوپ کی طرح پئیں کیوں کہ یہ زبردست مقوی اعصاب ہے اور ہڈی ٹوٹنے کے زخم کو مندمل کرنے میں معاون ہے۔

بالوں کا گرنا:۔

روزانہ سونے سے پہلے عرق پیاز سر میں لگا کر مالش کریں اور صبح گرم پانی سے دھولیں یہ عمل بار بار کریں بال گرنا بند ہو جائیں گے۔

تیزابیت کے لیے:۔

میتھی کے جوشاندہ میں عرق پیاز ملائیں اور شہد یا شکر سے میٹھا کریں اور روزانہ ایک مرتبہ پئیں۔ عام طور پر سرکہ ملایا ہوا پیاز بعد غذا استعمال کرنے سے یہ شکایت نہیں ہوتی ہے۔

دمہ کے لیے

اگر بلغمی دمہ ہو تو مٹی کے برتن میں ایک پاؤ گندم جلا کر کوئلہ بنالیں پھر اس میں اوجھی جلی ہلدی آدھ ملا لیں جو باریک پسی ہوئی ہو۔ گندم کو اس کے ہمراہ باریک پیس لیں' دس پندرہ روز چھ ماشہ کھلاتے رہیں' شفا حاصل ہوگی۔

جسم میں چبھا ہوا کانٹا نکالنے کا طریقہ

جب جسم میں کانٹا چبھ جائے اور اس قدر اندر چلا جائے تو گھبرایئے مت' ذرا سا گڑ لیجیے اور پیاز لے کر اسے کاٹ لیجیے اور ان دونوں کو ملا کر اس جگہ باندھ دیجیے' کانٹا خود بخود باہر آ جائے گا۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات